کتاب التنویر
فی
خصائص السراج المنیر
از رشحات قلم
خطیب اہلسنت مولانا محمد صدیق نقشبندی

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ

فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

کِتَابُ التَّنْوِیْر
فی
خَصَائِصُ السِّرَاجِ الْمُنِیْر

از رشحات قلم

خطیب اہلسنت حضرت مولانا محمد صدیق نقشبندی

ناشر

مکتبہ صدق و صفا اقبال نگر بیرون دہلی گیٹ ملتان شہر

نام کتاب ——— کتاب التنویر فی خصائص السراج المنیر

مصنف ——— حضرت مولانا محمد صدیق صاحب نقشبندی ملتان

مطبوعہ ——— اشرف پریس ایبک روڈ لاہور

کتابت و سرورق ——— فانی خوشنویس خانیوال کالونی ملتان

تعداد اشاعت ——— بار اوّل ۱۱۰۰ جولائی ۱۹۷۳ء

ناشر ——— مکتبہ صدق و صفا اقبال نگر بیرون دہلی گیٹ ملتان

کتاب ملنے کے پتے

۱۔ نوری رضوی بک سٹور چوک جامع مسجد خانیوال ضلع ملتان

۲۔ چشتی کتب خانہ جھنگ بازار لائلپور

۳۔ حامدیہ رضویہ کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

از خطیب پاکستان مقرر شیریں لسان کتاب سنت کے نکتہ دان حامی سنت ماحی بدعت آسمان خطابت کے نیر اعظم حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ **محمد شفیع** اوکاڑوی مدظلہ العالی

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب بن الحاج علم الدین صاحب اسلام آباد امرتسر (پنجاب) میں ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے اور تقسیم ملک کے بعد ملتان شریف میں آکر آباد ہوئے۔

مولانا موصوف ایک معزز تجارت پیشہ خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ چوں کہ گھر کا ماحول سادہ اور مذہبی تھا۔ اس لیے تربیت بھی پاکیزہ ہوئی۔ ابتدا ہی سے نماز روزہ کے پابند اور مذہبی اجتماعات اور مجالس علماء و مشائخ میں شرکت کے شائق رہے جس کا اثر یہ ہوا کہ وہی رنگ غالب آگیا۔

آپ نے اسلامیہ ہائی سکول دولت گیٹ ملتان میں میٹرک پاس کیا پھر ایمرسن کالج ملتان میں ایف ، اے کیا۔ کتب درسیہ و حدیث شریف جامعہ رضویہ انوار الابرار ملتان میں پڑھیں اور جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائل پور سے سند فراغ حاصل کی۔

سلسلہ مبارکہ نقشبندیہ مجددیہ میں قطب الاقطاب سرچشمہ فیوض و برکات حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت کرمانوالہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔

باوجود اس کے کہ ملتان میں آپ کے والد اور بھائی نہایت اچھے کاروبار پر فائز ہیں، اور ایک کارخانہ "غوثیہ بلیچنگ اینڈ ڈائنگ ملز" کے مالک ہیں۔ جس میں آپ کا بھی حصہ ہے۔ مگر مذہب و ملت اور مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کی خدمت کا جذبہ ایسا غالب آیا کہ کارخانہ چھوڑ کر دین و مذہب کی خدمت کے لیے وقف ہوگئے ہیں۔ شب و روز ملک کے مختلف مقامات پر تشریف لے جاکر تقاریر فرماتے ہیں، اور دن بدن دائرہ تبلیغ وسیع ہوتا جا رہا ہے اور مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ آپ کی

تقریر مدلل اور مسلک حق اہلسنت کی آئینہ دار اور اصلاح اخلاق و عمل پر مشتمل ہوتی ہیں۔

"اللہ کرے زورِ بیاں اور زیادہ"

ماشاء اللہ جہاں آپ تقاریر کے ذریعے دین متین کی خدمت کر رہے ہیں وہاں آپکو اللہ تعالیٰ نے تحریری طور پر بھی خدمتِ دین کی توفیق مرحمت فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کی ایک کتاب "بدر الکبریٰ" چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ جس میں آپ نے اپنے مخصوص انداز میں جنگ بدر کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے۔ آپ کی دوسری تالیف "کتاب التنویر فی خصائص السراج المنیر" ہے جو حضور سیدِ عالم نورِ مجسم رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے خصائص وفضائل پر مشتمل ہے۔ بڑی پیاری کتاب ہے کیوں نہ جب کہ ذکر بڑے ہی پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ انشاء اللہ اس ذکر مبارک سے اہل ایمان کے قلوب روشن و منور ہوں گے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کتاب کو مقبولیتِ عامہ عطا فرمائے اور مولانا موصوف کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے علم و عمل، زہد و تقویٰ میں مزید برکت فرمائے۔ آمین ثم آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بندۂ آثم

محمد شفیع الخطیب الاوکاڑوی غفرلہٗ
صدر مرکزی جماعت اہلسنت کراچی
۱۴؍ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

مَاخذ

نمبر	کتاب
۱	قرآن مجید
۲	کنز الایمان
۳	تفسیر کبیر
۴	〃 روح المعانی
۵	〃 روح البیان
۶	〃 خازن
۷	〃 مظہری
۸	〃 ابن کثیر
۹	〃 معالم التنزیل
۱۰	〃 تفسیرات احمدیہ
۱۱	〃 تنویر المقباس
۱۲	〃 عزیزی
۱۳	〃 نعیمی
۱۴	〃 تفہیم القرآن
۱۵	بخاری شریف
۱۶	مسلم 〃
۱۷	ترمذی 〃
۱۸	ابوداؤد 〃
۱۹	نسائی 〃
۲۰	ابن ماجہ 〃
۲۱	مشکوٰۃ 〃
۲۲	دارقطنی
۲۳	بلوغ المرام معہ حاشیہ مولوی عبدالتواب ملتانی
۲۴	ریاض الصالحین
۲۵	کشف الغمہ
۲۶	سفر السعادت
۲۷	الدرر المنتشرہ
۲۸	عمدۃ القاری
۲۹	فتح الباری
۳۰	مرقات
۳۱	اشعۃ اللمعات
۳۲	بذل المجہود
۳۳	زرقانی
۳۴	مواہب اللدنیہ
۳۵	خصائص کبریٰ
۳۶	نسیم الریاض
۳۷	جواہر البحار
۳۸	انسان العیون
۳۹	دلائل النبوت
۴۰	سیرت نبویہ
۴۱	الشفا شریف
۴۲	شرح شفا ملا علی قاری

۴۳ مدارج النبوت

۴۴ معارج النبوت

۴۵ نشر الطیب

۴۶ الریاض النضرہ

۴۷ الیواقیت والجواہر

۴۸ فتاوی حدیثیہ

۴۹ احیاء العلوم

۵۰ کیمیائے سعادت

۵۱ الخیرات الحسان

۵۲ غوث العباد

۵۳ نزہتہ الخاطر الفاطر

۵۴ درۃ الناصحین

۵۵ نزہتہ المجالس

۵۶ انیس الارواح

۵۷ بہجۃ الاسرار

۵۸ خیر پوتی

۵۹ تاریخ الخلفاء

۶۰ شرح الصدور

۶۱ دلائل الخیرات

۶۲ جذب القلوب

۶۳ اخبار الاخیار

۶۴ الابریز

۶۵ نبراس

۶۶ مجموعۃ الفتاوے

۶۷ شرح عقائد

۶۸ احسن القصص

۶۹ الامن والعلی

۷۰ فتاوی رضویہ

۷۱ بہارِ شریعت

۷۲ معراج النبی

۷۳ الصارم المسلول

۷۴ براہین قاطعہ

۷۵ مکالمۃ الصدرین

۷۶ تقویت الایمان

۷۷ مفتاح العلوم

۷۸ جلاء الافہام

۷۹ ملفوظات احمد علی

۸۰ امداد المشتاق

۸۱ الشکر النعمۃ

۸۲ تحذیر الناس

۸۳ البصائر

۸۴ قصیدہ بردہ شریف ۸۵ مثنوی شریف

۸۶ حدائق بخشش ۸۷ ذوق نعت

۸۸ اسرار و رموز ۸۹ میلادِ اکبر

۹۰ دیوانِ ظفرؒ

۹۱ اکرام محمدی

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	قسم اوّل	
۱	اوّل باعتبار تخلیق	۱۱
۲	تقدمِ نبوت	۱۵
۳	میثاق میں اوّلیت	۱۸
۴	تقدمِ اقرارِ ربوبیت	۲۰
۵	حضور علیہ السلام کا ذکر آدم علیہ السلام کے عہد میں اذان میں ہوتا تھا۔	۲۳
۶	کتب سابقہ میں آپکا اور آپکی امت کا ذکرِ خیر	۲۴
۷	شیاطین آسمانوں سے روک دیے گئے۔	۲۷
۸	آپ کا شقِ صدر ہوا۔	۲۷
۹	آپ عقل میں تمام لوگوں سے زیادہ ہیں۔	۳۰
۱۰	سرورِ کائنات کو کل حسن دیا گیا۔	۳۰
۱۱	رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو اصلی صورت میں دیکھا۔	۳۳
۱۲	حضور علیہ السلام کے والدین زندہ ہو کر آپ پر ایمان لائے۔	۳۴
۱۳	خدا تعالےٰ نے نبی پاک کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے۔	۳۵
۱۴	اسرے کا دولہا	۳۷
۱۵	ملائکہ کا آپ کی خدمت میں حاضر رہنا۔	۳۹
۱۶	آپ کو بے مثال قرآن ملا۔	۴۰
۱۷	انشقاق القمر	۴۳
۱۸	تسلیم حجر	۴۵
۱۹	کھجور کی لکڑی کا گریہ	۴۶
۲۰	انگلیوں سے پانی کے چشمے	۴۸
۲۱	شہادتِ شجر	۵۴
۲۲	رسالتِ عامہ و نبوت نامہ	۵۴
۲۳	تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم	۵۶
۲۴	دو چیزوں کا اجتماع	۵۶
۲۵	اللہ تعالےٰ نے آپ کے لیے محبت اور خلعت کو جمع فرما دیا۔	۵۹
۲۶	اللہ تعالےٰ نے آپکے لیے کلام اور رویت کو جمع فرمایا۔	۶۲
۲۷	نزولِ اسرافیل	۶۲
۲۸	شہنشاہِ دو عالم	۶۳
۲۹	آپ پر جمیع امت پیش کی گئی۔	۶۷
۳۰	افضل الانبیاء	۶۹
۳۱	ایک اعتراض کا جواب	۷۰
۳۲	افضل الملائکہ	۷۱
۳۳	ملک الموت کا اجازت طلب کرنا۔	۷۳
۳۴	آپ کی قبر مبارک عرشِ الٰہی سے افضل ہے۔	۷۸
	قسم دوم	
۳۵	انشقاقِ قبر	۸۰
۳۶	اوّلیتِ افاقہ	۸۱
۳۷	ملائکہ کی معیت	۸۲
۳۸	شفاعت	۸۵
۳۹	نورِ مجسم	۹۲
۴۰	عطائے کوثر	۹۴
	قسم سوم	
۴۱	نمازِ عصر کے بعد آپکو نمازِ نفل جائز ہے	۹۷

نمبر	عنوان	صفحہ
۴۹	صغیرہ لڑکی کو آغوش میں لے کر نماز نہ پڑھنا	۹۸
۵۰	غائب کی نماز جنازہ پڑھنا	۹۸
۵۱	صوم وصال	۱۰۲
۵۲	آپکو اجنبیہ کے ساتھ خلوت جائز تھی۔	۱۰۴
۵۳	چار سے زائد شادیاں	۱۰۵
۵۴	بغیر ولی اور گواہ کے نکاح۔	۱۰۶
۵۵	سہم صفی	۱۰۸
۵۶	امت کی طرف سے قربانی	۱۰۹
۵۷	آپ کی ہجو کرنے والے کا قتل جائز ہے	۱۱۰
	قسم چہارم	
۵۸	امتیازی شان	۱۱۲
۵۹	برزخی زندگی میں امتیاز	۱۱۷
۶۰	مومن کا فدیہ	۱۱۸
۶۱	یوم قیامت	۱۱۹
۶۲	دخولِ جنت	۱۱۹
۶۳	یہ امت محبوب الانبیاء ہے۔	۱۲۲
	قسم پنجم	
۶۴	نماز تہجد	۱۲۶
۶۵	فضائل نماز تہجد وقیام لیل	۱۲۷
۶۶	مشاورت باہل الرائے۔	۱۲۹
۶۷	ازواج مطہرات کو اختیار دینا	۱۳۱
۶۸	فجر کی دو رکعتیں	۱۳۳
۶۹	توکل	۱۳۴
۷۰	استغفار	۱۳۶
۷۱	پچاس نمازیں	۱۳۷
	قسم ششم	
۷۲	تحریم صدقہ وزکوٰۃ	۱۴۰
۷۳	کتابت اور قرأت	۱۴۱
۷۴	شعر گوئی	۱۴۲
۷۵	قبل از قتال زرہ اُتارنا آپ پر حرام تھا	۱۴۳
۷۶	جو عورت آپ کی زوجیت میں نہ رہنا چاہے اس کو روکے رکھنا آپ پر حرام تھا۔	۱۴۴
۷۷	کتابیہ سے نکاح آپ پر حرام تھا۔	۱۴۴
۷۸	مسلمہ لونڈی سے نکاح کی تحریم	۱۴۵
۷۹	سماع تکبیر پر اغارت کی تحریم	۱۴۶
۸۰	مشرک سے اعانت کی تحریم	۱۴۶
۸۱	جس کھانے میں بو ہو اُس کا کھانا آپ پر حرام تھا۔	۱۴۷
۸۲	تحریم عُریانی	۱۴۸
	قسم ہفتم	
۸۳	امتِ مرحومہ کے لیے غنائم کا حلال ہونا اور کل روئے زمین کا مسجد قرار پانا۔	۱۴۹
۸۴	وضو	۱۵۰
۸۵	مشروعیت اذان	۱۵۱
۸۶	پنجوقتہ نماز	۱۵۲
۸۷	جمعۃ المبارک	۱۵۴
۸۸	رمضان المبارک	۱۵۵
۸۹	لیلۃ القدر	۱۵۷
۹۰	خدا تعالٰے اور رسولِ پاک کے ساتھ امت مرحومہ کا ذکر۔	۱۵۸
۹۱	حرمتِ شراب	۱۶۰
	قسم ہشتم	
۹۲	غزوہ میں نبی کی معیت واجب تھی۔	۱۶۴

نمبر	عنوان	صفحہ
۹۳	نمازی پر ارشادِ نبوی کی تعمیل واجب ہے	۱۶۵
۹۴	حجرات کے پیچھے سے آپکو آواز دینا حرام ہے	۱۶۷
۹۵	فخرِ دو عالم کے فضلات امت کے لئے پاک ہیں۔	۱۶۹
۹۶	بنت رسول پر تزوج جائز نہیں	۱۷۳
۹۷	آپ سے رشتہ کرنے والا جنتی ہے۔	۱۷۳
۹۸	احکام شریعت میں اختیار	۱۷۴
۹۹	کمالِ نگاہِ نبوت	

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۰۰	لعابِ دہن	۱۸۴
۱۰۱	انوکھی نیند	۱۸۴
۱۰۲	پسینہ مبارک	۱۸۵
۱۰۳	ایامِ شیر خوارگی کے چند خصائص	۱۸۷
۱۰۴	خاکِ پاک کی برکت	۱۸۸
۱۰۵	تو زندہ ہے واللہ	۱۹۱
۱۰۶	تمت بالخیر	۲۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عُلمائے ربانیین نے امام الانبیاء حبیب کبریا سرورِ کائنات فخرِ موجودات سلطانِ عرب وعجم صاحبِ التاج والمعراج رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، صاحبِ حوضِ کوثر، مالکِ فتح وظفر رسول الثقلین، نبی الحرمین امام القبلتین صاحبِ قابَ قوسین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ نبی الوریٰ نورِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کو آٹھ اقسام پر تقسیم کیا ہے۔ میں اس کتاب میں ہر قسم پر مفصل بحث کروں گا۔ وَمَا توفیقی الا باللہ العلی العظیم

قسم اوّل: اس قسم میں حضور علیہ السلام کے وہ خصائص بیان کئے جائیں گے، جن کا تعلق آپ کی دنیا کی زندگی کے ساتھ ہے۔

قسم اوّل

اوّل باعتبار تخلیق

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو تمام کائنات سے پہلے پیدا فرمایا چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم سَأَلَ جِبْرِیْلَ علیہ السلام فَقَالَ یَاجِبْرِیْلُ کَمْ عُمِرْتَ مِنَ السِّنِیْنَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَسْتُ اَعْلَمُ غَیْرَ اَنَّ فِی الْحِجَابِ الرَّابِعِ نَجْمٌ یَطْلَعُ فِیْ کُلِّ سَبْعِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ مَرَّۃً رَأَیْتُہٗ اِثْنَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّۃٍ فَقَالَ یَاجِبْرِیْلُ وَعِزَّۃِ رَبِّیْ جَلَّ جَلَالُہٗ اَنَا ذَالِکَ الْکَوْکَبُ (سیرۃ حلبیہ صفحہ ۳۶ جلد ۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال کیا (اور) فرمایا کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ مجھے اس کے سوا کو (ئی) علم نہیں کہ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ ستر ہزار برس کے بعد طلوع ہوتا تھا جس کو میں نے بہتر ہزار (۷۲۰۰۰) مرتبہ دیکھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے رب تعالیٰ جل جلالہٗ کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نورانیت کے اعتبار سے پانچ ارب چار کروڑ سال رب قدوس کی بارگاہ میں موجود رہے اور کیا کرتے رہے اس کے متعلق علماء نے لکھا ہے۔ جب خلاق عالم کو آفرینش مخلوقات کا ظہور منظور ہوا تو اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کے نور فیض گنجور سے خطاب فرمایا کُنْ حَبِیْبِیْ مُحَمَّدًا یعنی میرا محبوب محمد ہوجا جب اس نور نے یہ خطاب رب ارباب سنا، فوراً بصورت ایک ستون کے بلند ہوا اور حجاب عظمت تک پہنچ کر سجدہ ریز ہوا اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ارشاد باری تعالیٰ ہوا لِاَجْلِ ذٰلِکَ خَلَقْتُکَ وَ سَمَّیْتُکَ مُحَمَّدًا یعنی اسی لیے میں نے تجھے پیدا فرمایا اور تیرا نام محمد رکھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور علیہ السلام نورانیت کے اعتبار سے مذکورہ مدت میں رب تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے رہے اور خدا کی عبادت میں مصروف

رہے، اب ذرا غور کیجئے کہ اتنی عبادت کون کرسکتا ہے، ظاہر ہے کہ کوئی دوسرا انسان خواہ نبی ہو یا ولی غوث ہو یا قطب، مفسر ہو یا محدث، مقرر ہو یا واعظ، مدرس ہو یا مصنف، مجاہد ہو یا عابد، زاہد ہو یا متقی، اتنی عبادت نہیں کرسکتا، اب ذرا بانیٔ مدرسہ دیوبند کی بانسری کی آواز بھی سنیئے، لکھتے ہیں،

"انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی سے ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس صفحہ ۵)

جس مدرسہ کے بانی کا مبلغ علم اتنا ہو کہ یہ بھی پتہ نہ ہو کہ نبی کے ایک سجدہ کا مقابلہ ساری امت کی روز و شب کی عبادت نہیں کرسکتی اس مدرسہ سے پڑھ کر فارغ ہونے والوں کے علم کا اندازہ آپ خود فرمالیں۔

امت مسلمہ میں سب سے زیادہ عبادت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کی ہے جن کی ایک غار والی نیکی کے بدلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی زندگی بھر کی نیکیوں کا سرمایہ دینے کو تیار ہیں۔ حالانکہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نیک اعمال کا نقشہ یہ ہے کہ آپ کے اسلام لانے پر تمام اہل ایمان کو سب کے سامنے خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کی جرأت اور ہمت ہوئی۔ آپ کی طفیل تمام مسلمانوں نے اس بیت اللہ میں نماز ادا کی جہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ملتا ہے۔ چونکہ آپ اس نیک عمل کے محرک ہوئے، لہذا اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ نیکی پر دلالت کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے کے تحت آپ کو اس وقت کے تمام مسلمانوں کے برابر عبادت کا ثواب ملا، علاوہ ازیں اسلام لانے کے بعد آپ نے ہجرت کی، اپنے دور خلافت میں آپ نے چار ہزار گرجا برباد کئے اور چار ہزار مساجد تعمیر کرائیں، اٹھارہ ملکوں کو کلمہ پڑھایا، بائیس لاکھ اکاون ہزار تیس لاکھ مربع میل میں آپ نے اسلام پھیلایا، آپ کے زمانے میں شام، عراق، مصر، خوزستان، آرمینیہ، آذر بائیجان فارس کرمان، خراسان اور مکران فتح ہو کر اسلامی سلطنت کا حصہ بنے، جس صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک رات کی عبادت کے عوض فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی تمام مذکورہ نیکیوں کو دینے کے لیے تیار ہیں، اس جانشین مصطفےٰ کی پوری زندگی کی عبادت کا کتنا ثواب ہوگا۔ اس کثرت عبادت کے باوجود صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ عرض

نہیں کی کہ میں آپ سے عبادت میں بڑھ گیا ہوں۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اعمال میں حضور علیہ السلام سے نہیں بڑھ سکتے تو اور کسی کا ذکر ہی کیا۔ لہذا قاسم نانوتوی کی یہ عبارت اس کے اجہل ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ کُنْتُ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِاَرْبَعَۃَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ۔ (سیرت حلبیہ صفحہ ۳۶ جلد ۱)

ترجمہ: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار (۱۴۰۰۰) سال پہلے اپنے رب کے حضور ایک نور تھا۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں، پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے تشبہ نہ کیا جائے (نشر الطیب ص ۹)

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

یٰسٓ قَسَمٌ اَقْسَمَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ بِاَلْفَیْ عَامٍ یَا مُحَمَّدُ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ص ۲۰ جلد ۱)

ترجمہ، یٰسٓ ایک قسم ہے جو اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے یاد فرمائی، کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک تو مرسلین میں سے ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک کی بارگاہ میں عرض کی، یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں،

اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْئٍ خَلَقَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَبْلَ الْاَشْیَاءِ قَالَ یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُّوْرِہٖ (سیرت حلبیہ صفحہ ۳۷ جلد ۱)

ترجمہ: فرمائیے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام اشیاء کی تخلیق سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا، آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالےٰ نے تمام اشیاء کی پیدائش سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

ان مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام، زمین و آسمان

بلکہ اٹھارہ ہزار مخلوقات کی پیدائش سے پہلے اپنے محبوب کے نوری وجود کو اپنے ذاتی نور سے پیدا فرمایا۔
جب اللہ تعالےٰ نے عرش بریں کو پیدا فرمایا تو اس پر نور سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا، تو آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ ساقِ عرش پر شجرِ طوبیٰ کے پتوں پر، سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر، حوروں کے سینوں پر، فرشتوں کی دونوں آنکھوں کے درمیان غرضیکہ ہر جگہ نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسم اللہ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ رب کی بارگاہ میں عرض کی الٰہی یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ خدا تعالےٰ نے جواب ارشاد فرمایا کہ یہ تیرا وُہ فرزند ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی، یا اللہ اس فرزند کے صدقے اس کے اس باپ پر رحم فرما اس پر خدا تعالےٰ نے فرمایا۔

يَا آدَمُ لَوْ تَشَفَّعْتَ اِلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ اَهْلِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْنَاكَ (سیرت نبویہ ص۱۱ جلد ۱، جواہر البحار ص۲۰۵ جلد ۱)

ترجمہ: اے آدم! اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے تمام آسمان والوں اور تمام زمین والوں کی شفاعت کرتے تو ہم تمہاری شفاعت قبول فرماتے۔

آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام سے فرمایا اے میرے پیارے فرزند تو میرے بعد میرا خلیفہ ہے، خلافت میں تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا جب تو اللہ کا ذکر کرے تو ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں بھی رطب اللسان رہنا اسلئے کہ میں نے اس وقت ان کا نام ساقِ عرش پر لکھا دیکھا جب کہ میں روح اور مٹی کی درمیانی منزل میں تھا، پھر میں نے آسمانوں کا طواف کیا، میں نے آسمانوں کی کوئی ایسی جگہ نہ دیکھی جہاں آپ کا نامِ مبارک تحریر نہ ہو۔ پھر خدا تعالےٰ نے مجھے جنت میں ٹھہرایا وہاں میں نے جنت کے محلات پر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا دیکھا، علاوہ ازیں حوروں کے سینوں پر فرشتوں کی دونوں آنکھوں کے درمیان درختِ طوبیٰ اور سدرہ کے پتوں پر اس نام اقدس کو لکھا دیکھا۔ اے میرے فرزند تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کثرت سے کر اس لیے کہ فرشتے اپنے اکثر اوقات میں آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ (خصائص کبریٰ ص۹ جلد ۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کا ذکر کثرت سے کرنا سنتِ ملائکہ اور سنت حضرت شیث علیہ السلام ہے۔ ہم اہلِ سنت و جماعت محفل میلاد منعقد کر کے آپ کا ذکرِ خیر کر کے ملائکہ اور خدا کے پیغمبر حضرت شیث علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہیں، لیکن بعض لوگ

ایسی ذکر کی محافل کے انعقاد سے تقریراً اور تحریراً روکتے رہتے ہیں۔ چنانچہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا ہے۔

"پس ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں۔" (براہین قاطعہ ص۱۵۲)

اس عبارت پر غور کیجئے کہ حضور علیہ السلام کی محفل میلاد کو کنھیا کی ولادت کے سانگ سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔ اور ذکر مصطفےٰ کو روکنے کی ناکام کوشش کر کے عداوتِ مصطفےٰ کا اظہار کیا جا رہا ہے، ایسے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی نالائق اولاد ہیں جو آپ کی وصیت سے سبق حاصل نہیں کرتے، بلکہ ذکرِ مصطفےٰ کی مجالس کو ناجائز قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ کے فرشتے اس کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف کرتے ہیں۔ اور حضرت آدم علیہ السلام اپنے صاحبزادے کو خصوصیت کے ساتھ وصیت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے ذکر کے ساتھ اس کے محبوب کا ذکر ضرور کرنا لہذا جو محفل میلاد یا ذکرِ مصطفےٰ کی دوسری محافل کے ناجائز و حرام ہونے کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ وہ اپنی حماقت، جہالت، عداوت، ضلالت اور شقاوت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ایسے لوگ رسولِ اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کہلانے کے حقدار نہیں۔ ؎

ذکر روکے فضل کاٹے، نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی،

تقدمِ نبوت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے بارگاہِ نبوت میں عرض کی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: یارسول اللہ نبوت کے لیے آپ کس وقت نامزد ہوئے؟ فرمایا اس وقت جب کہ آدم علیہ السلام روح اور بدن کے درمیان تھے یعنی ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت مکمل طور پر نہ

ہوئی تھی۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کنایت از سبق وتقدم است (اشعۃ اللمعات صفحہ ۴۷۲ جلد ۴) یعنی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے سب سے پہلے صفت نبوت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ (مشکوٰۃ باب فضائل سیدالمرسلین)

ترجمہ: خداوند تعالےٰ کے ہاں میں اس وقت سے خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں جب کہ آدم علیہ السلام اپنی گندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے یعنی آدم علیہ السلام کا پتلا بھی ابھی تیار نہ ہوا تھا۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فرشتوں اور روحوں میں حضور علیہ السلام کے بدن سے پہلے ان کی نبوت کا اظہار فرمایا جیسے کہ وارد ہے کہ حضور علیہ السلام کا نام مبارک عرش الٰہی پر، آسمانوں پر، حوروں کے سینوں پر، جنت کے محلات پر فرشتوں کے ابروں کے درمیان اور جنتی درخت طوبیٰ کے پتوں پر لکھا ہوا ہے، و بعضے از عرفا گفتہ اند کہ روح شریف وے صلی اللہ علیہ وسلم نبی بود در عالم ارواح کہ تربیت ارواح می کرد چنانچہ دریں عالم بہ جسد شریف مربّی اجساد بود۔ (اشعۃ اللمعات صفحہ ۴۷۴ جلد ۴)

اور بعض عارفوں نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کی روح مبارک عالم ارواح میں نبی تھی اور وہاں روحوں کی تربیت کرتی تھی، جیسے کہ دنیا میں آپ نے بہ نفس نفیس اجسام کی تربیت فرمائی۔

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی روح کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے صفت نبوت سے متصف ہونے کی خبر دی۔ (جواہر البحار ص ۱۱۴)

چنانچہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ یعنی میں اس وقت نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کی درمیانی منازل طے فرما رہے تھے۔

حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں جب اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا اور آپ نے اپنی نبوت کا مکہ میں اعلان فرمایا تو میں ملک شام کی طرف گیا جب میں بصریٰ میں پہنچا تو میرے

پاس نصرانیوں کی ایک جماعت آئی اور اس نے مجھ سے پوچھا کیا تو مکّہ کا رہنے والا ہے، میں نے کہا ہاں، پھران عیسائیوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے مکہ معظمہ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے میں نے جواب دیا ہاں، میں اس کو جانتا ہوں، پس انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک ایسے گرجا میں لے گئے جس میں بہت سی تصاویر تھیں، مجھ سے انہوں نے کہا کیا ان تصویروں میں تجھے اس نبی کی تصویر نظر آتی ہے میں نے دیکھ کر کہا ان میں تو اس کی تصویر نہیں ہے۔ پھر مجھے انہوں نے ایک ایسے گرجا میں داخل کیا جو پہلے سے بڑا تھا اور اس میں پہلے گرجا سے زیادہ تصاویر و تماثیل تھیں انہوں نے پوچھا کیا ان تصویروں میں تجھے اس نبی کی تصویر نظر آرہی ہے کہ ان کے پیچھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں، جنہوں نے امام الانبیار کا دامن پکڑا ہوا ہے میں نے ان سے کہا ہاں میں نے نبی مکرم کی تصویر کو دیکھا ہے لیکن پہلے تم بتاؤ انہوں نے حبیب خدا کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا کیا اس نبی کی تصویر یہ نہیں ہے میں نے کہا ہاں یہی ہے۔ بعدازاں انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کو بھی پہچانتے ہو، میں نے کہا ہاں ان کو بھی پہچانتا ہوں اس پر ان نصرانیوں نے کہا قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّ هٰذَا صَاحِبُكُمْ وَاِنَّ هٰذَا الْخَلِيْفَةُ مِنْ بَعْدِهٖ۔

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ تمہارے پیغمبر ہیں اور یہ (صدیق اکبر) ان کے بعد خلیفہ ہیں۔ (دلائل النبوت ص۱۸، الریاض النضرہ ص۹۹ جلد ۱)

اس واقعہ سے جہاں تقدم نبوت نبی الوریٰ کا ثبوت ملتا ہے وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عیسائی اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ نبی آخرالزماں کے بعد ان کے خلیفہ حضرت ابوبکر ہوں گے ذرا ان لوگوں کو غور و فکر کرنا چاہیئے جو اپنے آپ کو مسلمان اور مومن کہلاتے ہیں لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں جن کی تقریروں اور تحریروں کا طول وعرض یہ ہے کہ کسی طرح اصحاب ثلاثہ کا رشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع کر دیا جائے حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ایمان واسلام ہو یا ہجرت وجہاد، جنگ ہو یا صلح دعوت تبلیغ ہو یا عمل واطاعت اطمینان وسکینہ ہو یا انقباض وعسرت دکھ ہو یا سکھ، رحمت ہو یا زحمت، سفر ہو یا حضر اور دنیا ہو یا آخرت ہر جگہ حضور علیہ السلام کے صحابہ آپ کے ساتھ رہے خصوصاً حضرت صدیق اکبر،

---

1 میں نے غور سے دیکھا تو مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ایسے حال میں نظر آئی

فاروق اعظم، عثمان غنی اور حیدرِ کرار رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین ۔ اعلیٰحضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں ۔

تیرے چاروں ہمدم ہیں یک جاں و یک دِل
ابوبکر ، فاروق ، عثمان ، علی ہے (حدائقِ بخشش)

ثابت ہُوا کہ جو لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ کی خلافت کے منکر ہیں ان سے وہ عیسائی اچھے تھے جو یقین رکھتے تھے کہ نبی پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے خلیفہ برحق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہوں گے ۔

میثاق میں اولیّت

خدا تعالےٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (قرآن مجید)

ترجمہ :۔ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی فاسق ہیں ۔ (کنزالایمان)

آیت کریمہ میں اس عہد و پیمان کا ذکر ہے جو میثاق کے دن حضرات انبیاء سے لیا گیا تھا کہ اس عہد کا قصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان کو لمبو پہاڑ پر

پہاڑ پر بھیجے گئے اور حضرت حوّا عرب میں جدّہ میں اتاری گئیں تین سو برس کے بعد حضور علیہ السلام کے نام کی برکت سے توبہ قبول ہوئی پھر ان دونوں کی مقام عرفات پر ملاقات ہوئی پھر نعمان پہاڑ پر ان کی پشت سے ان کی ساری اولاد کی روحیں نکالیں اور ان روحوں سے تین طرح کے عہد لیے گئے ایک تو تمام مخلوق سے کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے عرض کی ہاں، دوسرا عہد علمار سے لیا گیا جس کا ذکر اس آیت میں ہے،۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ (قرآن)

ترجمہ اور یاد کرو جب اللہ نے اہلِ کتاب سے عہد لیا کہ کتاب کو کھول کر بیان کرنا اور اس (کتاب) کو نہ چھپانا۔ (کنز الایمان)

تیسرا عہد انبیا رکرام سے لیا گیا جس کا ذکر زیر بحث آیت میں ہے اس عہد کا ذکر اس طرح کیا گیا کہ اللہ تعالے نے گروہ انبیا رکرام سے اس روز ارشاد فرمایا تھا کہ اے گروہ انبیا رجب میں تم کو کتاب عطا فرماؤں تمہیں تمغہ نبوت سے سرفرازی بخشوں پھر اسی حال میں جبکہ تمہاری نبوت کا آفتاب خوب چمک رہا ہو اور تمہارا کلمہ پڑھا جا رہا ہو تمہارے نام کے ڈنکے بج رہے ہوں، وہ آخری نبی دعائے خلیل، نویدِ مسیحا، ساری خلقت کا ہادی، عرش و فرش کا بادشاہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ گر ہو جائے تو تمہارا فرض ہوگا کہ تم مع اپنی اپنی امتوں کے اس محبوب آخر الزماں کے امتی بن جاؤ اس محبوب کے آتے ہی تمہارا دین منسوخ تمہاری کتاب منسوخ، تمہیں ان کا خدمت گار اور معاون بننا ہوگا، کہو کیا یہ تمہیں منظور ہے۔ تمام انبیا رنے بخوشی منظور کر لیا، اقرار کرنے پر بھی عہد ختم نہ فرمایا گیا۔ اچھا اس پر ایک دوسرے کے گواہ بن جاؤ پھر بھی بات ختم نہ ہوئی، فرمایا ہماری شاہی گواہی بھی اس میں شامل ہے۔ ہم بھی تمہارے اس اقرار پہ گواہ ہیں. خدا تعالے جانتا ہے کہ اس میں کیا راز ہے کہ اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا، تو گواہی وغیرہ کی کوئی پابندی نہ ہوئی سب نے فقط بلیٰ یعنی ہاں کہہ دیا بات ختم ہوئی مگر یہاں اقرار بھی کرایا اور گواہی بھی لی اور اس سارے واقعہ پر شاہی گواہی بھی، رب تعالے کے علم میں تھا کہ کوئی بھی نبی آپ کا زمانہ نہ پائے گا پھر بھی یہ اقرار لیا کہ اگر یہ پیغمبر آ جاتے تو ہم ان کے امتی بن جاتے کم از کم ہر نبی کا اس پر ایمان رہے نیز ان کی امتیں اس واقعہ کو سُن کر اگر

حضور علیہ السلام کا زمانہ پائیں تو ایمان لائیں شبِ معراج میں سارے انبیاء کرام نے اس اقرار نامے کو ثابت کر دیا کہ سب نے مقتدی بن کر بیت المقدس کی زمین میں امام الانبیاء کے پیچھے نماز ادا کی ۔

نمازِ اسرائی میں تھا یہی سرّ عیاں ہوں معنیٔ اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے !

تقدم اقرار ربوبیت

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ۔ (قرآنِ حکیم)

ترجمہ : اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ، بولے کیوں نہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل حضرت آدم علیہ السلام کی پشت پر اپنا یدِ قدرت پھیر کر ان کی تمام اولاد کی روحوں کو نکالا ان روحوں کو بولنے کی قوت دی گئی ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا اس عہد پر زمین و آسمان گواہ بنائے گئے ۔ عہد یہ تھا کہ خدا کے سوا کوئی رب نہیں ہے کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ میں تمہارے پاس پیغمبر بھیجوں گا تاکہ وہ تم کو عہد اور میثاق یاد دلائیں ، میں کتابیں بھیجوں گا تو روحوں نے کہا تیرے سوا ہمارا کوئی رب نہیں ، خدا کی اطاعت کا اقرار کیا ، حضرت آدم علیہ السلام ان کے سامنے لائے گئے حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ کوئی ان میں فقیر ہے اور کوئی غنی ، عرض کی ! یا اللہ تو نے سب کو برابر کیوں نہ بنایا ارشاد ہوا کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ صابر کون ہے اور شاکر کون ، انبیاء کرام ان لوگوں میں روشن چراغ کی مثل تھے ۔ (تفسیر مظہری ص۴۲۴ تفسیر ابن کثیر پارہ ۹ ص۲۶۴)

اس عہد و پیمان میں سب سے پہلے حضور علیہ السلام کی روح مقدس نے رب تعالےٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا ۔ (خصائص کبریٰ ص۱ جلد ۱)

اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ قَالَ بَلٰى يَوْمَ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (جواہر البحار ص۱۲)

ترجمہ :۔ روزِ اوّل الست بربکم کے جواب میں سب سے پہلے آپ نے رب تعالےٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔

إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوَّلُ مَنْ أُخِذَ عَلَيْهِ الْمِيْثَاقُ يَوْمَ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ وَإِنَّهُ أَوَّلُ مَنْ قَالَ بَلٰى۔ (سیرتِ حلبیہ صفحہ ۳۳ جلد ۳)

ترجمہ : آپ سب سے پہلے ہیں جن پر الست بربکم کے دن عہد لیا گیا اور آپ نے سب سے پہلے رب تعالےٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

هَبَطَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ لَكَ إِنْ كُنْتُ اتَّخَذْتُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا فَقَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِيْبًا وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَأَهْلَهَا لِأُعَرِّفَهُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِيْ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا (سیرت نبویہ صہ جواہر البحار صفحہ ۲۱۹ ج ۱)

ترجمہ : حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے، عرض کی آپ کا رب آپ سے ارشاد فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو تجھے میں نے حبیب کے مرتبہ پر فائز کیا اور میں نے اپنے نزدیک تجھ سے زیادہ مکرم کسی کو پیدا نہیں کیا اور میں نے دنیا اور اہلِ دنیا کو اس لئے پیدا کیا کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ تیری میرے نزدیک کیا قدر و منزلت ہے اور اگر تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ :

آمِنْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُرْ أُمَّتَكَ أَنْ يُؤْمِنُوْا بِهِ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ آدَمَ وَلَا الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ فَسَكَنَ۔ (سیرتِ نبویہ ہہ ۶ فتاوی حدیثیہ ص ۱۳۷)

ترجمہ : محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا ؛ اور اپنی امت سے بھی کہو کہ وہ بھی ان پر ایمان لائیں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم، جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا فرمایا تو اس میں اضطراب پیدا ہوا میں نے اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا۔

تو وہ ساکن ہوگیا۔

ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں، عرشِ معلی کے گھیرے میں ہیں، زمین و آسمان میں پیدا ہونیوالی ہر چیز کا عرش معلی نے احاطہ کیا ہوا ہے اس کے ضمن میں فرشتے بھی ہیں، انسانات، جنات، حیوانات، معدنیات، نباتات، جمادات، مفردات۔ مرکبات اور عناصر اربعہ سے ترکیب پانیوالی اشیاء بھی ہیں۔ تو جب عرشِ معلی جس نے تمام اشیاء کا احاطہ کیا ہوا ہے کی بیقراری اور بے تابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت کے بغیر دور نہیں ہو سکتی تو وہ چیزیں جو ہر وقت عرش کے احاطے میں ہیں ان کی بیقراری اور بے تابی آپ کے نام کے بغیر کس طرح دور ہو سکتی ہے، لہذا بے قرار انسان کو چاہیئے کہ وہ رسولِ پاک علیہ السلام کے نام مبارک کا خوب ورد کرے تاکہ بے قراری کے مرض کے دُکھ سے نجات پا کر چین و سکون حاصل کرے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو جنابِ احدیت سے الواح عنایت ہوئیں آپ بہت خوش ہوئے اور جناب باری میں عرض کی، الہٰی تو نے مجھے ایسی کرامت کے ساتھ سرفراز فرمایا کہ مجھ سے پہلے کسی کو اس کے ساتھ مکرم نہ کیا ارشاد ہوا اے موسیٰ (علیہ السلام) چونکہ ہم نے تیرے قلب کو اپنے سب نبیوں سے زیادہ متواضع پایا، لہذا کلام اور رسالت سے مکرم فرمایا۔

فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ وَمُتْ عَلَى التَّوْحِيدِ وَحُبِّ مُحَمَّدٍ

یعنی جو کچھ میں تجھے دوں اُسے لے لے اور شکر گزاروں میں سے ہو جا اور آخری دم تک توحید اور حبِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم رہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، خداوندا محمد کون ہے جس کی محبت تیری توحید سے مقرون ہے۔ ارشاد ہوا محمد وہ ہے کہ جس کا نامِ نامی دو ہزار سال قبل از پیدائش زمین و آسمان ساق عرش پر لکھا اگر تو مجھ سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو ان پر بکثرت درود بھیجا کر، موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی! الہٰی مجھے محمد سے آگاہ کر دے کہ وہ کون ہے۔ جس کے بغیر میں تیرا قرب حاصل نہیں کر سکتا، خطاب آیا،

لَوْلَا مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَا الشَّمْسَ وَلَا الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلَ وَلَا النَّهَارَ وَلَا مَلَكًا مُقَرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُرْسَلًا وَلَا إِيَّاكَ۔

ترجمہ: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت نہ ہوتی تو میں نہ جنت و دوزخ کو پیدا کرتا نہ سورج اور چاند کو نہ دن اور رات کو نہ کسی مقرب فرشتے اور نہ نبی و رسول کو اور نہ ہی تجھے پیدا کرتا۔

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تمہیں تو ہو
تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظام
تو زمیں کا نور ہے تو آسماں کا نور ہے!

علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ آدَمَ وَجَمِيعَ الْمَخْلُوقَاتِ خُلِقُوا لِأَجْلِهِ (جواہر البحار صفحہ جلد ۲)

ترجمہ: بیشک حضرتِ آدم علیہ السلام اور تمام مخلوقات آپ ہی کے لیے پیدا کی گئی۔

معلوم ہوا کہ دنیا میں پیغمبروں اور رسولوں کا مبعوث ہونا، اولیاء کرام، غوث، قطب اوتاد اور ابدال کا ہونا، زمین اور اس کی سرسبز و شاداب وادیوں کی رونق، یہ فلک بوس پہاڑوں کا وجود، دریاؤں کی روانی، ہواؤں کی تیزی، سمندروں کا عمق، آسمان کی افق، دن کی ونک، پھول کی مہک، بلبل کی چہک، ستاروں کی چمک، چاند کی دلربا چاندنی، آفتاب کی ہفت رنگ کرنیں، جن و انسان، حور و غلمان، جنت و رضوان یہ دونوں جہان صرف اور صرف اس لیے معرضِ وجود میں آئے کہ

ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے۔

حضور علیہ السلام کا ذکر آدم علیہ السلام کے عہد میں اذان میں ہوتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! آدم علیہ السلام ہند میں اتارے گئے ان کو وحشت ہوئی، جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے یوں اذان کہی، اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ دو بار کہا، اشہد ان محمد رسول اللہ دو بار، آدم علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ جبریل امین نے کہا یہ آپ کی اولاد میں آخری نبی ہیں۔ (خصائص کبریٰ ص۱۲ فتاوی حدیثیہ ۱۵۶)

کتب سابقہ میں آپ کا اور آپکی اُمّت کا ذکرِ خیر

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے چار کتابیں نازل کی ہیں، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور آخری کتاب قرآن مجید آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، ان تمام کتابوں میں امام الانبیاء اور ان کے غلاموں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں، چنانچہ

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی کی کہ اے داؤد تیرے بعد ایک نبی ہوگا جس کا نام احمد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا. میں اس سے کبھی ناراض نہ ہوں گا، اور میں نے اس کے سبب اس کے اگلے پچھلے لوگوں کے گناہوں کو معاف کر دیا، اور اس کی امت پر میری رحمت ہوگی، میں اس کی امت کو نوافل پڑھنے کا ثواب نبیوں کی مثل دوں گا، اور میں ان پر وہ عبادت فرض کروں گا جو انبیاء کرام پر فرض کی حتیٰ کہ قیامت کے دن وہ اس حال میں آئیں گے. کہ ان کا نور انبیاء کے نور کی مثل ہوگا، اور یہ اس لئے کہ میں نے ہر نماز کے وقت طہارت ان پر فرض کر دی ہے. جیسے کہ ان سے پہلے نبیوں پر فرض کی تھی اور میں نے ان کو غسلِ جنابت کا حکم دیا، اے داؤد (علیہ السلام) میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو تمام امم سابقہ پر فضیلت دی اور میں نے ان کو چھ خصائل عطا کئے جو پہلے کسی امت کو عطا نہ ہوئے. میں خطا اور نسیان پر ان کی پکڑ نہ کرونگا اور اس گناہ پر جو قصداً کیا گیا ہو، مجھ سے مغفرت چاہیں گے تو میں معاف کر دوں گا. اور اپنی آخرت کے لئے جو نیکی خوشی سے آگے بھیجیں گے، میں اس نیکی کو کئی گنا زیادہ کروں گا اور ان میں سے جو مصائب پر صبر کا مظاہرہ کریں گے اور استرجاع کریں گے، ان پر رحمت ہوگی، ان کو جنّت کا راستہ دکھاؤں گا. اگر وہ مجھ سے دُعا کریں گے تو میں قبول کروں گا اور اس قبولیّت کی تین صورتیں ہوں گی یا تو جو مانگیں گے فوراً عطا ہوگا

یا اس دُعا کے بدلے آنے والی مصیبت ٹال دوں گا، یا اس دُعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ کر دوں گا۔ اَور اے داؤد امتِ محمدیہ میں سے جو صدقِ دل سے میری توحید کی گواہی دے گا، وہ میری جنّت میں میرے ساتھ ہوگا، اَور وہ میرے انعامات کا مستحق ہوگا اَور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اَور ان کی احادیث اَور میری کتاب کو جھٹلایا اُسے قبر میں سخت عذاب دوں گا اَور فرشتے اس کو ماریں گے پھر میں اس کو جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں داخل کر دوں گا۔ (روح المعانی ص۸/۹)

اللہ تعالےٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِى الْإِنْجِيلِ۔

ترجمہ: یہ ان کی صفت تورات میں ہے اَور ان کی صفت انجیل میں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِىْ يَجِدُوْنَ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِى التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ۔

ترجمہ، جس کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اَور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

مسندِ احمد میں ہے کہ ایک بدوی نے بیان کیا کہ میں نے نبی پاک کے زمانے میں مدینے میں دودھ بیچنے گیا، فروخت سے فراغت کے بعد میرے دل میں حضور علیہ السلام کی باتیں سننے کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ میں آپ سے ملنے گیا، میں نے دیکھا کہ آپ ابو بکر اَور عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے ساتھ جا رہے ہیں، میں بھی پیچھے ہولیا یہ تینوں ایک یہودی کے گھر پہنچے جو تورات کا عالم تھا۔ اس کا لڑکا قریب المرگ تھا وہ اس کے پاس تعزیت نفس کی خاطر تورات پڑھ رہا تھا، آپ نے اس یہودی سے دریافت کیا کہ تمہیں تورات دینے والے کی قسم سچ بتا ؤ اس میں میرا ذکر اَور میری بعثت کی خبر ہے یا نہیں اس نے کہا نہیں اس پر قریب المرگ نوجوان نے کہا! تورات نازل کرنے والے کی قسم ہم اپنی کتابوں میں آپ کی صفت اَور بعثت کی خبر پاتے ہیں اَور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جب وہ مرگیا تو آپ نے کہا کہ یہ مسلمان ہے یہودیوں کو یہاں سے ہٹا دو پھر آپ نے اس کے کفن اَور نماز کا انتظام کیا۔

ابن کثیر پ۹ صد۲۹، مظہری ص۱۶/۴)

حضرت عطا ابن یسار عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ملے اَور کہا کہ

آپ مجھ سے امام الانبیاء کی وہ صفات جو تورات میں ذکر ہیں بیان فرمائیں۔ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تورات میں اپنی بعض ان صفات سے موصوف ہیں جو قرآن میں بھی ہیں۔ مثلاً

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا (بخاری شریف صفحہ ۲۱۴ جلد ۲)

ترجمہ، اے نبی ہم نے تجھے اس حال میں بھیجا کہ تو گواہ ہے اور بشارت دینے والا ہے اور ڈرانے والا ہے۔ اور ان پڑھوں کے واسطے پناہ ہے تو میرا بندہ اور رسول ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا وہ نبی بد خلق نہیں، سخت مزاج نہیں بازاروں میں شور وغل کرنے والے نہیں، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا۔ لیکن برائی کرنیوالے سے عفو اور درگزر کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو وفات نہ دے گا جب تک کہ اس کے سبب ملت کج کو سیدھا نہ کر دے گا اور وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے نابینا آنکھوں کو کھول دے گا اور بہرے کانوں کو کھول دے گا اور دلوں سے غفلت کے پردے دور فرما دے گا۔

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

قَرَأْتُ فِي الْإِنْجِيلِ نَعْتَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّهُ لَا قَصِيرٌ وَلَا طَوِيلٌ أَبْيَضُ ذُو ضَفِيرَتَيْنِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمٌ لَا يَقْبَلُ الصَّدَقَةَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَالْبَعِيرَ وَيَحْلِبُ الشَّاةَ وَيَلْبَسُ قَمِيصًا مَرْقُوعًا وَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ بَرِيءٌ مِنَ الْكِبْرِ وَهُوَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ وَهُوَ مِنْ ذُرِّيَّةِ إِسْمَاعِيلَ اِسْمُهُ أَحْمَدُ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: میں نے انجیل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف پڑھی کہ نہ پست قد ہوں گے اور نہ لمبے قد والے، وہ گورے رنگ والے ہوں گے، اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر ہوگی، وہ صدقہ کو قبول نہ کرے گا، دراز گوش اور اونٹ کی سواری کرے گا، بکری کا دودھ دوہیگا اور پیوند لگی قمیص پہنے گا اور جس نے ایسا لباس پہنا وہ غرور سے بچ گیا اور وہ ایسا ہی کرے گا اور وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوگا اس کا نام احمد ہوگا۔

شیاطین آسمانوں سے روک دیئے گئے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں جب سیدالاوّلین و الآخرین مبعوث ہوئے جنات شیاطین کو نہایت زجر و توبیخ کی گئی اور ان پر آگ کے شعلے برسائے گئے ، انہیں آسمانوں کے قریب پہنچنے سے روکا گیا ، قبل ازیں جنوں اور شیطانوں نے آسمان کے قریب اپنے ٹھکانے بنا رکھے تھے ، ان ٹھکانوں پر پہنچ کر آسمانی باتیں فرشتوں سے سُن کر ان میں بہت سا جھوٹ ملا کر کاہنوں سے بیان کرتے تھے اور وہی باتیں کاہن لوگوں کو بتایا کرتے تھے اس طرح بعض نہ ہونیوالی باتوں کا زمین پر چرچا ہو جاتا ، لیکن حضور علیہ السلام کی بعثت پر تمام جنات روکے گئے ، پھر کیا کسی کی مجال تھی کہ آسمان کی طرف منہ کرتا اگر کوئی چلا بھی گیا تو آسمان سے اس پر شعلے مارے گئے ایک دن تمام شیاطین اور جنات ابلیس کے پاس اکٹھے ہوئے اور اس سے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ اب ہم آسمان پر نہیں جا سکتے ، ابلیس نے کہا شاید زمین پر کوئی نیا امر ظاہر ہوا ہے تم تمام روئے زمین کی ایک ایک بستی سے ایک ایک مٹھی خاک میرے پاس لاؤ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا ، اس نے تمام خاک کو سونگھا جب مکہ معظمہ کی خاک کو سونگھا تو کہنے لگا کہ اس زمین میں شاید نبی مبعوث ہو کر آیا ہے ۔ (دلائل النبوت صہ ۱۸۰ ۔ جواہر البحار صہ ۱۲)

آپ کا شق صدر ہوا

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

ترجمہ : کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

سینہ کشادہ کرنے کے چند معنی مفسرین نے لکھے ہیں جن میں سے ایک معنی یہ کہ آپ کا

سینہ چاک کیا۔ آپ کا شقِ صدر تین مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ حضرت حلیمہ کے ہاں، دوسری مرتبہ بعثت کے وقت اور تیسری مرتبہ شبِ معراج۔ بعض نے چار مرتبہ کا قول بھی کیا ہے۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے حضور علیہ السلام کا سینہ اقدس اوپر سے نیچے تک چاک کیا اور قلب مبارک باہر نکالا پھر اسے شگاف دیا اور اس سے خون کا ایک لوتھڑا نکال کر باہر پھینک دیا۔

اس حدیث کو لکھنے کے بعد غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں بیہقیٔ وقت ضیغم اسلام فقیہہ شہیر محدثِ کبیر شیخ التفسیر حضرت علامہ مولانا احمد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں کہ شق صدر میں بے شمار حکمتیں مضمر ہیں جن میں ایک حکمت یہ ہے کہ قلب اطہر میں ایسی قوت قدسیہ بالفعل ہو جائے جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سمٰوٰت کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونے میں کوئی دقت اور دشواری پیش نہ آئے۔

علاوہ ازیں دوسری حکمت یہ بھی ہے کہ خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ چودھویں صدی میں کچھ نالائق اور ننگ ملتِ اسلامیہ ایسے پیدا ہوں گے جو اپنی نام کی تقویت الایمان جو حقیقت میں تفویت الایمان ہے میں لکھیں گے کہ نبی معاذ اللہ مر کر مٹی میں مل چکا ہے۔

چنانچہ امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی نے مذکورہ کتاب کے صفحہ پر حضور علیہ السلام پر ایک بہتان عظیم باندھا کہ گویا حضور علیہ السلام نے فرمایا یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

اس عبارت پر غور کر دیہ اسماعیل کی دریدہ دہنی اور ذہنی خباثت کا نچوڑ ہے۔

چنانچہ مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کا نقشہ کھینچا اور فرمایا: ؎

نجدیا سخت ہی گندی ہے طبیعت تیری
کفر کیا شرک کا فضلہ ہے نجاست تیری
خاک منہ میں تیرے کہتا ہے کسے خاک کا ڈھیر
مٹ گیا دین ملی خاک میں عزت تیری

اس عبارت میں حضور علیہ السلام کی حیات برزخ کا انکار کیا گیا ہے۔ حضور علیہ السلام کا

شق صدر فرما کر خدا تعالےٰ نے ایسے لوگوں کا رد فرمایا اور حضور علیہ السلام کی حیات بعد الموت پر ایک زبردست دلیل قائم فرما دی وہ اس طرح کہ عادۃً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی، لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام قبض روح کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں، چوں کہ روح کا مرکز انسان کا دل ہے لہٰذا جب کسی انسان کا دل اس کے سینے سے باہر نکال دیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا لیکن رسولِ پاک کا قلب انور سینے سے باہر نکالا گیا پھر اسے شگاف دیا گیا اور وہ منجمد خون کا لوتھڑا جو جسمانی اعتبار سے دل کے لیے ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے صاف کر دیا گیا اس کے باوجود بھی آپ بدستور زندہ رہے جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قبض روح مبارک کے بعد بھی حضور زندہ ہیں کیوں کہ جس کا دل بدن سے باہر ہوا اور وہ پھر بھی زندہ رہے اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر آ جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔

کون کہتا ہے کہ مر کر مل گئے مٹی میں آپ
ہو پسِ پردہ بھی ہر سو جلوہ گر یا مصطفےٰ!
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

شق صدر میں تیسری حکمت یہ تھی کہ حضور السلام کی نورانیت ثابت کی جائے وہ اس طرح کہ شق صدر کے وقت کسی آلے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور نہ ہی خون بہا، چنانچہ سید عبدالعزیز دباغ مصری فرماتے ہیں:۔ وَالشَّقُّ وَقَعَ مِنْ غَيْرِ آلَةٍ وَمِنْ غَيْرِ دَمٍ (الابریز ص ۱۹۸ جواہر البحار ص ۲۵۹ ج ۲)

ترجمہ:۔ اور شق صدر کسی آلے کے بغیر وقوع پذیر ہوا اور خون بھی نہ بہا۔

اور علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فَلَمْ يَكُنِ الشَّقُّ بِآلَةٍ وَلَمْ يَسِلِ الدَّمُ (تفسیر روح البیان ص ۱۰۶ جلد ۵)

ترجمہ، شق صدر کسی آلہ سے نہ ہوا اور نہ اس شگاف سے خون بہا۔

آپ کا شق صدر ہونا اور اس میں کسی آلے کی ضرورت محسوس نہ ہونا اور خون کا نہ بہنا اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا کیوں کہ بشریت نہ ہوتی تو شق صدر کیسے ہوتا اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار

ہوتا اور خون بھی ضرور بہتا، جب کبھی خون بہا جیسے غزوۂ اُحد میں، تو وہاں احوالِ بشریہ کا غلبہ تھا۔ اور جب خون نہ بہا (جیسے لیلۃ القدر شق صدر میں) تو وہاں نورانیت غالب تھی۔ (معراج النبی ص۳۴)

آپ عقل میں تمام لوگوں سے زیادہ ہیں

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابوں میں لکھا دیکھا کہ

إِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَمْ يُعْطِ جَمِيْعَ النَّاسِ مِنْ بَدْءِ الدُّنْيَا إِلٰى انْتِهَائِهَا مِنَ الْعَقْلِ فِيْ جَنْبِ عَقْلِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا كَحَبَّةٍ بَيْنَ رِمَالِ الدُّنْيَا۔

(سیرۃ حلبیہ ص۳۸۱ ج۳، شفا ص۴۲ ج۱، جواہر البحار ص۸۶ ج۲، مدارج النبوت ص۴۴ ج۱، خصائص کبریٰ ص۱۶۵ ج۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالٰی نے دنیا کی ابتدا سے لے کر انتہا تک تمام انسانوں کو حضور علیہ السلام کے مقابلے میں صرف اتنی عقل دی ہے جتنا کہ ایک دانہ تمام دنیا کی ریت کے سامنے۔

علامہ علی بن برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

كَانَ أَرْجَحَ النَّاسِ عَقْلًا وَالْعَقْلُ مِائَةُ جُزْءٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُزْءٌ فِيْ سَائِرِ النَّاسِ۔ (انسان العیون فی سیرت الامین والمامون ص۳۸۱ ج۳)

ترجمہ: حضور علیہ السلام عقل میں تمام لوگوں سے زیادہ تھے اور عقل کے سو حصے ہیں ننانوے حصے صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور ایک حصہ تمام لوگوں میں۔

سرورِ کائنات کو کل حسن دیا گیا

حضور علیہ السلام کو کل حسن دیا گیا اور یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ ملا۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

وَنَبِيُّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُوْتِيَ مِنَ الْجَمَالِ مَا لَمْ يُؤْتَهُ أَحَدٌ وَلَمْ يُؤْتَ

يُوْسُفُ الْأَشْطَرُ الْحُسْنِ وَ أُوْتِيَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْعَهُ۔

ترجمہ ، اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حسن وجمال عطا ہوا جو کسی کو نہ ملا ، یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصّہ ملا اور ہمارے نبی کو اس حسن کا کل عطا ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَقُمْ مَعَ شَمْسٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهُ ضَوْءَ الشَّمْسِ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ سِرَاجٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهُ ضَوْءَ السِّرَاجِ۔ (سیرت حلبیہ صفحہ ۳۴۷ جلد ۳)

ترجمہ ، حضور علیہ السلام سورج کے سامنے کبھی کھڑے نہیں ہوئے مگر حضور علیہ السلام کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب ہو جاتی تھی ، اسی طرح چراغ کے سامنے بھی حضور کبھی کھڑے نہیں ہوئے مگر چراغ کی روشنی پر بھی حضور علیہ السلام کی روشنی غالب رہتی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ۔

ترجمہ : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو حسین وجمیل نہ دیکھا یوں معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب آپ کے چہرے پر سیر کر رہا ہے۔ (جواہر البحار صفحہ ۵ جلد ۲ ، سیرت حلبیہ صفحہ ۳۴۷)

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت سے صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کے حسن وجمال کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ (جواہر البحار صفحہ ۵ جلد ۲)

ترجمہ : آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں۔

مَا كُنَّا نَحْتَاجُ اِلَى السِّرَاجِ مِنْ يَوْمِ أَخَذْنَاهُ لِاَنَّ نُوْرَ وَجْهِهٖ كَانَ اَنْوَرَ مِنَ السِّرَاجِ فَاِذَا احْتَجْنَا اِلَى السِّرَاجِ فِيْ مَكَانٍ جِئْنَا بِهٖ فَتَنَوَّرَتِ الْاَمْكِنَةُ بِبَرَكَتِهٖ۔

ترجمہ ، جب سے سرورِ کونین ہمارے ہاں جلوہ فگن ہوئے ہیں ، ہمیں چراغ کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ، کیوں کہ ان کا چہرہ چراغ سے زیادہ روشن تھا جب مکان کے کسی حصّے میں ہمیں چراغ کی ضرورت محسوس ہوتی ، ہم آپ کو وہاں لے جاتے آپ کی برکت سے وہ جگہ بقعہ نور بن جاتی۔

(تفسیر مظہری صفحہ ۵۱۴ جلد ۶) ؎

دیے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی تونے پائی حلیمہ رضی اللہ عنہا

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ، لَمْ یَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَهٗ۔ (جواہر البحار صفحہ ۵ جلد ۲)

ترجمہ: حضور علیہ السلام کا سارا حسن وجمال ہمارے لیے ظاہر نہ ہوا اگر سارا حسن ظاہر ہوجاتا ہماری آنکھیں آپ کا دیدار نہ کر پاتیں۔

؎ اِک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو!

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام کا نورانی چہرہ حلیمہ سعدیہ کے تاریک گھر کو منور کر دیتا تھا اور اتنا نور آپ کے چہرے پر تھا کہ اس نور کی روشنی آفتاب کی روشنی پر غالب آجاتی اور آپ کا سایہ پیدا نہ کرسکتی تھیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ نبی پاک میرے گھر میں رات کو نماز پڑھتے، چراغ نہ ہونے کی بنا پر اندھیرا ہوتا تھا۔

علمائے ربانیین نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث سے نور مبارک کے ظہور کی نفی ہے نور اقدس کے وجود کی نفی ہرگز نہیں ہوتی، اس حدیث میں نور اقدس کے عدم ظہور سے یہ مسئلہ ثابت ہوگیا کہ اگر نمازی پوری طرح مطمئن ہے تو اندھیرے میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگر یہاں پر حضور کے نور کا ظہور ہوجاتا تو تاریکی میں نماز پڑھنے کا جواز کیسے ثابت ہوتا۔ جہاں حضور علیہ السلام کی موجودگی کے باوجود تاریکی ہو وہاں حضور سرور کونین کے نور کا عدم ظہور ہوگا۔ جب کبھی آپ کے نور کا ظہور ہوا تو کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یُضِیْئُ الْبَیْتَ الْمُظْلِمَ مِنْ نُوْرِهٖ۔ یعنی حضور علیہ السلام تاریک گھر کو روشن فرما دیتے تھے۔

؎ شش جہت روشن زتابِ روئے تو
ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو

رسول مکرم نے جبریل امین کو اصلی صورت میں دیکھا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے فرمایا کہ اے جبریل میں تجھے اس اصلی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں جس شکل میں تو آسمان پر ہوتا ہے۔ عرض کی کیا آپ برداشت کر سکیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں جبریل نے عرض کی وہ صورت میں کس جگہ اختیار کروں، آپ نے فرمایا ابطح میں۔ جبریل نے کہا میں وہاں نہیں سما سکتا آپ نے فرمایا تو پھر منیٰ میں، عرض کی وہاں بھی نہیں سما سکتا۔ آپ نے فرمایا میدان عرفات میں عرض کی کہ وہاں بھی نہیں سما سکتا، آخر حضور علیہ السلام نے فرمایا حراء کے پاس، جبریل نے عرض کی ہاں حراء کی بنیادیں اس امر کی متحمل ہو سکتی ہیں کہ میں وہاں اپنی آسمانی صورت میں ظاہر ہو سکوں چنانچہ حضور علیہ السلام حراء کے پاس گئے تو آپ نے جبریل امین کو دیکھا کہ مشرق و مغرب کا درمیانی حصہ اس کے وجود سے بھرا ہوا ہے اس کا سر آسمان میں اور قدم زمین پر ہیں۔

(تفسیر مظہری صفحہ ۲۱۰ جلد ۱۰)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں اس اثنا میں کہ میں چلا جا رہا تھا میں نے آسمان سے ایک آواز سنی میں نے اپنے سر کو اٹھا کر دیکھا تو مجھے وہی فرشتہ نظر آیا جو حراء میں میرے پاس آیا تھا وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اسے دیکھ کر مرعوب ہو گیا میں وہاں سے واپس ہوا۔ پس میں نے گھر آ کر کہا مجھے چادر اڑھا دو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ (بخاری شریف ص۱)

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَرَهُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ مَرَّتَيْنِ۔

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے نہیں دیکھا جبریل امین کو اس صورت پر جس پر کہ وہ پیدا کیا گیا ہے۔ مگر دو مرتبہ۔ (عمدۃ القاری ص ۲۹۱ ج ۱)

جبریل امین حضور علیہ السلام کے پاس تشریف لاتے تو حضرت وحیہ کلبی صحابیٔ رسول کی شکل اختیار کر کے آتے اور اسی طرح جب دوسرے نبیوں اور رسولوں کے پاس آتے تو کسی نہ کسی انسان کی شکل میں آتے تھے۔ کسی پیغمبر کے پاس اصل شکل میں نہیں آئے اور نہ ہی کسی نبی نے ان کو آسمانی شکل میں دیکھا یہ صرف سرکارِ دوعالم ہی کی خصوصیت ہے۔ کہ آپ نے اس نوریوں کے سردار کو دو مرتبہ اصلی شکل میں دیکھا۔ ویسے جبریل امین آپ کے پاس چوبیس ہزار مرتبہ تشریف لائے اور کیوں آئے اس کی وجہ مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھی ہے۔ کہ ؎

بے لقائے یاران کو چین آ جاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

(ذوقِ نعت)

حضور علیہ السلام کے والدین زندہ ہو کر آپ پر ایمان لائے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج کرایا اور مجھے عقبۃ الجحون کے پاس ایسے حال میں لے گئے کہ آپ رو رہے تھے اندوہگیں اور غمناک تھے پھر ایسے حال میں پلٹ آئے کہ آپ تبسم فرما رہے تھے اور خوش تھے میں نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر گیا اور میں نے یہ چاہا کہ خدا تعالےٰ ان کو زندہ فرما دے، چنانچہ خدا تعالےٰ نے ان کو زندہ فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ پھر خدا نے ان کو دوبارہ موت کی نیند سلا دیا۔

(خصائص کبریٰ صفحہ ۱۴۲ جلد ۲)

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَحْیَاھُمَا فَاٰمَنَا بِہٖ یعنی اللہ تعالےٰ نے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے۔ (جواہر البحار صفحہ ۲ ج ۲)

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :۔

قَدْ وَرَدَ فِی الْحَدِیْثِ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَحْیَا اَبَوَیْہِ علی اللہ علیہ وسلم حَتّٰی آمَنَا بِہٖ۔ یعنی حدیث پاک میں آیا ہے کہ خدا تعالےٰ نے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا حتیٰ کہ وہ دونوں آپ پر ایمان لائے۔

(الیواقیت والجواہر ص۵۷ ج۲)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی مصلحت سے روانہ فرمایا جب حضرت علی المرتضیٰ واپس آئے تو آپ نے فرمایا اے علی! کیا تمہیں معلوم ہے کل خدا نے مجھے کس کرامت سے مخصوص فرمایا، انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ میں نے نہیں سنا فرمایا کل میں نے مجلس کی اور اپنے ماں باپ کے لیے مغفرت کی دُعا کی، خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا جو میری وحدانیت اور تیری نبوت پر ایمان نہیں لاتا اور بتوں کو باطل نہیں کہتا اس کو بہشت میں داخل نہ کروں گا۔ تم فلاں گھاٹی پر جاؤ اپنے ماں باپ کو آواز دو وہ زندہ ہو کر تمہارے سامنے آئیں گے تم ان کو اسلام کی دعوت دینا وہ تم پر ایمان لائیں گے، چنانچہ میں نے ایک بلندی پر جا کر آواز دی۔ اے ماں باپ وہ زمین سے زندہ ہو کر باہر نکلے اور مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے عذاب سے نجات پائی۔ (اخبار الاخیار ص۲۸۷)

خدا تعالےٰ جل جلالہٗ نے نبی پاک کی حفاظت کا ذمہ خود لیا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ صحابۂ کرام حضور علیہ السلام کی حفاظت کیا کرتے تھے جب اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ تعالےٰ تجھے لوگوں سے بچائے گا تو آپ نے حفاظت کرنے والے صحابہ سے فرمایا کہ تم چلے جاؤ اب میرے اللہ نے میری حفاظت کا وعدہ کر لیا ہے۔ (شفا شریف ص۲۲۸ جلد ۱)

جب سورۃ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَہَبٍ نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ام جمیل ایک بڑا پتھر لے کر حضور علیہ السلام کو مارنے کے لیے آئی، آپ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ وہ ان دونوں کے پاس آئی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ

نے اس کو آتے دیکھ کر عرض کی یارسول اللہ یہ عورت بڑی بے حیا گستاخ اور بے ادب ہے اگر آپ یہاں سے اٹھ جائیں تو بہتر ہوگا، آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے گی۔ اتنے میں ام جمیل بھی قریب آگئی اس نے آکر کہا اے ابوبکر تیرا صاحب کہاں ہے میں نے سُنا ہے کہ اس نے میری ہجو کی ہے آپ نے فرمایا! میرا نبی پاک ہجو سے پاک ہے کیوں کہ وہ شعر نہیں کہتا اس عورت نے کہا اگر میں تیرے اس صاحب کو دیکھ لیتی تو یہ پتھر اس کے منہ پر مارتی، یہ کہہ کر وہ چل گئی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی! یارسول اللہ عجیب بات ہے کہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکی، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا جس نے مجھے اپنے پروں میں چھپا کر اس کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ط (قرآن حکیم)

ترجمہ: اور اے محبوب جب تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم میں اور ان میں کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ کر دیا۔ (مظہری ص ۴۴۴/۵، مدارج النبوت ص ۲۵/۱، شفا شریف ص ۲۲۹/۱)

ایک مرتبہ ابوجہل نے قسم کھائی کہ اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لوں گا تو میں اس کے سر پہ پتھر ماروں گا۔ ایک دن حضور علیہ السلام حرم شریف میں نماز ادا فرمارہے تھے ابوجہل ایک پتھر لے کر حضور علیہ السلام کو مارنے کے لیے آیا، جب قریب پہنچ کر پتھر پھینکنے لگا، تو وہ اس کے دونوں ہاتھوں کے ساتھ چپک گیا اور اس کے دونوں ہاتھ خشک ہوگئے پھر کیا تھا اُلٹے پاؤں پیچھے کی طرف آنے لگا اس کے ساتھیوں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا میں نے ایک بہت بڑا اونٹ دیکھا جو منہ کھولے مجھے چبا جانے کے لیے میری طرف آرہا تھا، سرکار دوعالم نے فرمایا وہ جبریل امین تھے اگر ابوجہل آگے آجاتا تو وہ اس کی ہڈیاں چکنا چور کر دیتا۔

(شفا شریف ص ۲۳۱ جلد ۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا اے قریش کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں کہا گیا ہاں، اس نے کہا لات وعزیٰ کی قسم اگر میں اس کو ایسا کرتے دیکھ لوں تو اس کی گردن اڑا دوں چنانچہ اس ارادے سے وہ نبی پاک کے پاس آیا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ کی گردن پر قدم رکھنے کے ارادے سے آگے بڑھا، جونہی اس نے قدم

اٹھایا وہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچانے لگا۔ اس کو کہا گیا تجھ کو کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا میں نے اپنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک آگ کی خندق کو دیکھا اور کچھ بازو دیکھے، حضور علیہ السلام نے فرمایا لَوْ دَنَیٰ مِنِّیْ لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِکَةُ عُضْوًا عُضْوًا یعنی اگر ابوجہل میرے قریب آجاتا تو فرشتے اس کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا کر کے لے جاتے (مشکوٰۃ باب علاماتِ نبوت)

ے

آں کہ در قرآں خدا اورا ستود
آں کہ حفظ جان او موعود بود

اسرے کا دولہا

خدا تعالے ارشاد فرماتے ہیں:۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیَاتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

ترجمہ: پاک ہے جو لے گیا اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی طرف جس کے آس پاس ہم نے برکتیں نازل فرمائیں تاکہ ہم اس بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں بیشک وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

حضور علیہ السلام سے پہلے نبیوں میں سے بھی بعض کو معراج ہوئی اگرچہ ان کی معراج کی نوعیت کچھ اور تھی۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کی معراج یہ تھی کہ آپ کو مسجودِ ملائکہ بنایا پھر جنت میں داخل فرمایا اگرچہ وہاں دوام نصیب نہ ہوا۔ اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کی معراج یہ تھی کہ ان کو زندہ جنت میں داخل کر دیا گیا۔ ابراہیم علیہ السلام کی معراج یہ تھی کہ خداوند تعالے نے ان کی آنکھوں سے پردے اٹھا دیئے اور انہوں نے عرش بریں سے تحت الثریٰ تک ساری دنیا کو دیکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر رب تعالے سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ چوتھے آسمان پر اٹھالیا۔ اب امام الانبیاء کی باری آئی تو خدا تعالے نے

وہاں تک کی سیر کرائی، جہاں نہ جب ہے نہ کیف ہے نہ زمین نہ زماں نہ چنیں نہ چناں اور نہ مکیں نہ مکاں،
حضور علیہ السلام کی معراج پہلے انبیاء سے بالکل مختلف تھی۔ کہ اس رات خدا تعالےٰ کا ارشاد ہوا اے جبریل امین آج کی رات طاعت و عبادت چھوڑ کر تسبیح و تہلیل سے منہ موڑ کر پر طاؤسی اور زیور فردوسی سے آراستہ ہو، پٹکا خدمتگاری کمر سے باندھ، کلاہ فرمانبرداری سر پر رکھ اور میکائیل سے کہہ کہ پیمانہ ارزاق ہاتھ سے رکھے تقسیم رزق موقوف کردے اسرافیل صور نہ پھونکے، عزرائیل سے کہہ دو کہ ہاتھ قبض ارواح سے روکے، نوبت نوازان صدق و صفا نقارہ ہائے جود و عطا تمام اطراف عالم میں بجائیں داروغہ بہشت بریں جنت کی آئینہ بندی کرے حوران خلد بریں آراستہ پیراستہ ہو کر ہاتھ میں طبق زرو جواہر لے کر غرف جنت میں صف بستہ کھڑی ہو جائیں، مالکِ جہنم دربانے دوزخ بند، طبقات جہنم ٹھنڈی اور اہل دوزخ سے عذاب موقوف کرے، دریا موجیں نہ ماریں، ہواؤں کی روانی ختم ہو جائے آسمان گردش سے ٹھہرے، حاملانِ عرش لباس زیب تن کریں بعدازاں حضرت آدم حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام .... سے کہہ دو کہ اپنی روحوں کو روائح مقدس سے معطر اور معنبر کریں پھر ستر ہزار فرشتے اپنے ساتھ لے کر جنت سے براق صبا رفتار اپنے ہمراہ لے کر میرے محبوب کی بارگاہ میں جاکر عرض کرو کہ آج کی رات آپ کو خدا تعالےٰ اپنے دیدار اور کلام سے مشرف فرمانا چاہتا ہے۔

چونکہ حضور علیہ السلام کی تین حیثیتیں ہیں اس لیے خدا تعالےٰ نے معراج کے بھی تین حصے کیئے،
حضور علیہ السلام مسجد حرام سے چل کر مسجد اقصیٰ پہنچے جہاں تمام نبیوں نے حضور علیہ السلام کی امامت میں نماز ادا کی، چنانچہ علامہ شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی ص ۱۲/۱۵ پر فرماتے ہیں کہ نبیوں کی سات صفیں تھیں ان میں سے تین مرسلین کی اور چار نبیوں کی علاوہ ازیں ملائکہ نے بھی آپ کے پیچھے نماز ادا کی، مسجد اقصیٰ عالم اجسام میں ہے۔ اور اس میں حضور علیہ السلام کی بشریت کو یہ عروج حاصل ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی بشریت مقدسہ کے پیچھے اقتدا کی اور یہ حضور علیہ السلام کی بشریت کا معراج ہے۔ اس حیثیت سے کہ عالم بشریت میں انسانیت اور بشریت کا کمال رکھنے والے انبیاء علیہم السلام پیچھے اور حضور علیہ السلام کی بشریت آگے، پھر اس کے بعد حضور علیہ السلام آسمانوں پر تشریف لے گئے اور ساتوں آسمانوں سے گزر کر سدرۃ المنتہیٰ پہنچے، یہ وہ مقام ہے جہاں سے آگے اللہ کے بڑے بڑے فرشتے بھی نہیں جا سکتے، جبریل امین بھی اس مقام سے آگے نہ بڑھ سکے لیکن حضور علیہ السلام اس مقام سے آگے بڑھ گئے۔

ے
جلتے ہیں جبرائیل کے پر جس مقام پہ
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو
نہ پہنچے وہاں جبرائیل امیں بھی !
بلند اس قدر ہے مقام محمّد !

حضور علیہ السلام کا سدرہ سے آگے تشریف لے جانا آپ کی نورانیت کا چمکتا ہوا معراج ہے۔ پھر حضور علیہ السلام زمان ومکان کی قیود سے بلند ہو کر فوق العرش پہنچ کر رب تعالےٰ کی بارگاہِ خاص میں ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ کے مراتب عالیہ پر فائز ہوئے اور سر اقدس کی آنکھوں سے رب تعالےٰ کا دیدار کیا۔ ے

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی۔
آنکھ والوں کی ہمّت پہ لاکھوں سلام

سر اقدس کی آنکھوں سے رب تعالےٰ کا دیدار کرنا حضور علیہ السلام کی حقیقت محمدیہ کا معراج ہے۔

ملائکہ کا آپ کی خدمت میں حاضر رہنا

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کا جھولا ہمارے ہلانے کا محتاج نہ ہوتا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ کَانَ مَھْدُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَتَحَرَّکُ بِتَحْرِیْکِ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔
ترجمہ: آپ کا جھولا فرشتے جھلایا کرتے تھے۔ (جواہر البحار ص۱۲)

علامہ محمد بن یعقوب شیرازی نے لکھا ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی عمر سات سال کی ہوئی تو آپ کے دادا جان عبدالمطلب کی وفات ہو گئی اور ابوطالب آپ کے کفیل ہوئے اس وقت اللہ تعالےٰ نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے اسرافیل میرے محبوب کی خدمت میں رہا کر۔ چنانچہ حضرت اسرافیل علیہ السلام گیارہ سال کی عمر تک آپ کی خدمت میں رہے، پھر حضرت جبریل امین کو حکم ہوا اور وہ ستائیس سال کی عمر تک آپ کی خدمت میں موجود رہے، لیکن انہوں نے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا۔ (سفر السعادت ص۵)

وَرَدَ اَنَّہٗ کَانَ یَحْفَظُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ لَا یُفَارِقُوْنَہٗ فِیْ نَوْمٍ وَلَا

یحفظہ۔ (جواہر البحار صـ۲ جلد ۳)

ترجمہ: اور یہ بات حدیث میں وارد ہے۔ کہ ستر ہزار فرشتے ہر وقت نیند اور بیداری میں آپکی حفاظت کرتے تھے۔ ؎

مکان عرش ان کا فلک فرش ان کا
ملک خادمانِ سرائے محمد

آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے ملائکہ آپ کے پیچھے پیچھے چلتے تھے، آپ اپنے صحابہ سے فرماتے کہ تم آگے نکل چلو میرے پیچھے نہ چلو کہ میرے پیچھے تو ملائکہ کرام چلتے ہیں۔

(جواہر البحار صـ۱۲ ، سیرت حلبیہ صـ۳۷۸ جلد ۳)

بدر کے میدان میں جب غازیوں کو پتہ چلا کہ کرز ابن جابر محاربی مشرکین مکہ کی امداد کے لیے ایک بھاری لشکر لے کر آ رہا ہے تو مسلمانوں کو پریشانی ہوئی کہ پہلے ہی کفار مسلمانوں سے تین گنا زیادہ ہیں اب ان کو مزید کمک پہنچ رہی ہے۔ اب کیا ہوگا، تب حضور علیہ السلام نے فرمایا اے مجاہدو! گھبراؤ نہیں تمہاری کمک آسمان سے آ رہی ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ رَبُّکُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُنْزَلِیْنَ۔ ترجمہ: جب اے محبوب تم مسلمانوں سے فرماتے تھے، کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اُتار کر۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ جب میں قلیب بدر کے پاس تھا ایک ایسی ہوا آئی کہ میں نے اس کی مثل نہ دیکھی بعد ازاں دوسری تند ہوا آئی جو پہلے سے اشد تھی، آخر میں تیسری مرتبہ ایک زبردست ہوا آئی جو پہلی دونوں سے زیادہ سخت تھی، جو پہلی ہوا تھی وہ جبریل امین تھے جو ایک ہزار فرشتوں کی جماعت کے ساتھ حضور علیہ السلام کی امداد کے لیے آئے تھے دوسری ہوا حضرت میکائیل تھے جو ایک ہزار فرشتے لے کر آئے تھے۔ تیسری ہوا اسرافیل تھے جو ایک ہزار فرشتے لے کر مومنوں کی امداد کے لیے نازل ہوئے تھے۔ (خصائص کبریٰ صـ۲۳۷ جلد ۱)

آپ کو بے مثال قرآن ملا

دنیا میں بہت سی کتابیں آسمانی مانی جاتی ہیں مگر ہوا پرستوں کے دست تصرف سے سوائے

قرآن مقدس کے اور کوئی بھی آسمانی کتاب محفوظ نہ رہ سکی، قرآن مقدس پر گو تقریباً چودہ سو سال گزر گئے مگر پھر بھی بعینہٖ اسی شکل و صورت کے ساتھ جس پر نازل کیا گیا تھا اب تک بحمداللہ محفوظ اور موجود ہے اسمیں نہ کوئی چیز بڑھائی گئی اور نہ ہی کم کی گئی نہ لفظوں میں سرِ مو فرق ہو سکا نہ معنی و مفہوم میں کوئی تبدیلی ہو سکی۔ یہ صرف قرآن حکیم کا ہی اعجاز ہے۔ اور بے نظیر اعجاز ہے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔

ترجمہ: ہم نے اس کتاب کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ:

فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ نِ اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا۔

ترجمہ پھر دونوں (حضرت خضر اور حضرت موسیٰ علیہما السلام) چلے، یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے ان دہقانوں سے کھانا مانگا انہوں نے دعوت دینی قبول نہ کی۔ اہلِ انطاکیہ نے جب سُنا کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے تو ندامت سے ان کے سر جُھک گئے اور بہت سا سونا لے کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے کہ یہ سونا لے لیجئے۔ اور فَاَبَوْا کی جگہ فَاَتَوْا کر دیجئے تاکہ مطلب یہ ہو جائے کہ اہلِ انطاکیہ ان دونوں بزرگوں کی مہمانی کے لئے آئے اور اس سے ہماری غرض و نہایت یہ ہے کہ ہمارے ماتھے پر جو کلنگ کا ٹیکہ لگ چکا ہے۔ وہ ختم ہو جائے اور ہمارے دامن پر جو بدنامی کا سیاہ دھبہ لگ چکا ہے وہ دُھل جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا قرآن پاک کے ایک نقطے کی تبدیلی کلامِ الٰہی کی تکذیب کا موجب ہے۔ اور بطلان ربوبیت پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ قرآن پاک کے ایک نقطے کو بدل دیا جائے۔ (تفسیر کبیر ص۱۵۷ جلد ۲)

انداجل اِین قوم بے پروا ستے
استوار از نحن نزلنا ستے

یحییٰ بن اکثم فرماتے ہیں کہ مامون کے پاس ایک یہودی آیا اس کے کلام میں بڑی نفاست تھی۔ مامون نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور چلا گیا پھر ایک سال کے بعد آیا اس حال میں کہ وہ مسلمان تھا اور فقہ میں احسن طریقہ سے کلام کرتا تھا، مامون نے اس سے پوچھا کہ تیرے اسلام کا کیا سبب ہے، اس نے جواب دیا جب میں آپ کے ہاں سے پلٹ کر گیا، تو

میں نے تمام ادیان کو پرکھنا چاہا کہ کون سا دین سچا ہے، لہذا میں نے تورات کے تین نسخے دیکھے اور ان میں سے کسی میں زیادتی اور کسی میں کمی کر دی اور اہل کلیسا پر پیش کیا انہوں نے یہ تینوں نسخے مجھ سے خرید لیے پھر میں نے تین نسخے انجیل کے لکھے اور ان میں بھی کمی زیادتی کو روا رکھا، جب میں نے ان تینوں نسخوں کو اہل گرجا پر پیش کیا تو انہوں نے خوشی خوشی قبول کر لیا۔ اب میں نے قرآن کے تین نسخے تحریر کیے اور ان میں بھی اسی طرح کمی ... کی اور مسلمانوں پر پیش کیے۔ مسلمانوں نے ان کو دیکھا اور لینے سے انکار کر دیا۔ جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ ... ان تبدیلی سے محفوظ ہے۔ اور سچی کتاب ہے لہذا میں مسلمان ہو گیا۔

جواہر البحار ص۲۸۲ ج۱، خصائص کبریٰ ص۱۸۶ ج۲)

حرف اور ارباب نے تبدیل نے
آیہ اش شرمندہ تاویل نے!

چونکہ قرآن حکیم تغیر و تبدل سے محفوظ ہے اور اس کا تعلق امام الانبیاءؐ سے ہے اس لیے یہ خدا کی بے مثل کتاب ہے۔ یہ کتاب حضور علیہ السلام کا ایک زبردست معجزہ ہے بلکہ اس قرآن کی ایک ایک آیت ایک مستقل معجزہ ہے۔ علامہ علی بن برہان الدین نے لکھا ہے کہ قرآن پاک میں ستر ہزار معجزے ہیں۔ قرآن پاک کی ایک ایک آیت بے شمار اسرار و رموز پر مشتمل ہے۔ ایک ایک کے بے شمار فوائد ہیں مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن پاک کی ایک آیت ہے جس کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ جہنم کے انیس داروغوں سے جو بچنا چاہے وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے کہ اس کے بھی انیس حروف ہیں، ہر حرف ہر فرشتے سے بچاؤ کا سبب بن جائے گا۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید فرقان حمید سرور کونین اور آپ کی امت دونوں کیلئے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ حضور علیہ السلام کے لیے تو اس لئے نعمت ہے کہ خدا نے قرآن کے ذریعے آپ کو علوم توحید، صفات الٰہیہ حالات انبیاء کرام، احوال ملائکہ پر آگاہ فرمایا، نیز قضا و قدر کے اسرار و رموز پر مطلع فرمایا، عالم سفلی اور علوی کے حالات سے خبردار کیا، دنیا و آخرت کے حالات آپ پر ظاہر فرمائے، عالم غیب سے نزول قضا کی کیفیت بیان فرمائی اور عالم جسمانیات اور عالم روحانیات کی کیفیت سے آپ کو آگاہ کیا اور امت کے لیے نعمت اس لئے ہے کہ اس قرآن حکیم میں امر اور نہی وعدہ اور وعید، مثالیں اور نصیحتیں وصل اور ہجر، وجد اور وجود اتصال اور انفصال تذکرہ اور فکر نیکی اور بدی عقاب اور حساب ثواب اور عذاب،

حیرت اور حسرت، دین اور دنیا، لطافت اور کثافت، حلال اور حرام جیسے لاکھوں علوم موجود ہیں۔ جنہیں حاصل کر کے انسان خدا اور مصطفےٰ کی بارگاہ میں مقبول بن جاتا ہے اور لوگوں کے نزدیک بھی اس کی قدرومنزلت بڑھ جاتی ہے۔

آن کتاب زندہ قرآنِ حکیم ٭ حکمتِ او لایزال است و قدیم
رہزنان از حفظ او رہبر شدند ٭ از کتابے صاحب دفتر شدند
نوع انسان را پیامِ آخریں ٭ حاملِ او رحمۃ للعالمین
گر تو می خواہی مسلماں زیستن ٭ نیست ممکن جز بقرآں زیستن

انشقاق القمر

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ترجمہ: قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنْفَلَقَ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِشْهَدُوْا۔ (ترمذی ص۱۶۱ جلد۲)

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند پھٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةً عَلٰی فَوْقِ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِشْهَدُوْا۔

ترجمہ: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر کی جانب اور دوسرا نیچے کی جانب رسول پاک نے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔ (مشکوٰۃ باب علامات نبوت)

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ چند خاص آدمیوں نے اس معجزے کا مطالبہ کیا تھا اور ظاہر ہے کہ اس معجزے کا ظہور رات کے وقت ہوا جب کہ لوگوں کی اکثریت محوِ خواب تھی اور بہت سے لوگ اس وقت صحرا میں اور بہت سے اپنی اپنی جگہوں پر اپنے اپنے کام میں مشغول تھے اور پھر اس معجزے کا ظہور بھی آنکھ جھپکنے کے برابر ایک لحظہ میں ہوا اس لئے بہت سے لوگوں نے اس معجزے کو نہ دیکھا اگر یہ معجزہ کچھ دیر تک رہتا تو سارے لوگ اس کو دیکھ لیتے اور پھر دیکھ لینے کے بعد جو آپ پر ایمان نہ لاتا وہ مستوجب ہلاکت ہوتا۔ کیوں کہ قانون الٰہی یہ ہے کہ جو قوم نبی سے اپنا مطلوبہ معجزہ دیکھ کر ایمان نہ لائے وہ ہلاک ہو جاتی ہے۔ جیسے مائدہ والے لوگ اور حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد عام عذاب کا آنا موقوف ہوگیا۔ کیوں کہ خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کا کام نہیں کہ ان کو آپ کی موجودگی میں عذاب میں گرفتار کرے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۱۲۵ جلد ۱۱)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ولید بن مغیرہ ابوجہل عاص بن وائل عاص بن ہشام زمعہ بن اسود اور ان جیسے دوسرے مشرکین مکہ حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے لئے چاند کو دو ٹکڑے کر دو، چاند کا نصف حصہ ابو قبیس پہاڑ پر اور دوسرا نصف حصہ قیقعان پہاڑ پر، آپ نے فرمایا اگر میں ایسا کر دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے، انہوں نے کہا ہاں ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، یہ رات چودھویں کے چاند کی تھی۔ آپ نے رب تعالےٰ سے دعا کی، خدا تعالےٰ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے ایک حصہ ابو قبیس پر اور دوسرا قیقعان پہاڑ پر ظاہر ہوا! آپ نے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔ (دلائل النبوت ص ۲۳۴)

اعلیحضرت عظیم البرکت حضرت مولانا الشاہ محمد احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا
سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے منکر دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

پنجۂ او پنجۂ حق می شود[1] ماہ از انگشت او شق می شود

(1) علامہ اقبال رح)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

اِنِّی لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَکَّۃَ کَانَ یُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّی لَاَعْرِفُ الْاٰنَ۔

(مشکوٰۃ باب علامات نبوت)

ترجمہ : میں مکہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو میرے مبعوث ہونے سے قبل مجھے سلام کرتا تھا۔

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتی کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب میں غار حراء سے واپس ہوا تو جَعَلْتُ لَا اَمُرُّ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ اِلَّا قَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ یعنی میں جس درخت اور پتھر سے گزرتا تھا وہ کہتا تھا السلام علیک یا رسول اللہ، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ ص۱۲۴ جلد ۱۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں ہم مکہ میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ گرد و نواح جاتے تو :۔

فَمَا اسْتَقْبَلَہٗ جَبَلٌ وَّلَا شَجَرٌ اِلَّا وَھُوَ یَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۴۰)

ترجمہ : جو پہاڑ اور درخت بھی سامنے آتا وہ کہتا سلام ہو تجھ پر اے اللہ کے رسول۔

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام دریا کے کنارے کھڑے تھے کہ عکرمہ بن ابی جہل وہاں آیا اور کہنے لگا اگر آپ سچے ہیں تو اس پتھر کو بلایئے جو دریا کے پار پڑا ہے۔ وہ پانی پر تیرتا آئے اور ڈوبے نہ، حضور علیہ السلام نے اس پتھر کو اشارہ کیا وہ اپنی جگہ سے ہلا اور پانی پر تیرتا ہوا آپ کے سامنے آیا اور اس نے آپکو سلام کیا اور آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ آپنے عکرمہ سے فرمایا کیا تجھے اتنا ہی کافی ہے اس نے کہا کہ اب یہ اپنی جگہ پر لوٹ جائے آپ نے اس پتھر کو پھر اشارہ کیا وہ اپنی جگہ لوٹ کر چلا گیا۔ (جواہر البحار ص۱۲۱)

پڑھا ہے زبانوں نے کلمہ تمہارا
ہے سنگ و شجر میں بھی چرچا تمہارا

کھجور کی لکڑی کا گریہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام منبر شریف کے بننے سے پہلے کَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ اَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتّٰی نَزَلَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ (بخاری ج۱ ص۱۲۳)

ترجمہ: کھجور کی ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے جب منبر شریف رکھا گیا تو ہم نے اس کی ایسی دردناک آواز سنی جیسے گم کردہ اولاد اونٹنیوں کی غمناک آواز ہوتی ہے یہاں تک کہ رسول اکرم منبر شریف سے اُترے اور اس پر اپنا دست کرم رکھ دیا۔

اسی بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے فرمایا کھجور کا وہ خشک تنا ایسی دردناک آواز سے رویا کہ قریب تھا کہ ہمارے جگر پھٹ جاتے۔

علامہ بدرالدین عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت رسالت کی دلیل ہے اور جسم بے جان کا رونا اس لیئے تھا کہ خدا تعالےٰ نے اس لکڑی میں ایسی حیات پیدا کر دی تھی جس کی وجہ سے وہ غمناک آواز کے ساتھ روئی۔

ثابت ہوا کہ بغیر روح کے حیات ممکن ہے لہٰذا انبیاء علیہم السلام قبض ارواح کے بعد حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ایک کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ اب اسلام کافی پھیل چکا ہے اور مسلمان کثیر تعداد میں ہو گئے ہیں اور مختلف ممالک سے آپ کے پاس وفد آتے ہیں، آپ کے لیے کوئی ایسی چیز بنا دی جائے جو بلند ہو آپ اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا کریں تاکہ لوگ آپکو آسانی سے دیکھ سکیں اور آپ کے ارشادات سے مستفید ہو سکیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہاں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک انصاری عورت نے عرض کی یا رسول اللہ میرا ایک غلام بڑھئی ہے کیا آپ مجھے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اسکو حکم دوں کہ وہ آپکے لئے ایک منبر بنا دے

جس پر کھڑے ہو کر آپ خطبہ ارشاد فرمائیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہاں۔ چنانچہ آپ کے لیے تین درجات کا ایک منبر بنا دیا گیا، جب آپ اس پر بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمانے لگے تو وہ کھجور کا تنا اونٹنی کی طرح دردناک آواز سے رونے لگا۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ اس بچے کی طرح رونے لگا جو روتے اپنی ماں کو بلاتا ہے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جنبید ولرزید مسجد با آواز وے یعنی مسجد شریف اس کی دردناک آواز سے حرکت کرنے لگی اور لوگوں نے اس کی اس حالت کو دیکھا تو وہ آہ و بکا کرنے لگے۔

تمہارے ہجر کے صدموں کی تاب ہے کس کو ؎ یہ چوبِ خشک کو بھی بیقرار کرتے ہیں!
من چہ گویم از تو آں بش کہ چیست ؎ خشک چوبے در فراقِ او گریست!
(اقبال)

استنِ حنانہ در ہجرِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
نالہ می زد ہم چو اربابِ عقول (رومی)

ایک روایت میں ہے۔ کہ وہ تنا پھٹ گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور حاضرین کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے ابھی یہ زمین پر گر جائے گا، پس حضور علیہ السلام منبر شریف سے نیچے تشریف لائے اور اس تنے کے قریب جاکر اپنا دست شفقت اس پر پھیرا اور اس کو اپنی آغوش میں لے لیا اس پر وہ خاموش ہو گیا آپ نے فرمایا کہ یہ اس لئے رویا کہ اب اس کے پاس ذکرِ خدا نہیں ہوتا اگر میں اس کو اپنی آغوش میں نہ لیتا تو یہ قیامت تک اسی طرح روتا رہتا پھر آپ نے اس تنے سے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تجھے دوبارہ اسی باغ میں لگا دیا جائے جس میں تو پہلے تھا، تاکہ تیری شاخیں دوبارہ سرسبز و شاداب ہو جائیں اور تو دوبارہ بارآور ہو جائے اور اگر تو چاہے تو تجھے باغ بہشت میں لگا دیا جائے" تاکہ جنت میں متقی اور اولیاء کرام تیرا پھل کھائیں۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے اس تنے کے ساتھ کان لگائے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے پس آپ نے فرمایا کہ یہ تنا کہتا ہے۔ کہ یارسول اللہ مجھے باغِ بہشت میں لگا دیجئے" تاکہ اللہ کے دوست میرا پھل کھائیں، چنانچہ حضور علیہ السلام نے اس کی آرزو کو پورا فرما دیا۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اے مسلمان اس خشک تنے کو دیکھ کہ وہ نبی پاک کے فراق میں کس قدر بے چین ہو گیا، تیرے دل میں تو بطریقِ احسن نبی پاک کی ملاقات اور آپ کے دیدار کا شوق ہونا چاہیئے۔ (مدارج النبوت صفحہ ۲۳۶، صفحہ ۲۴۴۔ دلائل النبوت صفحہ ۳۴۳ تا صفحہ ۳۴۴)

انگلیوں سے پانی کے چشمے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک کے ہمراہ تھا کہ نمازِ عصر کا وقت آگیا اور ہمارے پاس سوائے تھوڑے بچے ہوئے پانی کے اور پانی نہ تھا وہی ایک برتن میں ڈال کر رسولِ پاک کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اس پر رکھ کر انگلیاں اس پر پھیلا دیں اور فرمایا اے اللہ کی برکت وضو کرنے والوں پر اپنا سایہ ڈال، میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں میں سے پانی کے چشمے ابل رہے ہیں۔ اور لوگ وضو کر رہے ہیں، اور پانی پی رہے ہیں، میں نے بھی جس قدر میرے پیٹ میں آیا۔ بھر لیا کیوں کہ میں جانتا تھا کہ یہ برکت ہے (سالم شاگرد جابر کہتے ہیں) میں نے پوچھا آپ اس روز کتنے آدمی تھے، انہوں نے کہا چودہ سو (۱۴۰۰) آدمی تھے۔ (بخاری شریف صفحہ ۳۲۸ جلد ۳)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ میں لوگ پیاس کی شدّت سے بہت پریشان تھے، بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کی گئی یا رسول ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے وضو کریں اور پئیں سوائے اس پانی کے جو آپ کے پاس ایک لوٹے کے برابر برتن میں ہے۔ پس حضور علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک اس برتن میں ڈال دیا (جو آپ کے پاس تھا) تو آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے، تمام صحابۂ کرام نے پیا اور وضو کیا، حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کتنے آدمی تھے آپ نے فرمایا کہ اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا، مگر اس وقت ہم پندرہ سو تھے۔ (غوث العباد صفحہ ۱۸۸، بخاری شریف) ؎

پنجۂ مہر عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے۔
چشمۂ خورشید میں تو نام کو بھی نم نہیں،
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں،
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام !،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب پانی کا مطالبہ کیا تو آپ نے خدا تعالٰی کے حکم سے پتھر

پر عصا مارا تو پتھر سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ بے شک پتھروں سے پانی نکلنا موسیٰ علیہ السلام کا بہت بڑا معجزہ ہے لیکن ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ پتھر زمین ہی کی ایک قسم ہے اور پہاڑی زمینوں سے اکثر چشمے پھوٹتے رہتے ہیں۔ میں نے خود بھوربن مری، بمبوری اور کشمیر کے پہاڑوں میں جا کر دیکھا کہ چاروں طرف پتھر ہیں اور درمیان سے صاف شفاف پانی کا چشمہ جاری ہے لیکن سب سے بڑی تعجب کی بات یہ ہے کہ گوشت پوست خون اور ہڈیوں میں سے صاف شفاف پانی کے چشمے نکل رہے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضور علیہ السلام کے عہد تک کسی آنکھ نے یہ کمال نہ دیکھا اگر دیکھا تو مبدائے کائنات فخر موجودات خلاصۂ ہژدہ ہزار عالم کی بارگاہ بیکس پناہ میں دیکھا، بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے صحابہ کرام کی پیاس بجھانے اور ان کی وضو وغیرہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ جانتے تھے کہ چودھویں صدی میں کچھ کم عقل ایسے پیدا ہوں گے، جو کہیں گے کہ جس کا نام محمد اور علی ہو وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ آپ نے چودہ سو سال پہلے ہی ان لوگوں کی ان خرافات کا عملی جواب دے دیا۔ اور گویا یوں فرمایا کہ اے میرے اختیار پر زبان طعن دراز کرنے والو! دیکھو میرے اللہ نے مجھے کتنا بڑا اختیار دیا ہے کہ میں جب چاہوں اپنی انگلیوں سے کوثر و تسنیم کی نہریں جاری کر سکتا ہوں اور دنیا میں رہتے ہوئے اپنے جاں نثاروں کو حوض کوثر کے پانی سے سیراب کر سکتا ہوں۔

آبِ زمزم بڑا متبرک اور پاکیزہ پانی ہے۔ اس پانی میں دو خصوصیتیں ہیں یہ پیاس بھی بجھاتا ہے اور بھوک بھی دور کرتا ہے۔ دنیا کے اور کسی پانی کو یہ شرف حاصل نہیں یہ پانی اتنا برکت والا ہے۔ کہ ہر مومن اس کے پینے کا متمنی اور خواہش مند ہے اور دوسرے تمام پانیوں پر اس پانی کو ترجیح دیتا ہے۔ مثلاً ایک مسلمان کو شدت سے پیاس لگی ہوئی ہو اور اسکے سامنے ایک طرف آبِ زمزم کا پیالہ اور دوسری طرف کوکا کولا کی بوتل رکھ دی جائے تو عقل کہے گی کہ کوکا کولا کی بوتل پی کر پیاس بجھاؤ لیکن عشق کہے گا نہیں آبِ زمزم سے سیراب ہو جاؤ، عقل کہے گی کہ کوکا کولا رنگ والا ہے اس میں کیف و سرور کی مستی ہے یہ بڑا خوش ذائقہ ہے۔ عشق کہے گا کہ یہ ٹھیک ہے کہ آبِ زمزم میں وہ رنگ اور وہ مزہ نہیں جو کوکا کولا میں ہے لیکن ذرا یہ تو دیکھ کہ کوکا کولا ایک کافر عیسائی کی ذہنی اختراع کا نتیجہ ہے اور آبِ زمزم وہ پانی ہے جس نے اللہ کے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی کو بوسہ دیا ہے اب وہ مومن کوکا کولا کے تمام اوصاف کو نظر انداز کرتے ہوئے آبِ زمزم کو پیئے گا اس لئے کہ ایک تو اس پانی نے ایک معصوم نبی کی ایڑی کو بوسہ دیا۔

اور دوسرے اس لیے کہ اس پانی میں حبیب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ملا ہوا ہے

اب غور کیجئے کہ یہ پانی کتنی فضیلت اور برکت کا حامل ہے لیکن علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اس آبِ زمزم سے بھی وہ پانی افضل و اعلیٰ ہے جو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے جاری ہوا۔ کیوں کہ آبِ زمزم کا چشمہ زمین سے جاری ہوا اور وہ پانی جو آپ کی انگشتان مبارک سے جاری ہوا اس کا تعلق حوض کوثر سے ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور علیہ السلام کی انگلیوں سے پانی نکلنے کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے "اس واقعہ کے معجزہ ہونے کو (سنیوں نے) اس پر موقوف کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی نکلتا تھا۔ حالاں کہ اس کا کہیں ثبوت نہیں احادیث سے صرف اس قدر ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ میں پانی منگا کر اپنا دستِ مبارک اس میں رکھ دیا تو پانی اُبلنے لگا۔ حضور علیہ السلام کی انگلیوں کے درمیان سے اُبلتا ہوا نظر آتا تھا اس سے یہ کہاں ثابت ہے کہ لحم و شحم سے پانی نکلتا تھا۔ بلکہ یہ سمجھ میں آتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کے دستِ مبارک رکھ دینے سے وہ پانی بڑھنے لگا اور جوش مارنے لگا۔ اور انگلیوں کے درمیان سے اس کا اُبلنا نظر آتا تھا۔ اب جن صاحب نے اس معجزہ کے اعجاز کو اس بات پر موقوف کیا ہے کہ پانی لحم و شحم سے نکلتا تھا جس کا کچھ ثبوت نہیں تو گویا در پردہ وہ اس اعجاز کے معجزہ ہونیکا انکار کرتے ہیں۔ کیوں کہ لحم و شحم سے پانی کا نکلنا ثابت ہی نہیں۔ (تشکر النعمۃ ص۴۳)

اب میں تھانوی صاحب کی اس عبارت کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھتا ہوں۔

(وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم)

مولوی اشرف علی کا یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کی انگلیوں سے پانی کا نکلنا کہیں ثابت نہیں اس کے اجہل اور کتب احادیث وسیر سے نابلد ہونے کی واضح دلیل ہے کیوں کہ محققین کی بہت بڑی جماعت نے اپنی اپنی تصانیف میں زیر بحث احادیث کا یہی مطلب لیا ہے۔ کہ وہ پانی حضور علیہ السلام کی انگلیوں سے نکلا تھا۔ چنانچہ مسلم شریف کی شرح میں علامہ شرف النووی نے لکھا ہے وَنَقَلَهُ الْقَاضِیْ عَنِ الْمُزَنِیْ وَاَکْثَرِ الْعُلَمَاءِ اَنَّ مَعْنَاهُ اَنَّ الْمَاءَ کَانَ یَخْرُجُ مِنْ نَفْسِ اَصَابِعِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیَنْبَعُ مِنْ ذَاتِهَا۔ قاضی عیاض نے مزنی اور اکثر علماء سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ پانی خود آپ کی انگشتانِ مبارک سے نکل رہا تھا۔

علامہ زماں زرقانی رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :۔

وَلَمْ يُسْمَعْ بِهٰذِهِ الْمُعْجِزَةِ عَنْ غَيْرِ نَبِيِّنَا صلى الله عليه وسلم حَيْثُ نَبَعَ الْمَاءُ مِنْ بَيْنِ عَظْمِهٖ وَعَصَبِهٖ وَلَحْمِهٖ وَدَمِهٖ (زرقانی ص۱۵ جلد ۵)

ترجمہ یہ معجزہ کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈی پٹھے گوشت اور خون میں سے پانی جاری ہوا، ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی نبی کے بارے میں نہیں سُنا گیا۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :۔

نَبَعَ الْمَاءُ مِنْ بَيْنِ عَظْمِهٖ وَعَصَبِهٖ وَلَحْمِهٖ وَدَمِهٖ (زرقانی ص۱۵۵)

ترجمہ آپ کی ہڈی پٹھے گوشت اور خون کے درمیان سے پانی جاری ہوا۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ رقمطراز ہیں :۔

إِنَّهٗ نَبَعَ مِنْ نَفْسِ اللَّحْمِ الْكَائِنِ فِي الْأَصَابِعِ (مواهب اللدنيه)

ترجمہ آپ کی انگلیوں کے گوشت سے پانی جاری ہوا۔

حافظ کبیر محدث شہیر علامہ ابونعیم احمد بن عبداللہ فرماتے ہیں۔

لِأَنَّ نُبُوْعَ الْمَاءِ مِنْ بَيْنِ اللَّحْمِ وَالْعَظْمِ أَعْجَبُ وَأَعْظَمُ مِنْ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْحَجَرِ (دلائل النبوۃ ص۳۲۵)

ترجمہ گوشت اور ہڈی کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا عجیب تر ہے عظیم تر ہے پتھر سے پانی نکلنے سے۔

علامہ مولانا احمد شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں :۔

هٰذِهِ الْمُعْجِزَةُ أَعْظَمُ مِنْ مُعْجِزَةِ مُوْسٰى عليه السلام إِذْ نَبَعَ لَهُ الْمَاءُ مِنَ الْحَجَرِ لِأَنَّهٗ مُعْتَادٌ وَأَمَّا خُرُوْجُهٗ مِنْ لَحْمٍ وَدَمٍ فَلَمْ يُعْهَدْ۔ (نسیم الریاض ص۱۴)

ترجمہ :۔ اور یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے عظیم تر ہے۔ کیوں کہ ان کے لیے پتھر سے پانی جاری ہونا متعارف نہیں ہے۔

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں :۔

هٰذِهِ الْمُعْجِزَةُ أَعْظَمُ مِنْ تَفَجُّرِ الْمَاءِ مِنَ الْحَجَرِ كَمَا وَقَعَ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَادَةِ الْحَجَرِ فِي الْجُمْلَةِ قَالَ اللهُ تَعَالٰى وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَأَمَّا مِنْ لَحْمٍ وَدَمٍ فَلَمْ يُعْهَدْ مِنْ غَيْرِهٖ صلى الله عليه وسلم (شرح شفا ص۱۵)

ترجمہ یہ معجزہ پتھر سے چشمہ جاری ہونے سے بڑھ کر ہے جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے وقوع پذیر ہوا کیونکہ آخر یہ پتھر کی عادات میں سے ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے "اور بے شک پتھروں میں سے بعض وہ ہیں جن سے پانی جاری ہوتا ہے"۔ لیکن گوشت اور خون سے پانی جاری ہونا ہمارے نبی پاک علیہ السلام کے سوا کسی کے لیے ثابت نہیں۔

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنَّهٗ كَانَ اِذَا اَرَادَ الطَّهُوْرَ وَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ مَدَّ اَصَابِعَهٗ فَيَتَفَجَّرُ مِنْهَا الْمَاءُ حَتّٰى يَقْضِيَ طَهُوْرَهٗ۔ (جواہر البحار ص۲۹۱)

ترجمہ جب حضور علیہ السلام طہارت کا ارادہ فرماتے اور پانی موجود نہ ہوتا تو اپنی انگشتانِ مبارک کو پھیلاتے تو ان سے پانی کے چشمے بہنے لگتے یہاں تک کہ آپ طہارت سے فراغت حاصل کر لیتے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نویں صدی کے مجدد ہیں۔ ان کے متعلق مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی نے فیض الباری میں لکھا ہے۔ کہ علامہ سیوطی کو بائیس مرتبہ جاگتے ہوئے امام الانبیاء کی زیارت ہوئی اور مولوی حمد اللہ پشاوری دیوبندی نے البصائر میں لکھا ہے کہ ستر سے زیادہ مرتبہ آپکو حضور پرنور علیہ السلام کی زیارت ہوئی ہے۔ اس سے اندازہ کر لیجئے کہ آپ رسولِ خدا کی بارگاہ میں کتنے مقبول ہیں۔ ایسے جلیل القدر مجدد نے بھی لکھا ہے۔ کہ "آپ کی انگشتان مبارک سے پانی جاری ہوا تھا گوشت اور خون سے پانی کا نکلنا عجیب ہے۔ (خصائص ص۲۷۴)

علامہ علی بن برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

هُوَ اَعْجَبُ مِنْ نَبْعِ الْمَاءِ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامِ مِنَ الْحَجَرِ فَاِنَّ نَبْعَهٗ مِنَ الْحَجَرِ مُتَعَارَفٌ مَعْهُوْدٌ وَ اَمَّا مِنْ بَيْنِ اللَّحْمِ وَ الدَّمِ فَلَمْ يُعْهَدْ۔ (حلبیہ ص۱۱)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر سے جو چشمہ جاری ہوا تھا اس سے یہ معجزہ عظیم تر ہے کیوں کہ پتھر سے پانی کا جاری ہونا معلوم و متعارف ہے لیکن گوشت اور خون سے پانی کا نکلنا متعارف نہیں۔

شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ رقمطراز ہیں:۔

داده شده است موسیٰ علیہ السلام از تفجیر ماء از حجر و برآمدن چشمہا از سنگ داده است آں حضرت را انفجار آب از انگشتان وی وایں ابلغ واملکست ازاں چہ حجر از جنس ارض است کہ بیروں می آید ازاں

ینابیع بخلاف برآمدن چشمہا از گوشت وپوست۔ (مدارج النبوت ص۱۳۸)

اگرچہ اور بھی کئی علماء کی عبارات پیش کی جا سکتی ہیں لیکن خیر الکلام ما قل ودل کے تحت انہیں پر اکتفا کرتا ہوں۔ ان دلائل کی روشنی میں اشرف علی تھانوی کی جہالت روزِ روشن کی طرح ظاہر ہوگئی کہ اس نام نہاد حکیم الامت کے پاس اتنا علم ہی نہ تھا کہ وہ علمائے ربانیین کی مذکورہ کتب کو سمجھ سکتا اور یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ اس نے جان بوجھ کر حضور علیہ السلام کے عظیم الشان معجزہ کا انکار کر کے اپنی بدباطنی اور قلبی شقاوت کا ثبوت دیا ہے۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی ایسی عبارات اس پڑھے لکھے جاہل کی ملتی ہیں جن کی وجہ سے امت مسلمہ میں افتراق اور گمراہی کی ابتداء ہوئی اور لوگوں کے دینی عقائد متزلزل اور اسلامی خیالات تبدیل ہوئے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اشرف علی تھانوی نے اپنے گمراہ کن عقائد کی تشہیر کر کے امت مسلمہ کا شیرازہ بکھیرنے میں کیوں اہم کردار ادا کیا تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ انگریزوں کا گماشتہ تھا۔ برٹش گورنمنٹ کا سالانہ وظیفہ خوار تھا۔ چنانچہ دیوبندیوں کے فاضل مولوی شبیر احمد عثمانی نے جمعیۃ علمائے ہند کے وفد کے سامنے یہ بیان دیا کہ "دیکھیے مولانا اشرف علی تھانوی ہمارے اور آپ کے مسلّم بزرگ و پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے سُنا گیا کہ ان کو چھ سو روپیہ ماہوار حکومتِ برطانیہ کی جانب سے دیے جاتے تھے۔

(مکالمۃ الصدرین ص۱۶)

اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ آخر مولوی تھانوی صاحب سے انگریزوں کو کونسی عقیدت تھی کہ جس کے پیشِ نظر وہ ماہوار رقم حاضرِ خدمت کیا کرتے تھے جو لوگ برطانوی پالیسی اور انگریزوں کی چالبازی سے آگاہ ہیں وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ تھانوی صاحب نہ تو انگریزی حکومت کے پیر و مرشد تھے اور نہ برطانوی حکومت کو ان سے عقیدت تھی۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مولوی تھانوی صاحب انگریزوں کے آلۂ کار تھے۔ مسلمانوں میں بدعقیدگی پھیلا کر پھوٹ ڈلانے کا کام احسن طریقے سے انجام دیتے تھے اور پھوٹ ڈلوانا ہی انگریزوں کا مقصد تھا۔ معلوم ہوا کہ اشرف علی تھانوی انگریزوں کا وفادار تنخواہ دار گماشتہ تھا۔ اور انگریز حکومت اس کو اس لیے تنخواہ دیتی تھی۔ کہ یہ لوگوں کے دلوں سے عظمتِ رسالت کم کرے اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے اپنے انگریز آقا کے ہاتھ مضبوط کرے۔

چنانچہ اس نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے بددینی کا سیلاب بہا دیا۔ پھر وا ...

کی آڑ میں مسلمانوں کے درمیان فتنہ اور فساد کی آگ اس طرح بھڑکائی کہ شہر قصبے اور دیہات جنگ و جدال کا اکھاڑہ بن گئے۔

شہادتِ شجر

حضور علیہ السلام نے ایک اعرابی کو اسلام کی طرف دعوت دی اس نے کہا کہ آپ کی رسالت کی گواہی کونسی چیز دیتی ہے۔ آپ نے اپنے سامنے ایک درخت کو دیکھا اور فرمایا یہ درخت میری رسالت کی گواہی دے گا، چنانچہ آپ نے اس درخت کو اپنے پاس بلایا وہ درخت آگے پیچھے اور دائیں بائیں جھکا تاکہ اس کی جڑیں کٹ جائیں پھر زمین کو چیرتا ہوا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور تین مرتبہ اس درخت نے آپکی رسالت کی گواہی دی اور پھر اپنی جگہ لوٹ کر چلا گیا۔ (غوث العباد ص۱۸۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سرورِ کائنات کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں کیسے جانوں کہ آپ اللہ کے برحق نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں کھجور کی فلاں شاخ کو بلاؤں وہ آکر میری رسالت کی گواہی دے اس نے کہا ہاں، آپ نے اس شاخ کو بلایا وہ درخت سے منقطع ہوئی اور نیچے گر پڑی اور پھر مینڈک کی طرح پھدکتی ہوئی آپ کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی اور اس نے آکر آپ کی رسالت کی گواہی دی پھر آپ نے فرمایا کہ واپس اپنے مقام پر چلی جا۔ چنانچہ وہ دوبارہ اسی درخت کے ساتھ اپنی پہلی جگہ پر جا کر پیوست ہوگئی۔

(معارج النبوت جلد دوم باب دوم فصل سوم ص۳۰)

رسالت عامہ و نبوت تامہ

حضور علیہ السلام اٹھارہ ہزار عالم کے رسول ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر ایسی کتاب نازل فرمائی جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرتی ہے۔ تاکہ وہ تمام جہانوں کا ڈرانے والا ہو جائے۔

یہ نذارت صفت نبوت ہے لہذا ثابت ہوا کہ آپ جمیع عالموں کے لیے رسول بن کر آئے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً یعنی میں ساری مخلوق کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔ ایک حدیث میں ہے بُعِثْتُ اِلٰی کُلِّ اَحْمَرَ وَاَسْوَدَ میں ہر سُرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ایک حدیث میں ہے۔ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ شَیْءٌ اِلَّا یَعْلَمُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَّا کَفَرَۃَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔ یعنی زمین اور آسمان کے درمیان کوئی چیز ایسی نہیں جو یہ نہ جانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے کافر جنوں اور انسانوں کے،

چونکہ آپ تمام مخلوق کے لیے مبعوث فرمائے گئے اور کل عالم کے رسول بنائے گئے اس لیے آپ کی رسالت تمام انبیاء اولیاء ملائکہ جن و انس وحوش و طیور اور شجر و حجر سب کو شامل ہے۔ اور سب اس کے احاطہ عامہ اور دائرہ تامہ میں داخل ہیں۔ ؎

جیسے سب کا خُدا ایک ہے ویسے ہی
اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی

چونکہ آپ انبیاء کے بھی نبی ہیں اس لیے اگر ان میں سے کوئی آپ کے زمانے تک رہتا تو آپ پر ایمان لاتا۔ چنانچہ علامہ سید عبدالعزیز دباغ مصری فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام صاحب تورات۔ عیسیٰ علیہ السلام صاحب انجیل اور داؤد علیہ السلام صاحب زبور حضور علیہ السلام کے زمانے تک رہتے اور قرآن کو سنتے تو قرآن پر عمل کرتے اور اقوال و افعال میں حضور کی اقتدا کرتے اور سب سے پہلے آپ کی دعوت پر لبیک کہتے اور آپ کے آگے آگے کافروں سے جہاد کرتے۔

(الابریز ص۱۹۰)

انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو !! کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی
مُلک کونین میں انبیا تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

حضور علیہ السلام سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام اور مرسلین عظام علیہم السلام مبعوث ہوئے خدا نے کسی نبی کی جان زمان شہر اور کلام کی قسم یاد نہ فرمائی مگر اپنے محبوب کو یہ مرتبہ جلیلہ عطا فرمایا کہ ان کی جان ان کے زمانے ان کے شہر اور ان کی گفتار کی قسم یاد فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۔

ترجمہ: تمہاری جان کی قسم اے محبوب وہ کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے تھے۔

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ۔

ترجمہ: قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی انسان خسارے میں ہے۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔

ترجمہ: قسم یاد کرتا ہوں میں اس شہر کی جس میں اے جانِ عالم آپ تشریف فرما ہیں۔

وَقِیْلِهٖ یٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ: مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے میرے رب یہ قوم ایمان نہیں لاتی۔

اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ محمد احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

وہ خدا نے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا!
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم!
والعصر ہے تیرے زماں کی قسم والعمرک کا ہے تیری جان کی قسم
والبلد ہے تیرے مکاں کی قسم تیرے رہنے کی جا کا کیا کہنا (صابر)

دو چیزوں کا اجتماع

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ امر بھی ہے کہ آپ نے دو قبلوں کو جمع

فرمایا۔ ہجرت سے پہلے اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا جس پر مشرکین مکہ کو اعتراض تھا کہ یہ اپنے آپکو ابراہیمی کہلاتے ہیں مگر قبلہ بیت المقدس میں ان کی مخالفت کرتے ہیں، ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک وہی قبلہ رہا تو یہودیوں اور عیسائیوں نے اعتراض کیا کہ نبی آخر الزماں ہر بات میں ہماری مخالفت کرتے ہیں مگر ہمارے ہی قبلہ کو اپنا قبلہ بنائے ہوئے ہیں۔ امام الانبیاء کی تمنا تھی کہ ہمارا قبلہ کعبہ ہو جائے۔ رب تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کی مرضی اور رضا کے مطابق قبلہ کی تبدیل فرمادی اور آپ کا قبلہ خانہ کعبہ بنا دیا گیا۔ اور کعبہ معظمہ کو حضور علیہ السلام سے یہ عزت ملی کہ وہ تا قیامت سارے مسلمانوں کا سجدہ گاہ بن گیا۔ آپ ہی کی مرضی نے کعبہ کو قیامت تک کے لیے قبلہ بنا دیا اور یہ اس لیے ہوا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔ چنانچہ اعلیٰحضرت رح فرماتے ہیں ؎

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

اسی طرح دو ہجرتوں کو اکٹھا فرمایا کہ جب معراج کی رات آئی تو آپ براق پر بیٹھ کر جبریل امین کے ہمراہ مسجد اقصیٰ کی طرف تشریف لے گئے، بیت المقدس اکثر نبیوں کی ہجرت گاہ ہے خدا تعالےٰ نے آپکو براق پر بٹھا کر بیت المقدس کا سفر طے کرایا تاکہ بیت المقدس کی طرف ہجرت کی سرفرازی آپکو حاصل ہو جائے۔ دوسری ہجرت آپ نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف کی جبکہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو قسم قسم کی تکالیف میں مبتلا کیا، اسلام اور بانیٔ اسلام پر ناپاک حملے کیے، حضور علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کے خون کے پیاسے ہو گئے یہاں تک کہ ایک رات تمام قبیلوں کے نوجوان اپنی اپنی تلواروں کو بے نیام کر کے آپ کے حجرے کے گرد آپ کو قتل کرنے کے لئے جمع ہو گئے اس وقت خدا تعالےٰ نے جبریل امین کو بھیج کر آپ کو ہجرت کر جانے کا حکم دیا اور آپ اپنے یارِ غار کو ساتھ لے کر اپنے آبائی شہر مکہ معظمہ کو یہ کہتے ہوئے چھوڑ گئے کہ اے خانہ کعبہ!

تیرے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے
تیری پاکیزگی کا وعظ تک کہنے نہیں دیتے (شاہنامہ اسلام)

اسی طرح آپ کے لئے شریعت اور طریقت جمع کی گئی۔

شریعت سے مراد وہ حکم ہے جو ظاہر میں ہے، طریقت سے مراد وہ حکم ہے جو باطن میں ہے۔
علمائے ربانیین نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام اس لئے مبعوث کئے گئے ہیں

کہ وہ ظاہر کے ساتھ حکم نافذ کریں نہ کہ اس شئے کے ساتھ جس کا تعلق امورِ باطنیہ کے ساتھ ہے اُمورِ باطنیہ کے کے حقائق پر جو نبی سب سے پہلے مطلع ہوئے وہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں جو صرف اسی لئے مبعوث ہوئے تھے کہ باطنی امور کے ساتھ حکم نافذ کریں۔ چنانچہ جب آپ نے لڑکے کو قتل کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے بُرا کیا اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا میں نے اس کو اپنے حکم سے قتل نہیں کیا بلکہ مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا گیا اور میں ایسے ہی امر کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے لڑکے کے قتل کو اس لئے برا جانا کہ ان کے پاس شریعت کا علم تھا اور شریعت میں بلا وجہ کسی کو قتل کرنا جائز نہیں،

لیکن اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالےٰ نے یہ دونوں علوم عطا فرما دیے۔

چنانچہ

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:۔
کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:۔

حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وِعَائَیْنِ فَاَمَّا اَحَدُھُمَا فَبَثَثْتُہٗ فِیْکُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُہٗ قُطِعَ ھٰذَا الْبُلْعُوْمُ۔

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ظرف (علم کے) یاد کر لیے ہیں۔ ان میں سے ایک کو میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرا (یعنی باطنی علم) اگر میں ظاہر کروں تو میرا یہ گلا کاٹ ڈالا جائے۔
(مشکوٰۃ کتاب العلم، بخاری کتاب العلم)

جس علم کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے لوگوں کے سامنے کھول کر بیان فرمایا وہ علم شریعت کا تھا اور جس علم کو آپ نے لوگوں سے چھپایا ظاہر نہ فرمایا وہ باطنی علم تھا۔ پس ثابت ہوا کہ خُدا تعالےٰ نے اپنے محبوب کے لیے شریعت اور طریقت کو جمع فرما دیا۔ ؎

شریعت دیکھنا ہے دیکھ اقوالِ محمد کو ۔۔۔ طریقت چاہتا ہے دیکھ افعالِ محمد کو
حقیقت دیکھنی ہے دیکھ احوالِ محمد کو ۔۔۔ جو چاہے معرفت تو دیکھ اشکالِ محمد کو

زمین وآسماں کے خود بخود اٹھ جائیں گے پردے
حجابات محمد میں نظر آجائیں گے جلوے!

ویکھن نوں اوہ ساڈے ورگا پر اسیں کدوں اس تکدے
پتھر لعل دے بھا نہیں وکدے پھل کنڈیاں نال تکدے
جو اسرار حضور تے کھلے اوہ ہر اک تے نہیں کھلدے
اعظم اوہ عرشاں تے پھردا اسیں گلیاں دے وچہ رلدے

★ اللہ تعالےٰ نے آپ کیلئے محبت اور خلت کو جمع فرمایا

اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔
وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً ترجمہ، اور اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو لباس خلت سے سرفراز فرمایا، اور سرور دوجہاں کو خدا نے حبیب بنایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کے صحابہ ایک جگہ بیٹھ کر آپ کا انتظار کر رہے تھے آپ تشریف لائے اور ان کے قریب ہو کر بیٹھ گئے اور سُنا کہ وہ آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا بعض نے کہا اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا بعض نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔ آپ نے ان صحابہ کو سلام کیا اور فرمایا! میں نے تمہاری گفتگو کو سُنا اور تمہارے تعجب کو بھی ملاحظہ کیا یہ ٹھیک ہے۔ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ، عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔ لیکن اَلَا وَاَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ (ترمذی شریف ص۲۰۲) یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ میں اللہ کا حبیب ہوں۔

اب سنئے کہ خلیل اور حبیب میں فرق کیا ہے۔

(۱) خلیل وہ ہے جو رب کی رضا چاہے۔ چنانچہ آپ نے خدا کو راضی کرنے کے لئے حضرت اسماعیل

علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے لٹایا تو آواز آئی یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا۔ یعنی اے ابراہیم تونے خواب کو سچا کر دیا۔ اور حبیب وہ ہے جس کی رضا خالق کائنات چاہے چنانچہ دنیا میں آپ کی رضا کے پیش نظر قبلہ تبدیل کر دیا۔ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں فلنولینک قبلۃ ترضٰھا یعنی ہم آپ کو آپ کی مرضی کے قبلہ کی طرف پھیر دیں گے۔ اور آخرت میں آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق انعام واکرام سے سرفراز فرمائے گا۔ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ولسوف یعطیک ربک فترضٰی عنقریب تیرا رب تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

فترضیٰ نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

اعلیحضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

(۲) خلیل وہ ہے جبکو اللہ تعالیٰ نے عوام الناس کا امام بنایا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے انی جاعلک للناس اماما یعنی میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ اور حبیب وہ ہے جس کو بیت المقدس میں تمام نبیوں کا اور بیت المعمور میں تمام فرشتوں کا امام بنایا۔

(۳) خلیل وہ ہے جس کے لیے نار نمرود گلزار ہو جائے یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم ط اے آگ سلامتی کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہو جا۔ اور حبیب وہ ہے جس کے غلاموں کیلئے نار جہنم ٹھنڈی ہو جائے چنانچہ قیامت کے دن جب بندہ مومن حضور علیہ السلام کا امتی پلصراط پر سے گزریگا تو نیچے سے دوزخ پکارا کرے گی۔ جزیا مومن فان نورک اطفأ لھبی اے مومن جلدی سے گزر جا، تیرے نور نے میری نار کو بجھا دیا۔

(۴) خلیل وہ جو رب تعالیٰ سے درخواست کرے ولا تخزنی یوم یبعثون اور مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا اور حبیب وہ ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ بغیر درخواست کئے ارشاد فرمائے یوم لا یخزی اللہ النبی قیامت کے دن اللہ اپنے نبی کو رسوا نہ کرے گا۔

(۵) خلیل وہ جو رب تعالیٰ سے عرض کرے کہ مولا اپنے بندوں سے کہہ کہ مجھے نیکی سے یاد کریں۔ واجعل لی لسان صدق فی الآخرین۔

یعنی پچھلے مجھے نیکی سے یاد کریں اور حبیب وہ ہے جس کے لیے خدا فرمائے اے محبوب تو ابھی اس دارِ فانی میں جلوہ گر نہیں ہوا تھا کہ ہم نے اس وقت تیرا ذکر بلند کیا، وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا۔

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا (اعلیحضرتؒ)

(۶) خلیل وہ ہے جو مطیع لوگوں کو تو اپنے دامن میں لے لے اور عاصیوں کو چھوڑ دے فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ جو میری اتباع کرے وہ تو میرا اور جو میری نافرمانی کرے (اس کیلئے) تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اور حبیب وہ ہے جو ارشاد فرمائے شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ میری شفاعت میری امت کے بڑے بڑے گنہگاروں کے لیے ہوگی۔

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں۔
سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں۔ (حفیظ جالندھری)

(۷) خلیل وہ ہے جو کہے کہ میرے لیے میرا خدا کافی ہے۔ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے دو جہانوں کے رب کے اور حبیب وہ ہے جس کے لیے خدا فرمائے کہ میرے لیے دونوں جہانوں میں میرا محبوب کافی ہے۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔

(۸) خلیل وہ جو رب تعالےٰ کی بارگاہ میں عرض کرے وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے دور رکھ۔ اور حبیب وہ ہے جس کے گھر والوں کو خدا ہر قسم کی نجاست سے محفوظ فرمائے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۔ اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالےٰ تم سے ہر قسم کی پلیدی دور فرمانا چاہتا ہے۔ اور تمہیں ایسے پاک فرمانا ہے جیسے کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

(مقدمہ معارج النبوت صـ۸، جواہر البحار صـ۴۸، مدارج النبوت صـ۱۴۴)

اس بحث سے معلوم ہوگیا کہ حبیب کا مرتبہ خلیل سے زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود خدا تعالےٰ نے اپنے حبیب کو خلیل بھی بنایا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

فَاِنَّ اللّٰهَ قَدِ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا كَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا۔ (مسلم شریف صـ۲۰۱)

اللہ تعالےٰ نے مجھے خلیل بنایا جیسے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے کلام اور رویت کو جمع فرمایا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن اس طرح گزارے کہ راتکو نوافل پڑھے اور دن کو روزہ رکھا۔ بعدازاں وضو کیا پاکیزہ لباس پہنا اور کوہِ طور پر پہنچے اللہ تعالےٰ نے ایک بادل کا ٹکڑا نازل فرمایا جس نے کوہ طور کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا پھر پہاڑ کے چاروں طرف سے اکیس اکیس میل تک تمام جانوروں حتیٰ کہ فرشتوں کو دور کر دیا گیا اس کے بعد اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، اندریں حالات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام ربانی کے لطف نے اس کے دیدار کا آرزومند بنا دیا۔ ؎

پس پردہ سن کے تیری صدا میرا شوق دید جو بڑھ گیا۔

؎ مجھے اضطرابِ کمال تھا یہی وجد تھا یہی حال تھا۔

اس لیے عرض کی ربِّ اَرِنِیْ الہیٰ مجھے اپنے دیدار کا شرف عطا کر خدا نے فرمایا لَنْ تَرَانِیْ تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ اس لیے کہ:۔

نہ تیری آنکھ دیکھے اور نہ چشم انبیاء دیکھے

مجھے دیکھے تو اے موسیٰ نگاہِ مصطفےٰ دیکھے

لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کو معراج کی رات اپنے دیدار اور کلام الٰہی سے مشرف فرمایا،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِبَصَرِہٖ وَمَرَّۃً بِفُؤَادِہٖ۔ (خصائص کبریٰ ص۱۶۱ ج ۱)

یعنی بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

نزولِ اسرافیل

حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ پر نازل ہوئے اور آپ کے سوا کسی نبی پر نازل نہیں ہوئے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور علیہ السلام

اور جبریل امین کوہِ صفا پر تھے حضور علیہ السلام نے فرمایا اے جبریل شام کو آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتے۔ بس یہ فرمانا تھا کہ آسمان سے ایک سخت آواز آئی۔ فرمایا جبریل یہ کیا ہے عرض کی اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور کہا کہ آپ نے ابھی جو کلام کیا خدا تعالےٰ نے اسے سُنا اور مجھے آپ کے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر بھیجا اور مجھے حکم ہوا کہ میں آپکی خدمت میں پیش کروں اور تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد یاقوت سونے اور چاندی کا بنادوں آپ کو اختیار ہے کہ آپ نبی بادشاہ بنیں یا نبی بندے جبرائیل امین نے آپکی طرف تواضع اختیار کرنے کا اشارہ فرمایا آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔ (جواہر البحار صفہ ۲۹ جلد ۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان سے مجھ پر ایک ایسا فرشتہ نازل ہوا جو پہلے کسی نبی پر نازل نہ ہوا اور نہ میرے بعد کسی پر نازل ہوگا۔ اور وہ اسرافیل ہے۔ جس نے آکر عرض کی یا رسول اللہ آپ نبی بادشاہ بننا پسند کرتے ہیں یا نبی بندہ، میں نے جبریل امین کی طرف دیکھا اس نے تواضع کا اشارہ کیا اگر میں کہہ دیتا کہ میں نبی بادشاہ بننا چاہتا ہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلتے۔ (جواہر البحار صفہ ۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے فقر و فاقہ خود اختیار فرمایا تھا ورنہ خدا تعالےٰ نے آپ کو دونوں جہان کی نعمتوں کے خزانوں کا مالک و مختار بنا دیا تھا۔

مالکِ دین و دنیا ہو کر ؛ دونوں جہاں کے داتا ہو کر
فاقے سے سرکارِ دو عالم ؛ صلی اللہ علیہ وسلم!

شہنشاہِ دو عالم

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ

ترجمہ : جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب آپ کے لیے مسخر کر دیا۔

ے دونوں جہاں میں تیری حکومت ہے بالیقیں
ہر چیز جس کے تابع وہ سلطاں تمہیں تو ہو

حدیث شریف میں ہے کہ

فَاَمَّا وَزِيْرَایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَآءِ فَجِبْرَائِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ وَاَمَّا وَزِيْرَایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ۔ ترجمہ : میرے دو وزیر آسمان کے جبریل اور میکائیل علیہما السلام ہیں اور زمین کے دو وزیر ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالے عنہما ہیں ۔

ہر آدمی جانتا ہے کہ وزیر بادشاہ کے ہوتے ہیں چونکہ آپ کے وزیر آسمان میں بھی ہیں اور زمین پر بھی ، اس لیے آپ آسمان کے بھی بادشاہ ہوئے اور زمین کے بھی۔ ہر کوئی اس حقیقت سے آگاہ ہے ۔ کہ ملک میں جو بھی حکم اور قانون جاری ہوتا ہے ۔ وہ بادشاہ کے دربار سے جاری ہوتا ہے اور چونکہ آپ زمین و آسمان کے بادشاہ ہیں لہذا زمین و آسمان کا ہر حکم آپ کے دربار دُربار سے جاری ہوتا ہے ۔

چنانچہ علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی فرماتے ہیں ۔

فَهُوَ خِزَانَةُ السِّرِّ وَمَوْضِعُ نُفُوْذِ الْاَمْرِ فَلَا يَنْفُذُ اَمْرٌ اِلَّا مِنْهُ۔ یعنی حضور علیہ السلام راز کے خزانہ اور حکم کے جاری ہونے کی جگہ ہیں کوئی حکم جاری نہیں ہوتا مگر آپ کے دربار عالیہ سے ۔

ے بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

امام اجل امام احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب جوہر منظم میں فرماتے ہیں ۔

هُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ الَّذِيْ جَعَلَ خَزَائِنَ كَرَمِهٖ وَمَوَائِدَ نِعَمِهٖ طَوْعَ يَدَيْهِ وَاِرَادَتِهٖ يُعْطِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔

ترجمہ : حضور علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے وہ خلیفہ اعظم ہیں کہ حق تعالےٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں کے مطیع اور ان کے ارادے کے زیر فرمان کر دیئے جسے چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں ۔

(الامن والعلیٰ صہ ۱۰۲)

؎ یہ اکرام ہے مصطفےٰ پر خدا کا
کہ سب کچھ خدا کا ہوا مصطفےٰ کا

چونکہ خدا تعالےٰ نے آپ کو اپنے خزانوں کا مالک و مختار بنایا ہے اس لیے تمام خزانوں کی کنجیاں آپ کے حوالے کر دیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مالک المفاتیح صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اِذْ جِیْئَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ۔ ترجمہ: میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ (بخاری شریف)

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مالک و مختار نے ارشاد فرمایا اُعْطِیْتُ مَا لَمْ یُعْطَ اَحَدٌ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ۔ (مسند امام احمد)
ترجمہ: مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا رعب سے میری مدد فرمائی گئی اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔
اُوْتِیْتُ بِمَقَالِیْدِ الدُّنْیَا عَلٰی فَرَسٍ اَبْلَقَ جَآءَنِیْ بِہٖ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ قَطِیْفَۃٌ مِّنْ سُنْدُسٍ۔
ترجمہ: دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں جبرئیل لے کر آئے اس پر نازک ریشم کا زین پوش تھا۔ (دلائل النبوت)

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ جب حضور انور میرے شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں پڑے ہیں۔ پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آ کر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہو گئے پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور علیہ السلام اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمی بچھونا بچھا ہے۔ اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔ کہ نصرت کی کنجیاں۔ نفع کی کنجیاں اور نبوت کی کنجیاں ان سب پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ کر لیا۔ پھر ایک اور ابر نے حضور علیہ السلام کو ڈھانپ لیا۔ کہ میری نگاہ سے چھپ گئے پھر روشنی ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز رنگ کا لپٹا ہوا کپڑا حضور علیہ السلام کی مٹھی مبارک میں ہے۔ اور کوئی منادی کہہ رہا ہے واہ واہ۔

تُبِضَ مُحَمَّدٌ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَبْقَ خَلْقٌ مِنْ اَهْلِهَا اِلَّا دَخَلَ فِی قَبْضَتِہٖ . ترجمہ ساری دنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں آگئی، زمین و آسمان کی کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی ہو

(الامن والعلی)

حضور پُر نور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن پلصراط کے پاس ایک منبر بچھایا جائے گا ، پھر ایک فرشتہ آکر اس کے پہلے زینے پر کھڑا ہو جائے گا اور ندا کریگا اے گروہ مسلمانان جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے مجھے نہ پہچانا تو سنو میں مالک جہنم ہوں اور اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جہنم کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابو بکر کے سپرد کر دوں ، ہاں گواہ ہو جاؤ پھر ایک اور فرشتہ دوسرے زینے پر آکر کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا اے گروہ مسلمانان جس نے مجھے جانا اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں رضوان جنت ہوں ، مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ میں جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دوں اور ان کا حکم ہے کہ میں یہ کنجیاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دوں ۔

(نزہتہ المجالس ص۳۴۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کو خزانوں کی کنجیاں ، زمین و آسماں کی کنجیاں ، دنیا کی کنجیاں ، نصرت کی کنجیاں ، نفع کی کنجیاں جنت کی کنجیاں اور دوزخ کی کنجیاں عطا فرما دیں ، اب امام الوہابیہ کا اقرار سنئے :

تقویت الایمان ص۱۰ پر لکھتا ہے جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے قبضہ اختیار میں ہوتا ہے ۔ جب چاہے کھولے اور جب چاہے نہ کھولے ۔ چونکہ مذکورہ تمام خزانوں کی کنجیاں خدا نے حضور پُر نور کو عطا فرما دی ہیں ۔ لہذا حضور علیہ السلام ان تمام خزانوں کے مالک و مختار ہیں جس کو جب چاہیں جس خزانے سے چاہیں عطا کریں ۔ ؎

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

(مولانا حسن رضاؒ)

کیوں نہ عالم پہ ہو احسان احمد مختار کا
ہے وہ مالک خالق کونین کی سرکار کا (ظفرؔ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمیع اُمّت پیش کی گئی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسولِ پاک اپنے مکان سے باہر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ جملہ امتیں میرے سامنے پیش کی گئیں ایک نبی میرے پاس سے اس حال میں گزرے کہ اس کے ساتھ اس کا صرف ایک امتی تھا۔ ایک نبی اس حال میں گزرے کہ اس کے ساتھ دو امتی تھے اور ایک نبی اس حال میں گزرے کہ اس کے ساتھ کوئی آدمی نہ تھا اور ایک نبی اس حال میں گزرے کہ اس کے ساتھ ایک جماعت تھی پھر میں نے ایک انبوہِ کثیر کو دیکھا میں یہ سمجھا کہ یہ میری امت ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی ہیں، پھر مجھ سے کہا گیا کہ آپ دیکھے میں نے دیکھا تو کثیر مخلوق تھی جس نے افق کو گھیر رکھا تھا، مجھ سے کہا گیا کہ یہ لوگ آپکی اُمّت ہے اور ان کے ساتھ وہ ستّر ہزار لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنّت میں داخل ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ میری امت میں سے ایسے ستّر ہزار آدمی جنت میں جائیں گے، جن کے ذمے کچھ حساب نہ ہوگا۔ میں نے اپنے رب سے زیادتی کی طلب کی میرے رب نے فرمایا کہ ستّر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستّر ہزار آدمی ہوں گے۔ (خصائص کبریٰ ص۵۹ ج۲)

علامہ علاؤالدین بغدادی نے زیر آیت مَاكَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا عُرِضَتْ عَلَىَّ اُمَّتِىْ فِىْ صُوَرِهَا فِى الطِّيْنِ كَمَا عُرِضَتْ عَلٰى آدَمَ وَ اُعْلِمْتُ مَنْ يُّؤْمِنُ بِىْ وَمَنْ يَّكْفُرُ بِىْ یعنی مجھ پر میری امت مٹی میں اپنی اپنی صورتوں پر پیش کی گئی جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی اور مجھے بتادیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرا انکار کریگا

یہ خبر جب منافقوں کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی کافر و مومن کی خبر ہوگئی، ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہمیں پہچانتے نہیں، منافقوں کا یہ اعتراض حضور علیہ السلام تک پہنچا آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا

مَابَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِىْ عِلْمِىْ لَا تَسْئَلُوْنِىْ عَنْ شَيْئٍ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ اِلَّا اَنْبَاْتُكُمْ بِهٖ

ان قوموں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم میں طعن کرتے ہیں اب سے قیامت تک کی کسی چیز کے بارے

ہیں جو بھی تم مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہو گئے اور عرض کی یارسول اللہ میرا باپ کون ہے فرمایا تمہارے باپ حذافہ ہیں۔ اور پوچھو تب فاروق اعظم نے عرض کی یارسول اللہ ہم اللہ کی ربوبیت اسلام کے دین ہونے پر قرآن کے امام ہونے پر اور آپ کے نبی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، ہمیں معافی دیجئے تب حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم ایسے طعنوں سے باز رہو گے کیا تم باز رہو گے؟ اور آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ (معالم التنزیل ص۳۸۱، تفسیر خازن ص۳۸۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے علم میں طعن کرنا منافقوں کا کام ہے، لہٰذا ان لوگوں کو اپنی حیثیت پر غور کرنا چاہیئے جو دن رات امام الانبیاء کے علم کو اپنی عقل کے ناتمام ترازو میں تولتے رہتے ہیں، جن کی تقریروں اور تحریروں کا طول و عرض یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح یہ ثابت کیا جائے کہ نبی کو فلاں چیز کا علم نہیں اور فلاں واقعہ کی خبر نہ تھی، سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے لوگ اپنے آپ کو منافقین کے زمرے میں شامل کرنے کی سعی بلیغہ کیوں کرتے ہیں۔ اور ایسا کرنے میں انہیں کون سی بھلائی نظر آتی ہے۔ حالانکہ منافقین کے انجام کے بارے میں خدا تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں، اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ یعنی بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے، وہ لوگ جو آپ کے علم کو موضوع بحث بناتے ہیں ان کو اپنی قوت علمی کا ماتم کرنا چاہیئے کہ ان کا اپنا ظرف اتنا تنگ ہے کہ علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں گنجائش نہیں۔ یاد رکھیئے وہ علم جس کی تحصیل کے بعد انسان نبی کو پرکھنے لگے وہ جہالت سے بدتر ہے۔ ایسے علم سے انسان کا بے علم رہنا بہتر ہے۔ ؎

جہڑا علم غرور ودھاوے قابو نفس نہ آوے
اس علموں بے علمی چنگی آکھ حکیم سناوے

دوسری بات اس حدیث سے یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کو ساری خلق کی ایسی پوشیدہ باتوں پر مطلع فرمایا کہ جو دوسروں کو معلوم نہیں ہو سکتیں۔ دیکھو سیدنا عبداللہ کے باپ حذافہ ہی ہیں نہ کوئی اور یہ ایسی بات ہے جسے عبداللہ کی ماں کے سوا کوئی دوسرا نہیں جانتا، مگر حضور علیہ السلام باذنِ پروردگار اس پر بھی مطلع ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ کی والدہ اپنے بیٹے عبداللہ پر بہت ناراض ہوئیں اور بولیں کہ تم نے مجھے آج بدنام کر دیا تھا اگر زمانہ جاہلیت میں میں نے کوئی جرم کیا ہوتا تو آج بھرے مجمع میں میری رسوائی ہو جاتی۔ ہم لوگوں نے دور جاہلیت

میں بڑے بڑے گناہ کیے ہیں۔ ان سے پوچھ پوچھ کر کیوں ہمارے پردے فاش کراتے ہو۔

جو ہوا ہوتا ہے جو کچھ ہوگا جو کونین میں
سب کا سب ہے آپکے پیش نظر یا مصطفٰے

افضل الانبیاء

حضور علیہ السلام تمام پیغمبروں سے افضل ہیں۔ بلکہ خدا کے بعد آپ ہی کا درجہ ہے اسی پر امت کا اجماع ہے اور اس پر بے شمار دلائل عقلیہ ونقلیہ قائم ہیں، کچھ دلائل تفسیر کبیر سے نقل کیے جاتے ہیں۔ ۱۔ رب العزت نے اپنے متعلق فرمایا الحمد للہ رب العالمین اور حضور پر نور علیہ السلام کے لیے فرمایا وَمَا ارسلنک اِلَّا رحمۃ للعالمین۔ جس طرح عالمین وہاں ہے اسی طرح عالمین یہاں ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ جس کا خدا رب ہے اس کے لیے حضور رحمت ہیں اور ظاہر ہے کہ عالمین میں انبیاء بھی داخل ہیں۔ لہذا آپ ان کے لیے بھی رحمت ہوئے اور یقیناً رحمت مرحوم سے افضل ہے۔

۲۔ رب تعالےٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَک اے محبوب ہم نے تمہارا ذکر بلند کر دیا چنانچہ کلمہ اذان التحیات بلکہ ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ حضور علیہ السلام کا نام رکھا۔ ؎

اذاں کیا جہاں تک ایمان والو ؛ پس ذکر حق ذکر ہے مصطفٰے کا
اذانوں میں خطبوں میں شادی وغم میں ؛ غرض ذکر ہوتا ہے ہر جا تمہارا

۳۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قیامت کے دن میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں گا۔ اور حضرت آدم کی اولاد میں انبیاء کرام بھی ہیں۔ لہذا آپ نبیوں سے افضل قرار پائے۔

۴۔ آپ جنت میں سب پیغمبروں سے پہلے داخل ہوں گے، جب سب قیامت کے دن خاموش ہوں گے تو آپ ہی رب سے کلام فرمائیں گے، آپ کو ہی حبیب اللہ کا خطاب ملا۔

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ

میرے پاس جبریل امین آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلاً اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ ترجمہ میں نے زمین کے مشارق اور مغارب کو دیکھا میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ امامِ اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے سبھی میں نے چھان ڈالے
تیرے پایہ کا نہ پایا، تجھے یک نے یک بنایا!

ایک اعتراض کا جواب

اگر حضور علیہ السلام تمام نبیوں سے افضل ہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا لَا تُفَضِّلُوْنِیْ بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ مجھے نبیوں پر فضیلت نہ دو۔

الجواب:۔ علامہ قاضی عیاض، ملا علی قاری اور علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے اس اعتراض کے کئی جوابات دیے ہیں ان میں سے چند اختصاراً نقل کیے جاتے ہیں۔

۱ جب حضور علیہ السلام نے لا تفضلونی بین الانبیاء فرمایا تو اس وقت آپ کو یہ علم نہ تھا کہ آپ اولادِ آدم کے سردار ہیں۔

۲:۔ آپ نے تکبر سے بچنے کے لیے اور عجز و انکساری اور اظہارِ تواضع کے لیے یہ فرمایا کہ مجھے دوسرے نبیوں پر فضیلت نہ دو۔

۳:۔ اس حدیث کا منشا یہ تھا کہ نبیوں کو اس طرح ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو کہ ان میں سے ایک کی فضیلت بیان کرتے وقت دوسرے کی تنقیص کا ارتکاب کر بیٹھو۔

۴:۔ آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ نفسِ نبوت میں کسی نبی کو کسی دوسرے پر فضیلت نہ دو کہ وصفِ نبوت میں سب نبی برابر ہیں۔ کوئی کسی سے افضل نہیں، ہاں فضیلت خصائص اور معجزات اور کمالات میں ہے۔ چونکہ حضور علیہ السلام کے مراتب، کمالات معجزات اور خصائص دوسرے نبیوں سے کہیں زیادہ ہیں، لہذا آپ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔

(شفا شریف ص۱۴۲، جواہر البحار ج۲ ص۹۸ مرقات ج۱ ص۲۳۳)

افضلُ الملائکہ

حضور نبی کریم رؤف رحیم تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا وقت قریب ہوا تو رب تعالے کی بارگاہ میں عرض کی الٰہی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ تیری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں کہ میری لغزش کو معاف کر دے رب تعالے نے ارشاد فرمایا کہ تو نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانا حالانکہ میں نے ابھی ان کو پیدا بھی نہیں کیا، عرض کی یا اللہ جب تو نے مجھے اپنے ید قدرت سے پیدا فرمایا اور تو نے مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے سر اُٹھا کر دیکھا مجھے عرش کے پایوں پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ لکھا دکھائی دیا میں سمجھ گیا کہ یہ تیری مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ پیارا ہے جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے اس پر خدا تعالے نے ارشاد فرمایا یَا آدَمُ اِنَّہٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ وَاِذْ اَسْأَلْتَنِیْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ فَقَدْ غَفَرْتُ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا غَفَرْتُ لَکَ۔ اے آدم بیشک محمد صلے اللہ علیہ وسلم مجھے ساری مخلوق سے پیارا ہے اب جب کہ تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا ہے تو میں نے تجھے بخش دیا اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو تیری بخشش نہ ہوتی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام تمام مخلوق میں سے رب کے نزدیک زیادہ پیارے ہیں اور مخلوق میں فرشتے بھی آجاتے ہیں لہٰذا آپ فرشتوں سے بھی افضل قرار پائے۔

۲۔ حضور علیہ السلام کی حدیث ہے فرماتے ہیں:۔

وَمَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ قیامت کے دن آدم علیہ السلام اور ان کے سوا تمام ہی دوسرے پیغمبر میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہیں۔

(ب) اب سنئے کہ حضرت آدم علیہ السلام ملائکہ سے افضل ہیں۔ خدا تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائکہ بنایا۔ چنانچہ خدا تعالے ارشاد فرماتے ہیں وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ اور

جبکہ تیرے رب نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْس تو سب نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالےٰ ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے تمام عالمین سے حضرت آدم نوح آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو چن لیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ کے نزدیک تمام عالمین سے حضرت آدم نوح آلِ ابراہیم اور آلِ عمران زیادہ محبوب اور افضل ہیں اور عالمین میں فرشتے بھی داخل ہیں۔ لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہوئے۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور سرکارِ دوعالم حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور پُر نور فرشتوں سے افضل ہیں۔

۳۔ قیامت کے دن جب حضور علیہ السلام مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے تو یَحْمَدُہٗ فِیْہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ تمام اولین اور آخرین آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہوں گے۔ اولین اور آخرین میں فرشتے بھی آجاتے ہیں۔ لہٰذا فرشتے بھی آپ کو مقامِ محمود میں دیکھ کر زبانِ حال سے یوں گویا ہوں گے کہ اے حبیب خدا بے شک تیرے اس مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

۴۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا جس میں تین چیزیں ہوں گی اس نے ایمان کی شیرینی کو پالیا ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس کو اللہ اور اس کا رسول تمام مخلوق سے زیادہ محبوب اور پیارے ہوں۔

اس حدیث پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اگر اللہ تعالےٰ کے بعد کسی کا مرتبہ اور مقام ہے تو وہ سرورِ کونین ہیں اور کوئی مخلوق خواہ انسان ہو جن ہوں یا فرشتے جب تک خدا کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کریں گے کمالِ ایمان کے مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکتے۔ پس ثابت ہوا کہ حضور انسانات، جنات اور ملائکہ سے افضل ہیں

۵۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے جبرائیل امین نے بتایا کہ خدا نے میرے متعلق ارشاد فرمایا کہ اے محبوب میں نے سات چیزوں سے تجھ پر احسان کیا ان میں پہلی یہ ہے کہ اِنِّیْ لَمْ اَخْلُقْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْرَمَ عَلَیَّ مِنْکَ میں نے زمین و آسمان میں کسی ایسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا جو میرے نزدیک تجھ سے بہتر ہو۔

آسمان کی مخلوق میں فرشتے بھی ہیں، لہذا ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک فرشتوں سے آپ کا مرتبہ زیادہ ہے۔

۲ ۔ حضرت بشر بن سعاف فرماتے ہیں کہ ایک دن جمعہ کے روز ہم مسجد میں حضرت عبداللہ بن سلام کے ساتھ بیٹھے تھے کہ عبداللہ بن سلام نے فرمایا اِنَّ اَعْظَمَ اَیَّامِ الدُّنْیَا یَوْمُ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ وَفِیْہِ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ وَاِنَّ اَکْرَمَ خَلِیْفَۃِ اللّٰہِ عَلَی اللّٰہِ اَبُو الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک دنیا کے تمام دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے اس دن خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، اسی دن قیامت قائم ہوگی اور بلاشبہ اللہ کے نزدیک اللہ کی ساری مخلوق میں سے ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں۔ حضرت بشر بن سعاف فرماتے ہیں میں نے کہا کہ کیا ملائکہ سے بھی افضل ہیں تو انہوں نے کہا اے بھتیجے یہ ملائکہ بھی زمین و آسمان ہوا اور پہاڑ کی طرح ایک مخلوق ہے جب ساری مخلوق سے افضل ہے تو ملائکہ بھی مخلوق میں آگئے لہذا آپ ملائکہ سے بھی افضل ہوئے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص۱۳۷)

ملک الموت کا اجازت طلب کرنا

حضور علیہ السلام کی وفات سے تین دن پہلے جبریل امین آپ کے پاس تیمارداری کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص طور پر آپ ہی کے لیے بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ کا کیا حال ہے اور آپ اپنے آپکو کیسا پاتے ہیں، حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے آپ کو مغموم اور مکروب پاتا ہوں، دوسرا دن ہوا تو جبریل امین نے پھر یہی آکر عرض کی آپ نے پھر وہی جواب دیا جب تیسرا دن ہوا تو جبریل امین حضرت عزرائیل علیہ السلام کو لے کر آپ کے در دولت پر حاضر ہوئے اور ان دونوں کے ساتھ وہ فرشتہ بھی تھا جو ہوا میں معلق رہتا ہے جو نہ کبھی زمین پر اترا اور نہ کبھی آسمان پر چڑھا ہے اس فرشتے کا نام اسمٰعیل ہے اور وہ ستر ہزار فرشتوں پر حکمران ہے اور ان ستر ہزار میں سے ہر فرشتہ ستر ہزار فرشتوں پر حاکم ہے ان سب فرشتوں سے پہلے جبریل امین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کس طرح پاتے ہیں آپ نے فرمایا میں اپنے آپ کو مغموم اور مکروب پاتا ہوں پھر ملک الموت نے دروازے پر

آکر اجازت طلب کی ، جبریل امین نے عرض کی یا رسول اللہ ملک الموت آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگتے ہیں انہوں نے آپ سے پہلے کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت طلب کریں گے۔ آپ نے جبریل امین سے فرمایا ان کو اندر آنے کی اجازت دے دو ، ملک الموت مکان میں داخل ہوئے اور رسولِ اکرم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ خدا تعالےٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں ، اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی روح قبض کروں ، اور اگر آپ اجازت نہ دیں تو میں روح قبض نہ کروں ، آپ نے ملک الموت سے فرمایا کیا تم یہ کر سکو گے اس نے عرض کی ہاں مجھے یہی حکم ہوا ہے ۔حضور علیہ السلام نے جبریل امین کی طرف دیکھا تو جبریل امین نے عرض کی یا رسول اللہ اِنَّ اللہَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ بے شک اللہ تعالےٰ آپکی ملاقات کا مشتاق ہے آپ نے فرمایا اے ملک الموت تجھے جس بات کا حکم ہوا ہے اس کو پورا کرو ، جبریل علیہ السلام نے عرض کی السلام علیک یا رسول اللہ زمین پر میرا یہ آخری پھیرا ہے ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے ۔ کہ جبریل امین نے عرض کی تو بودی حاجت من از دنیا و برائے تو می آمدم بدنیا یعنی میرے دنیا میں آنے کا مقصود اور مطلوب آپ تھے میں آپ ہی کے لئے دنیا میں آتا تھا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے وفات پائی اور اہل بیت کے پاس ایک آنے والا آیا جس کی آواز سنائی دیتی تھی لیکن جسم نظر نہ آتا تھا اس نے آکر کہا السلام علیکم یا اہل البیت و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ہر نفس کے لئے موت ہے اور قیامت کے دن تمہیں پورا پورا اجر ملے گا اور ہر مصیبت سے صبر ہے آپ اللہ کے ساتھ بھروسہ رکھیں اور اللہ ہی سے امید رکھیں ، حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کیا جانتے ہو کہ یہ کون ہیں یہ خضر علیہ السلام ہیں ۔

حضرت جبریل امین نے جو یہ فرمایا کہ میرا یہ دنیا میں آخری پھیرا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یا رسول اللہ چونکہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا ۔ لہٰذا میں کسی نئی شریعت کے احکام لے کر نازل نہیں ہوں گا ۔ اگر یہ مطلب لیا جائے کہ حضور علیہ السلام کے بعد جبریل امین زمین پر نازل نہیں ہوئے تو قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ شب قدر میں فرشتے اور روح الامین نازل ہوتے ہیں ، جبریل امین لیلۃ القدر میں بعض خوش نصیب لوگوں سے مصافحہ بھی کرتے ہیں ۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جس کے ساتھ وہ مصافحہ کرتے ہیں اس

پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ میرے بھائی نے جس رات وفات پائی، اس رات اس نے مجھ سے پانی مانگا میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا اختتام نماز پر میں نے اسے پانی کا پیالہ پیش کیا تو اس نے کہا میں نے ابھی پیا ہے میں نے کہا تجھے پانی کس نے دیا حالانکہ اس کمرے میں میرے اور تیرے سوا کوئی تیسرا آدمی نہیں اس نے کہا کہ ابھی میرے پاس جبریل امین آئے اور انہوں نے مجھے پانی پلایا۔ وَقَالَ لِيْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ وَاُمُّكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ۔ شرح الصدور ص ۳۴

ترجمہ اور مجھ سے کہا تو تیرا بھائی اور تیری والدہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور نیکوں میں سے بعدازاں میرے بھائی نے وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ملک الموت آپ کے پاس مرض وفات میں اس حال میں آئے کہ آپ کا سر مبارک حضرت علی کی آغوش میں تھا۔ ملک الموت نے اذن چاہا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا حضرت علی نے ان سے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ، ہم لوگ تمہاری طرف متوجہ نہیں ہو سکتے حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ابوالحسن جانتے ہو یہ کون ہے یہ ملک الموت ہے آپ نے فرمایا اے ملک الموت رشد کی حالت میں داخل ہو جاؤ۔ جب ملک الموت داخل ہوئے انہوں نے کہا آپ کا رب آپ پر سلام کہتا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ سے پہلے ملک الموت نے کسی اہل بیت کو سلام نہیں کیا اور نہ آپ کے بعد کسی اہل بیت کو سلام کرے گا۔

(خصائص کبریٰ ص ۲۷۱ ج ۲، مدارج النبوت ص ۵۵۲ ج ۲)

ایک روایت میں ہے کہ جبریل نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ کا رب آپ کو السلام علیک ورحمۃ اللہ کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کو شفا دے دوں اور کفایت کروں اور اگر آپ چاہیں تو آپ کو وفات دوں اور بخش دوں۔ آپ نے فرمایا میرا رب جو چاہے میرے ساتھ کرے اور ایک روایت میں ہے کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں آپ ہمیشہ رہیں اور پھر جنت میں تشریف لے جائیں یا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ رب کی ملاقات کریں اور پھر جنت میں تشریف لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں رب تعالیٰ کی ملاقات اور پھر جنت کو پسند کرتا ہوں۔ (حلبیہ ص ۳۸۱ ج ۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کی وفات کا دن آیا تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت سے فرمایا کہ زمین پر میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا اور بغیر اجازت ان کے ہاں داخل نہ ہونا اور بے اجازت ان کی روح قبض نہ کرنا پس ملک الموت ایک اعرابی کی صورت میں حضور علیہ السلام کے دروازے پر آیا اور کہا السلام علیکم اہل بیتِ نبوت ومعدن الرسالت ومختلف الملائکہ مجھے اجازت دو کہ میں تم پر خداوند تعالیٰ کی رحمت لاؤں اس وقت حضرت فاطمۃ الزہراء حضور علیہ السلام کے سرہانے تشریف فرما تھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ پیغمبر علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہے لہذا اس وقت ملاقات نہیں ہوسکتی، ملک الموت نے دوبارہ اجازت طلب کی وہی جواب سُنا، تیسری مرتبہ اجازت طلب کی اور اس مرتبہ بلند آواز سے اجازت طلب کی اس آواز سے گھر کا ہر فرد لرزہ براندام ہوگیا اس اثناء میں حضور علیہ السلام کو ذرا ہوش آیا اور آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، ساری صورتِ حال آپ کے سامنے پیش کی گئی، آپ نے فرمایا اے فاطمہ جانتی ہو یہ کون ہے یہ لذات اور شہوات کو قطع کرنے والا، جماعتوں کو جدا کرنے والا ہے عورتوں کو بیوہ کرنے والا اور بچوں کو یتیم کرنے والا ملک الموت ہے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سُنا تو گریہ وزاری شروع کردی۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا بیٹی رو دو نہیں تمہارے رونے سے عرش الٰہی کے اٹھانے والے فرشتے بھی رو رہے ہیں۔ پھر اپنے ہاتھوں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اشک شوئی فرمائی اور آپ کو بشارت دی کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تو مجھے آکر ملے گی اور تو جنتی عورتوں کی سردار ہے۔ پھر فرمایا کہ اے فاطمہ اپنے فرزندوں کو لاؤ آپ نے حسنین کریمین کو آپ کی بارگاہ میں پیش فرمایا۔ انہوں نے جب اپنے نانا جان کو شدید درد وکرب میں مبتلا دیکھا تو رونا شروع کردیا اور ان کے رونے سے گھر کا ہر فرد رونے لگا۔ (مدارج النبوت ج۲ ص۵۵۳)

جد محبوب پیارے دچھڑن کون رووے مڑ تھوڑا

سب روگاں دا رُگ محمد جس دا نام وچھوڑا

پناہ خدا دی قسم خدا دی بُرے نہیں وقت جدائیاں

اگلے لوگ جدائیاں کولوں دیندے گئے نیں دہائیاں

ایک روایت میں ہے کہ جب ملک الموت اعرابی کی شکل میں آیا تو اس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی پس اسے اجازت دی گئی اس نے عرض کی السلام علیکم ایہا النبی خدا تعالےٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور مجھے اس نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اجازت سے آپ کی روح قبض کر دوں، حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت جب تک میرے پاس میرے بھائی جبریل امین نہ آئیں اس وقت تک میری روح کو قبض نہ کرنا اسی وقت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے آپ نے فرمایا اے جبریل ایسے وقت میں مجھے تنہا چھوڑتے ہو۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپکے لیے بشارت لایا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے مالک جہنم سے فرمایا کہ آج آتش دوزخ کو سرد کر دو کہ میرے محبوب کی روح مقدسہ آسمان پر آرہی ہے، حوروں کو حکم دیا گیا کہ وہ خوب آراستہ پیراستہ ہو جائیں فرشتوں کو حکم ہوا کہ صف بستہ کھڑے ہو جائیں کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم آرہی ہے اور مجھے خدا نے حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور میرے محبوب سے کہو کہ جنت تمام نبیوں اور امتوں پر حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت اس میں داخل نہ ہوں اور قیامت کے دن آپکی امت کے بارے میں خدا آپ کو اتنا دے گا۔ کہ آپ راضی ہو جائیں گے اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت جس بات کا تمہیں حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کرو پس ملک الموت نے آپ کی روح کو قبض کیا اور اعلیٰ علیین میں لے گئے اور یہ کہتے ہوئے گئے کہ یا محمداہ یا رسول رب العالمین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آسمان سے فرشتے کی آواز سنتا تھا جو کہتا تھا وا محمداہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپکی روح مقدسہ قبض ہوئی تو میں نے ایک ایسی خوشبو محسوس کی کہ اس سے بہتر خوشبو مجھے کبھی محسوس نہیں ہوئی۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ قبض روح کے بعد میں نے حضور علیہ السلام کے سینے پر ہاتھ رکھا تو کئی جمعوں تک میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو آتی رہی حالانکہ میں نے اپنے ہاتھوں کو کئی بار دھویا اور ان کے ساتھ کھانا بھی تناول فرمایا۔

(مدارج النبوت ص ۵۵۵ ج ۲ ، معارج النبوت رکن چہارم ص ۲۳)

علاوہ ازیں جبریل امین بھی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں اجازت لے کر حاضر ہوتے تھے چنانچہ علامہ عبدالوہاب نے لکھا ہے کہ حضرت ابو رافع فرمایا کرتے تھے۔ کہ کان جبرئیل

عَلَیْہِ السَّلَامُ اِذَا اَتَی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقِفُ عَلَی الْبَابِ ثُمَّ یَسْتَاْذِنُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا سَمِعَ عَنْ صَوْتَہٗ فَیَخْرُجُ وَلَا فَیَاْخُذُہٗ دَیَدْخُلُ بِہٖ اَلْبَیْتَ دَرُبَّمَا یَقِفُ عَلَی الْبَابِ حَتّٰی یَنْقَضِیَ نَوْحٌ وَلَمْ یَدْخُلْ ۔ (کشف الغمہ ص۱۱)

ترجمہ: حضرت جبریل علیہ السلام نبی پاک کے پاس آتے تو دروازے پر ٹھہر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آواز سن کر پہچان جاتے پس جلدی سے باہر تشریف لاتے اور جبریل امین کو اپنے ساتھ گھر میں لے جاتے اور اکثر یوں ہوتا کہ ان کے ساتھ دروازے پر کھڑے رہتے حتیٰ کہ وحی اختتام پذیر ہو جاتی اور وہ جبریل (گھر میں) داخل نہ ہوتے۔

ان کے گھر میں بے اجازت جبرائیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلِ بیت (ذوقِ نعت)

آپ کی قبر مبارک عرش الٰہی سے افضل ہے۔

اجماعِ امت اور اتفاق علماء سے یہ بات ثابت ہے کہ تمام ملکوں اور شہروں سے افضل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہیں لیکن ان دونوں کی فضیلت میں ایک دوسرے کی نسبت اختلاف ہے تمام علماء کے اجماع کے بعد یہ ثابت ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا جو حضور علیہ السلام کے جسم مبارک سے ملا ہوا ہے وہ تمام اجزائے زمین یہاں تک کہ کعبہ سے بھی افضل ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہی ٹکڑا تمام آسمان بلکہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ اگر تمام اجزائے زمین کو آسمان پر اس وجہ سے فضیلت دی جائے کہ حضور علیہ السلام کی قبر انور زمین پر ہے تو موزوں ہے۔ موضع قبر شریف کو مستثنیٰ کرنے کے بعد اختلاف اس میں ہے کہ بقیہ مدینہ مکہ سے افضل ہے یا نہیں۔ حضرت عمر۔ عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام امام مالک اور مدینہ کے اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ افضل ہے۔ اور بہت سے علماء مدینہ طیبہ کی افضلیت کے مسئلہ پر ان حضرات سے متفق ہیں۔ لیکن کعبہ شریف کا استثنا کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مدینہ مکہ سے سوائے کعبہ کے افضل ہے۔ پس خلاصہ کلام یہ نکلا کہ قبر انور مطلقاً کعبہ اور مکہ سے افضل ہے۔ اور کعبہ معظمہ سوائے قبر شریف کے باقی شہر مدینہ سے افضل ہے اور باقی مدینہ باقی مکہ سے افضل ہے۔ مدینہ طیبہ کی جملہ فضیلتوں میں سے ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ خلاصہ ہژدہ ہزار

عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرقد منیف یہیں ہے احادیث صحیحہ میں مختلف طریقوں سے واقع ہوا ہے کہ ہر آدمی کی پیدائش اسی مٹی سے ہوتی ہے جہاں وہ دفن ہوتا ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں اِنَّ حَبَشِیًّا دُفِنَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم دُفِنَ بِالطِّیْنَۃِ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْہَا ایک حبشی مدینہ منورہ میں دفن کیا گیا تو اللہ کے رسول نے فرمایا جس مٹی سے اس کی پیدائش ہوئی ہے اسی مٹی میں دفن کیا گیا۔ (شرح الصدور صہ۴۱)

حضرت ہلال بن یساف رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا وَ فِیْ سُرَّتِہٖ مِنْ تُرْبَۃِ الْاَرْضِ الَّتِیْ یَمُوْتُ فِیْہَا نہیں کوئی پیدا ہونا پیدا ہونے والا مگر یہ کہ اس کی ناف میں اس زمین کی مٹی ہوتی ہے۔ جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے۔ (شرح الصدور صہ۴۲)

چونکہ جہاں کسی نے دفن ہونا ہوتا ہے اسی جگہ کی مٹی سے اس کی پیدائش ہوتی ہے اور مدینہ طیبہ میں حضور علیہ السلام کی مرقد انور کے علاوہ اکثر آل، اصحاب اور تابعین کے مزارات ہیں لہٰذا مدینہ منورہ کی فضیلت اور شرف کے لیے یہی کافی ہے اور اسی سے مدینہ منورہ کی افضلیت ثابت ہوگئی۔

(جذب القلوب صہ۲۶)

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ ❁ کہ سب جنتیں ہیں نثار مدینہ!
سیر گلشن کون دیکھے دشت طیبہ چھوڑ کر ❁ سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

(ذوق نعت)
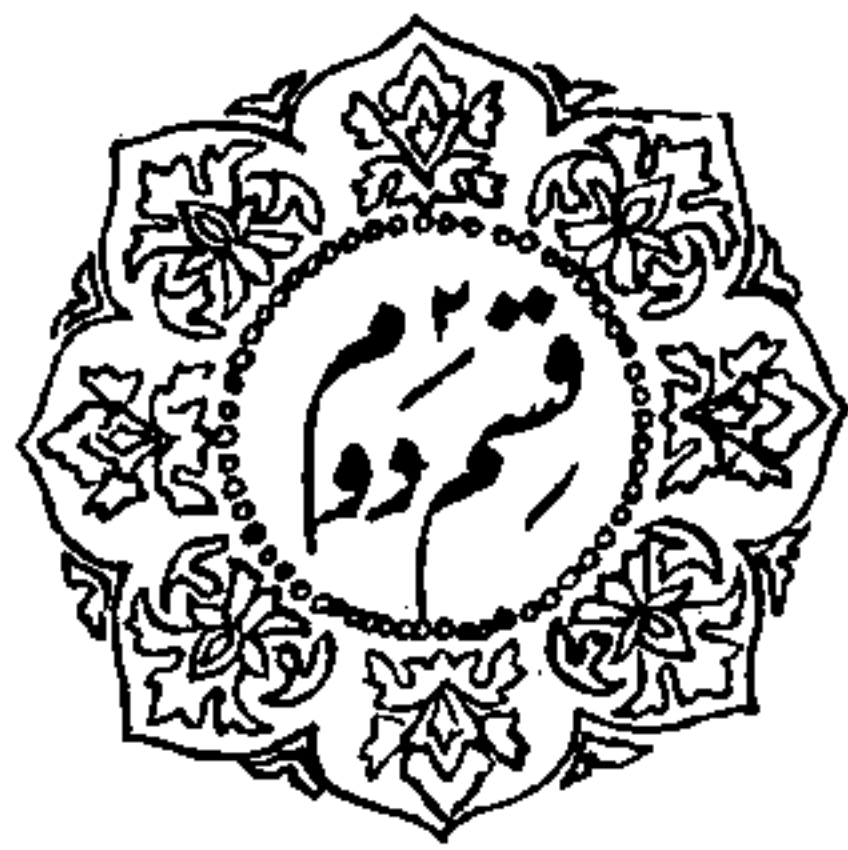
اس قسم میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وُہ خصائص بیان کیے جائیں گے جن کا تعلق آپ کی اخروی زندگی کے ساتھ ہے۔

انشقاقِ قبر

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ فَاَجْلِسُ جَالِسًا فِيْ قَبْرِيْ فَيُفْتَحُ بَابٌ اِلَى السَّمَآءِ بِحِيَالِ رَاْسِيْ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَى الْعَرْشِ ثُمَّ يُفْتَحُ لِيْ بَابٌ مِنْ تَحْتِيْ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَى الْاَرْضِ السَّابِعَةِ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَى الثَّرٰى ثُمَّ يُفْتَحُ بَابٌ عَنْ يَمِيْنِيْ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَنَازِلِ اَصْحَابِيْ وَاِنَّ الْاَرْضَ تَحَرَّكَتْ بِيْ فَقُلْتُ لَهَا مَالَكِ اَيَّتُهَا الْاَرْضُ فَقَالَتْ اِنَّ رَبِّيْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُلْقِيَ مَا فِيْ جَوْفِيْ. (تفسیر مظہری ص ۲۳۸)

ترجمہ: سب سے پہلے میری قبر کھُلے گی، میں اپنی قبر میں بیٹھ جاؤں گا میرے سر کے بالمقابل آسمان کی طرف ایک دروازہ کھولا جائے گا، یہاں تک کہ میں عرش کو دیکھ لوں گا، پھر میرے نیچے میرے لیے ایک دروازہ کھولا جائے گا، یہاں تک کہ میں ساتویں زمین دیکھ لوں گا حتیٰ کہ تحت الثریٰ تک میری نظر پہنچ جائے گی۔ پھر میرے دائیں طرف ایک دروازہ کھولا جائے گا۔ حتیٰ کہ میں جنت اور اپنے صحابہ کے مکانات دیکھ لوں گا۔ اور زمین مجھ سے حرکت کرے گی، میں اُسے کہوں گا اے زمین تجھے کیا ہوگیا ہے پس وہ جواب دے گی، کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میرے پیٹ میں جو کچھ ہے میں اسے باہر نکال پھینکوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح تخلیق میں اوّلیت کا سہرا آپ کے سر پر ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ یا اقرارِ ربوبیت میں آپ نے سب سے پہلے بَلٰی فرمایا اسی طرح آخرت میں

بھی اوّلیت کا تاج آپ ہی کے سر پر رکھا جائے گا اس طرح کہ سب سے پہلے آپ کی قبر مبارک کھلے گی، سب سے پہلے آپکو سجدہ کا حکم ہوگا، سب سے پہلے آپ ہی سجدے سے سر اٹھائیں گے، سب سے پہلے آپکو اللہ تعالےٰ کا دیدار ہوگا۔ سب سے پہلے آپ کی امت کا فیصلہ ہوگا۔ سب سے پہلے آپ اپنی امت کو لیکر پلصراط سے گزریں گے۔ اوّل حضور علیہ السلام ہی کو شفاعت کی اجازت ہوگی۔ اوّل آپ ہی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے۔ اور اوّل حضور علیہ السلام ہی جنت میں تشریف فرما ہوں گے۔

اوّلیتِ افاقہ

قیامت کی ابتداء صور پھونکنے سے ہوگی۔ صور پھونکنے کا ذکر قرآن و احادیث میں موجود ہے۔ صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ط

ترجمہ اور صور میں پھونکا جائے گا سو بے ہوش ہو جائیں گے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سوائے ان کے جن کا ہوش میں رہنا اللہ چاہے پھر دوبارہ صور میں پھونکا جائے گا تو وہ فوراً کھڑے ہو جائینگے ہر طرف دیکھتے ہوئے۔

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہو جائیں (اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ) پھر زندہ تو مر جائیں گے اور جو مر چکے تھے ان کی روحوں پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی اس کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو مردوں کی روحیں ان کے بدنوں میں واپس آجائیں گی۔ اور جو بے ہوش تھے ان کی بے ہوشی دور ہو جائے گی اور افاقہ ہو جائے گا۔ سب سے پہلے حضور علیہ السلام کو افاقہ ہوگا چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

فَاِنَّ النَّاسَ یَصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاَصْعَقُ مَعَھُمْ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ۔ ترجمہ قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوکر گر پڑیں گے اور ان کے ساتھ میں بھی بیہوش ہو جاؤں گا۔ پھر سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جس کو ہوش آئے گا۔ (مشکوٰۃ باب بدء الخلق)

ملائکہ کی معیت

حضرت نبیہہ بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اس مجلس میں رسول پاک علیہ السلام کا ذکر ہوا، حضرت کعب نے فرمایا:-

مَا مِنْ یَوْمٍ یَطْلُعُ اِلَّا نَزَلَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلَائِکَةِ حَتّٰی یَحُفُّوْا بِقَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَضْرِبُوْنَ بِاَجْنِحَتِهِمْ وَیُصَلُّوْنَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰی اِذَا اَمْسَوْا عَرَجُوْا وَهَبَطَ مِثْلُهُمْ فَصَنَعُوْا مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰی اِذَا انْشَقَّتْ عَنْهُ الْاَرْضُ خَرَجَ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلَائِکَةِ یَزُفُّوْنَ ۔ (مشکوٰۃ باب الکرامات)

ترجمہ: کوئی دن طلوع نہیں کرتا مگر اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے بازو قبر پر پھیلا دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب شام ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے دوسرے آجاتے ہیں۔ اور صبح تک یہی کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہیگا جب کہ آپ کی قبر کھلے گی۔ اور آپ قبر سے برآمد ہوں گے اور ستر ہزار فرشتے رب کے محبوب کو بارگاہِ رب العزت میں لے جائیں گے۔

یہ جتنے بھی فرشتے حضور علیہ السلام کے روضہ انور پر حاضر ہوتے ہیں ان کو ایک مرتبہ حاضری کا موقعہ ملتا ہے جو ایک مرتبہ آکر چلے جاتے ہیں ان کو قیامت تک دوبارہ آنے کی اجازت نہیں، جیسے کہ علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے۔ کہ لَا یَعُوْدُوْنَ اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ
یعنی قیامت تک دوبارہ نہ آئیں گے۔ (سیرت حلبیہ صفحہ ۳۴۸)

اب ذرا غور کیجیے کہ فرشتے نوری ہم خاکی، وہ گناہ سے معصوم اور ہم گناہ کے پتلے لیکن اس کے باوجود ان کو صرف ایک مرتبہ روضۂ انور کی حاضری نصیب ہوتی ہے اور ہم گناہگاروں کو حکم ہے کہ جب چاہو اور جتنی مرتبہ چاہو میرے محبوب کے روضۂ انور کی زیارت کر لیا کرو کہ تم میرے

محبوب کی پیاری امت ہو۔
اس حدیث سے حضور علیہ السلام کے روضہ انور کی عظمت شان اور رفعت قدر و منزلت کا پتہ چلتا ہے۔
کہ جس قبرِ انور کی زیارت کے لیے فرشتے بے چین اور بے قرار رہتے ہیں اور ان کی آمد کا سلسلہ صبح و شام جاری
ہے۔ وہ کیسی عظیم الشان ہوگی، یہی وجہ ہے کہ ہر مومن اس بات کا خواہش مند رہتا ہے کہ مجھے حضور علیہ السلام کے
روضہ کی حاضری کے مواقع زیادہ سے زیادہ نصیب ہوں بلکہ عشاق تو روضۂ انور کی جدائی کو ناقابلِ برداشت
تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

سایۂ دیوارِ جاناں میں ہو بستر خاک پر
آرزوئے تاج و تخت خسروی اچھی نہیں
تختِ سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

لیکن بعض ناخلف مدینہ طیبہ کی حاضری کو ناجائز قرار دیتے ہیں بلکہ روضۂ انور کی زیارت کے سفر کو گناہ تصور
کرتے ہیں چنانچہ مولوی حمداللہ داجوی نے البصائر میں ابن تیمیہ کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے وَالسَّفَرُ
اِلَی الزِّیَارَۃِ النَّبَوِیَّۃِ مَعْصِیَۃٌ" یعنی نبی پاک کی زیارت کا سفر گناہ[1] ہے۔ یہ ہے عقیدہ ابن تیمیہ کا جس
کو شیخ الاسلام[2] لکھتے ہوئے دیوبندی حضرات فخر محسوس کرتے ہیں۔ کیا ایسے بدعقیدہ انسان کے متعلق تصور کیا
جاسکتا ہے کہ اس کو رسول پاک سے محبت ہوگی، ظاہر ہے کہ ایسے نالائق کو نبی کریم سے دور کا بھی واسطہ نہیں
ہوسکتا ہے کیوں کہ یہ عبارت ابن تیمیہ کی بدعقیدگی، بدباطنی اور نبی سے عداوت پر دلالت کرتی ہے لہذا جس
ارشادِ محبوبِ خدا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ یعنی تم میں سے
کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ

---

[1] مولوی عبدالتواب ملتانی غیر مقلد (وہابی) نے بلوغ المرام کے حاشیہ ص۱۵۲ پر زیر حدیث "نہیں باندھے جاتے کجاوے
مگر طرف تین مسجد کے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری مسجد" لکھا ہے کہ صالح لوگوں کی قبروں اور فضیلت والے مواضع کی طرف
سفر کرنا حرام ہے۔ اس کے برعکس حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ انبیاء، صحابہ و تابعین، علماء اور اولیاء
اللہ کی زیارت یعنی جن لوگوں کا دیکھنا زندگی میں موجب برکت ہے تو ان کے مرنے کے بعد ان کی قبروں کی زیارت باعث
برکت ہے اور اسی غرض کے لیے سفر کرنا درست ہے۔ (احیاء علوم الدین ص۳۰۸، کیمیائے سعادت ص۲۷۲)

ہوجاؤں۔ دیوبندی حضرات اس نام نہاد شیخ الاسلام کے ایمان کی خیر منائیں۔ ابن تیمیہ کے اس عقیدہ کا حدیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصادم ہوتا ہے کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ جَاءَ نِیْ زَائِرًا لَا تَعْمَلُهُ حَاجَةٌ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَیَّ اَنْ اَکُوْنَ لَهُ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ

ترجمہ: جو خالص میری زیارت کو آئے اور اُسے سوائے اس کام کے دوسرا کوئی کام نہ ہو، مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔ (کشف الغمہ ط۱ ۲۲۹، جذب القلوب صـ ۲۹۹)

ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا کہ مَنْ حَجَّ اِلٰی مَکَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ کُتِبَتْ لَهُ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِ جس نے مکہ شریف کا حج کیا پھر میری مسجد میں میری زیارۃ کا ارادہ کیا اس کیواسطے دو حج مبرور لکھے جاتے ہیں۔ (جذب القلوب صـ ۳۰۱) اور جو عقیدہ قرآن و حدیث سے متصادم ہو وہ باطل ہے۔ ابن تیمیہ کے ایسے ہی ایک دو عقیدے اور سنئے وہ کہتا ہے وَیَجُوْزُ لِلْجُنُبِ اَنْ یُّصَلِّیَ النَّافِلَةَ فِی اللَّیْلِ جو شخص اپنی بیوی کے پاس جائے وہ بغیر غسل کئے نفل نماز پڑھ سکتا ہے (البصائر صـ ۱۵۲) مقصد یہ ہے کہ ایک پلید آدمی نہائے بغیر نفل نماز پڑھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں حالاں کہ جمہور اہلسنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ وَکَذَا اِذَا صَلّٰی بِغَیْرِ الْقِبْلَةِ اَوْ بِغَیْرِ طَهَارَةٍ مُتَعَمِّدًا یَکْفُرُ۔ اور اسی طرح اگر کوئی بغیر استقبال قبلہ کے یا بغیر پاکیزگی کے قصداً نماز پڑھے تو اہل کلام کے نزدیک اس نے کفر کیا (خواہ نماز نفل

ل جب ابن تیمیہ نے کھلے الفاظ میں فتویٰ دیدیا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا سفرِ معصیت ہے جس میں نماز قصر نہ کرنی چاہئے۔ بنا بریں زائرین کے علاوہ فرشتے بھی جو ہر روز صبح و شام آسمان سے اتر کر روضہ شریف پر حاضر ہوتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اسی معصیت میں مبتلا ہیں۔

ابنِ تیمیہ کے اس فتوے سے شام و مصر میں بڑا فتنہ برپا ہوا۔ شامیوں نے ابن تیمیہ کے بارے میں استفتاء کیا۔ علامہ برہان الدین الفرکاح فزاری نے قریباً چالیس سطر کا مضمون لکھ کر اسے کافر بتایا۔ علامہ شہاب الدین بن جہبل نے اس سے اتفاق کیا۔ مصر میں یہی فتوے مذاہب اربعہ کے چاروں قضاۃ پر پیش کیا گیا۔ بدر بن جماعہ شافعی نے لکھ دیا کہ مفتی یعنی ابن تیمیہ کو ایسے فتاویٰ باطلہ سے بزجر و توبیخ منع کیا جائے اگر باز نہ آئے تو قید کیا جائے۔ محمد بن الجریری انصاری حنفی نے لکھا کہ اسی وقت بلا کسی شرط کے قید کیا جائے۔ محمد بن ابی بکر مالکی نے کہا کہ اسے اس قسم کی زجر و توبیخ کی جائے کہ ایسے مفاسد سے باز آجائے۔ احمد بن عمر مقدسی حنبلی نے بھی ایسا ہی لکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابن تیمیہ شعبان ۷۲۶ھ میں دمشق کے قلعہ میں قید کیا گیا اور قید ہی میں، ۲۰ ذیقعدۃ الحرام ۷۲۸ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوا۔ (السیف الصقیل

ہو یا فرضی، (شرح عقائد ص۱۵۷) شرح عقائد کی اس عبارت کا مقابلہ ابن تیمیہ کے عقیدے سے کیجئے تو ثابت ہوگا کہ اس شیخ بدنام کا عقیدہ کفر کی دعوت دیتا ہے۔

اسی البصائر کے اسی صفحہ پر ابن تیمیہ کا ایک عقیدہ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ كُلُّ صَلٰوةٍ تُرِكَتْ عَمَدًا فَقَضَاءُهَا لَيْسَ بِلَازِمٍ ہر وہ نماز جو جان بوجھ کر چھوڑ دی جائے اس کی قضا ضروری نہیں۔

حالانکہ احناف کا مسلک یہ ہے کہ بلا عذر شرعی نماز قضا کر دینا بہت سخت گناہ ہے اس پر فرض ہے کہ قضا پڑھے اور سچے دل سے توبہ کرے تو بہ حج مقبول سے گناہِ تاخیر معاف ہو جائے گا توبہ جب ہی صحیح ہے کہ قضا پڑھ لے۔

دیو بندی حضرات کو دعوتِ غور و فکر دی جاتی ہے کہ وہ عقل سلیم اور فکر مستقیم سے سوچیں کہ جس شخص کے ایسے عقیدے ہوں بھلا اس کا اسلام سے کیا تعلق رہ جاتا ہے اور اس کو شیخ الاسلام کہنا کہاں تک درست ہوگا۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے متعلق لکھا ہے هُوَ رَجُلٌ عِلْمُهٗ اَكْبَرُ مِنْ عَقْلِهٖ حَتّٰى قِيْلَ اِنَّ مَنْ سَمّٰى ابْنَ تَيْمِيَةَ شَيْخُ الْاِسْلَامِ فَهُوَ كَافِرٌ نبراس ص۱۱۶ حاشیہ ۳ (البصائر ص۱۵۳) وہ ایسا آدمی ہے جس کا علم اس کی عقل سے بڑا ہے یہاں تک کہ یہ کہا گیا ہے کہ جو ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے وہ کافر ہے۔

دیابنہ کو چاہئے کہ وہ ابن تیمیہ کو نہ شیخ الاسلام کہیں اور نہ کفر کا ارتکاب کریں امید ہے کہ ہمارے اس مشورے پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے گا۔

شفاعت

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن حضور علیہ السلام کی شفاعت آٹھ قسم کی ہوگی ان میں سے پہلی شفاعت کبریٰ ہوگی جس سے تمام انبیاء اولیاء اصفیاء شہداء مومنین کفار مشرکین منافقین اور دھریہ قسم کے لوگوں کو یہ فائدہ پہنچے گا کہ ان کا حساب جلد شروع ہوگا

۱۔ شفاعتِ کبریٰ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ مضطرب اور

پریشان ہونگے اور آپسمیں کہیں گے کہ کاش ہم کسی کو سفارش کے لیے تیار کرتے تاکہ وہ ہمارے پروردگار
سے ہماری شفاعت کرتا اور ہمیں اس تکلیف سے نجات دلاتا چنانچہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس
جائیں گے اور کہیں گے اے آدم (علیہ السلام) تم لوگوں کے باپ ہو خدا تعالیٰ نے تمہیں اپنے بدقدرت
سے بنایا تمہیں اپنی جنت میں رکھا تمہیں مسجود ملائکہ بنایا اور ہر چیز کے نام سکھائے تم اپنے پروردگار سے
ہماری سفارش کر دو کہ ہمیں اس جگہ سے نکال کر راحت اور اطمینان بخشے حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے کہ
میں شفاعت کے قابل نہیں ہوں پھر آپ کو اپنی لغزش یاد آجائے گی کہ آپ نے شجرہ ممنوعہ کا پھل کھالیا تھا
آپ کہیں گے کہ نوح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ چنانچہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور
شفاعت کی خواہش ظاہر کریں گے حضرت نوح کہیں گے کہ میں شفاعت کا اہل نہیں آپ کو اپنی خطا یاد آجائے
گی۔ کہ خدا سے وہ سوال کیا تھا جس کا آپ کو علم نہ تھا پس آپ اپنے پروردگار سے شرمائیں گے کہ میں اس
قابل نہیں تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ آپ کے پاس آئیں گے آپ فرمائیں گے کہ میں اس قابل
نہیں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان سے خدا نے کلام کیا اور انہیں تورات دی، لوگ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے لیکن وہ کہیں گے مجھ میں اتنی قابلیت کہاں پھر وہ اپنی اس خطا کا ذکر
کریں گے کہ آپ نے ایک قبطی کو مار دیا تھا پس اس وجہ سے خدا سے شرمانے لگیں گے اور کہیں گے کہ تم
عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو خدا کے بندے اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں وہ یہاں آئیں گے لیکن
آپ فرمائیں گے میں اس جگہ کے قابل نہیں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ کہ ان کے اوّل اور آخر تمام
گناہ بخش دیے گئے پس وہ سب میرے پاس آئیں گے۔ میں کھڑا ہو جاؤں گا اپنے رب سے اجازت چاہونگا
جب اسے دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا۔ جب تک خدا کو منظور ہوگا۔ میں سجدے میں ہی رہونگا
پھر فرمایا جائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر اٹھایئے کہیے سنا جائے گا شفاعت کیجئے قبول
ہوگی۔ مانگئے دیا جائے گا پس میں سر اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی وہ تعریف کروں گا جو وہ مجھے سکھائے
گا۔ پھر میں سفارش پیش کروں گا میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں انہیں جنت میں پہنچاؤنگا
اسی طرح تین مرتبہ حضور علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی عَسٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا قریب
ہے کہ تیرا رب تجھ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا اور فرمایا یہی وہ مقام محمود ہے جس کا وعدہ خدا نے
تمہارے نبی سے کیا ہے۔

اس حدیث پاک سے مندرجہ ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ شفاعتِ کبریٰ کا سہرا حضور علیہ السلام ہی کے سر پر ہو گا گو آدم علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر ہیں اور آپکو تمام بنی نوع انسان کے باپ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کو معصوم نوریوں نے سجدہ کیا لیکن اس کے باوجود صاف صاف فرمادیں گے کہ اَنَا بَعِيْدٌ مِّنْ مَّقَامِ الشَّفَاعَتِ میں مقامِ شفاعت سے بہت دور ہوں حضرت نوح علیہ السلام رب تعالےٰ کے وہ پیغمبر ہیں جنہوں نے ساڑھے نوسو سال دنیا میں رہ کر احکاماتِ الٰہیہ کی تبلیغ کی ہے سینکڑوں سال راہِ خدا میں پتھر کھائے ہر روز اپنے خون میں نہانے والے سالہاسال خوفِ خدا میں رونے والے نبی ہیں لیکن آج شفاعت سے صاف انکار فرما رہے ہیں حضرت ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں آپ پر خدا نے نارِ نمرود کو گلزار بنایا آپ نے نمرودیوں کے بتوں کو توڑ کر علم توحید بلند کیا آپ جدّ الانبیاء ہیں لیکن آپ بھی شفاعت نہ کریں گے، اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی صاف انکار فرما دیں گے، آخر کار سب کی مشکل امام الانبیاء کی بارگاہ میں حل ہوگی۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ تمام نبیوں سے افضل ہیں۔

؎ خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی نہیں
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے (اعلیحضرت)

۲۔ تمام لوگوں کو مختلف نبیوں کی بارگاہ میں بھیجنے میں یہ حکمت ہے کہ اگر اوّلاً ہی امام الانبیاء کی بارگاہ میں لوگ چلے جاتے اور آپ ان کی شفاعت فرما دیتے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہہ دیتا، اگر ہم کسی دوسرے نبی کی پاس جاتے تو وہ بھی ہماری شفاعت کر دیتے اللہ تعالےٰ نے تمام لوگوں کو بڑے بڑے جلیل القدر نبیوں کے دروازوں پر پھرایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آج کوئی بھی شفاعت کبریٰ کا اہل نہیں اور وہ ہستی جس کو شفاعت کبرے کا تاج زیب دیتا ہے وہ صرف اور صرف ذاتِ مصطفےٰ علیہ السلام ہیں۔ اس سے امام الانبیاء کی رفعت قدر و منزلت، کمالِ قرب تمام رسولوں، جمیع ملائکہ مقربین بلکہ تمام مخلوق پر فضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ انکی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

۳۔ قیامت کے دن باعثِ صد افتخار مقام، مقامِ محمود ہوگا جس پر حضور علیہ السلام فائز ہوں گے، مقامِ محمود کیا ہے اس کے متعلق خود حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا هُوَ الْمَقَامُ الَّذِيْ اَشْفَعُ فِيْهِ لِاُمَّتِيْ یہ وہ جگہ ہے جس میں کھڑے ہو کر میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ (روح المعانی ص ۱۴۱ ج ۱۵)

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا میں مقامِ محمود پہ پہنچایا جاؤں گا ایک انصاری نے عرض کی وہ کونسا مقام ہے آپ نے ارشاد فرمایا جب تمہیں ننگے بدن بے ختنہ کیے لایا جائے گا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے میرے خلیل کو کپڑے پہناؤ پس دو چادریں سفید رنگ کی پہنائی جائے گی اور آپ عرش کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائیں گے پھر میرا لباس لایا جائے گا میں انکی دائیں طرف کھڑا ہوں گا کہ تمام اولین و آخرین رشک کریں گے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۶۴/۱۵)

ایک روایت میں ہے کہ خدا تعالیٰ شفاعت کی اجازت دے گا، پس روح القدس جبریل امین کھڑے ہوں گے پھر خلیل اللہ اور بعد ازاں حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کھڑے ہوں گے۔ اور آخر میں تمہارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے آپ سے زیادہ کسی کی شفاعت نہ ہوگی، یہی مقام محمود ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۶۴/۱۵)

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اِنَّ رَبِّیْ خَیَّرَنِیْ بَیْنَ اَنْ یَّدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِی الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَّبَیْنَ الشَّفَاعَۃِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَۃَ وَھِیَ لِکُلِّ مُسْلِمٍ۔ (مظہری ص ۴/۵)

ترجمہ: بلا شبہ میرے رب نے مجھے اختیار دیا کہ میں دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لوں یا یہ کہ میری آدھی امت بلا حساب داخل جنت ہو جائے یا یہ کہ میں شفاعت کروں میں نے شفاعت کو اختیار کیا اور یہ ہر مسلم کے لیے ہے۔ اور ترمذی شریف میں یہ ہے کہ وَھِیَ لِمَنْ مَّاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا اور یہ ہر اس آدمی کے لیے ہے، جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے۔

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ یَّدْعُوْھَا فَاُرِیْدُ اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِیْ شَفَاعَۃً لِّاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (مسلم شریف ص ۱۱۲)

ترجمہ: ہر نبی کو ایک خاص دعا مانگنے کی اجازت دی گئی ہر نبی نے وہ دعا مانگ لی پس میں چاہتا ہوں، کہ اس دعا کو چھپا لوں تاکہ قیامت کے دن میں اپنی امت کی شفاعت کروں۔

شفاعت کی دوسری قسم

حضور علیہ السلام کی امت کے بعض خوش نصیب آپ کی شفاعت سے بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ یُّدْخِلَ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَیْھِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا۔ (ترمذی ص ۶۶/۲)

ترجمہ: میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ میری امت سے ایسے ستر ہزار لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا جن پر نہ حساب ہوگا نہ عذاب اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ایسے ہی لوگ ہوں گے۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوْا وَمَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَكْتَوُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اَنْتَ مِنْهُمْ۔ (مسلم شریف صـ۱۱۶ جلد ۱)

ترجمہ: میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون سے لوگ ہیں فرمایا جو داغ نہیں لگاتے منتر نہیں پڑھتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے عرض کی اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے فرمایا تو ان میں سے ہے

ایک روایت میں ہے کہ میں قیامت کے دن رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گا، تو رب تعالیٰ کا ارشاد ہوگا۔

يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِيْ يَا رَبِّ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ۔ (روح المعانی صـ۱۳۱/۱۵)

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کو اٹھایئے مانگئے عطا کیا جائے گا شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا، میں کہوں گا اے میرے رب میری امت پس کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں جنت کے دروازوں میں سے دائیں طرف والے دروازے میں سے جنت میں داخل کر دے

تیسری قسم کی شفاعت

بعض لوگ اپنے صغائر اور کبائر کی بنا پر دخول جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے حضور علیہ السلام ان کی شفاعت فرمائیں گے اور ان کو جنت میں داخل کریں گے چنانچہ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی نے لکھا ہے۔ کہ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام دو سبز حلے پہنے عرش کے پاس کھڑے اپنی جنتی اولاد کو جنت کی طرف اور دوزخی اولاد کو دوزخ کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے اچانک وہ حضور علیہ السلام کے ایک امتی کو دیکھیں گے۔ کہ فرشتے اس کو دوزخ کی طرف لے جا رہے ہوں گے وہ حضور کو اس کی اطلاع کریں گے

حضور ان فرشتوں کے پیچھے دوڑیں گے۔ اور فرمائیں گے اے فرشتوں ٹھہرو وہ کہیں گے ہم اپنے رب کی نافرمانی نہیں کر سکتے پھر حضور علیہ السلام بائیں ہاتھ سے اپنی ریش مبارک کو پکڑ کر عرش کی طرف منہ کر کے کہیں گے الٰہی تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے میری امت کے بارے میں رسوا نہ کرے گا، اس پر عرش الٰہی سے ندا آئے گی، اے فرشتو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کر دلیں اس گنہگار کو میزان کے پاس لایا جائے گا اور اس کے اعمال کا وزن کیا جائے گا، حضور اپنی جیب سے ایک کاغذ کا ٹکڑا نکال کر اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دیں گے، تو نیکیاں زیادہ ہو جائیں گی اور اس کی نجات ہو جائے گی وہ حضور سے پوچھے گا کہ آپ کون ہیں اور یہ کاغذ کا ٹکڑا کیسا ہے آپ فرمائیں گے کہ میں تیرا نبی ہوں اور یہ کاغذ وہ درود ہے جو تو نے مجھ پر بھیجا تھا۔

(جواہر البحار ص۳۵۷ ج۱)

ع ڈر تھا کہ عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روز جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

چوتھی قسم کی شفاعت

بعض لوگ اپنے گناہوں کے سبب دوزخ میں داخل ہوں گے حضور علیہ السلام ان کی شفاعت کریں گے اور ان کو دوزخ سے نکال کر داخلِ جنت فرمائیں گے چنانچہ جب بعض مسلمان اپنی شامت اعمال کے نتیجہ میں داخلِ جہنم ہوں گے تو ایک دن ان سے مشرک کہیں گے کہ دنیا میں ہم بت پرست اور تم خدا پرست تھے لیکن آج ہم دونوں آگ میں جل رہے ہیں تمہاری توحید تمہارے کچھ کام نہ آئی اس پر خدا کا دریائے رحمت جوش میں آئے گا اور حضور کو ان کی شفاعت کا اذن عام ہوگا کہ جس نے کلمہ توحید خلوص نیت کے ساتھ پڑھا ہے اس کو دوزخ سے نکال کر داخلِ بہشت کر دیا جائے حضور علیہ السلام اہلِ جنت کو ساتھ لے کر دوزخ کی طرف تشریف لے جائیں گے جب جہنمی دیکھیں گے کہ ہماری رہائی کے لیے نبی تشریف لا رہے ہیں تو زبانِ حال سے کہیں گے۔

ع لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمنِ عصیاں پہ اب بجلی گرانے جائیں گے

حضور علیہ السلام کی شفاعت سے وہ دوزخی جب دوزخ سے باہر آئیں گے تو ان کے جسم کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہونگے حضور علیہ السلام عرض کریں گے الٰہی یہ تیری جنت کے قابل نہیں پہلے ان کو جنت کے

قابل بنادے چنانچہ نہرِ حیات کا رُخ اس طرف پھیر دیا جائے گا وُہ سب جہنمی حضور علیہ السلام کے ارشاد سے اس نہر میں غوطہ زن ہوں گے ان کے جسم چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکنے لگیں گے اس طرح اپنے پیارے محبوب کی شفاعت سے دوزخ سے آزاد ہو کر جنت میں ابدالآباد تک کے لیے آباد ہو جائیں گے۔

پانچویں قسم کی شفاعت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بعض لوگ وُہ ہوں گے کہ حضور ان کی شفاعت فرمائیں گے تو جنت میں ان کے درجات میں ترقی ہوگی۔

چھٹی قسم کی شفاعت

حضور علیہ السلام کی امت کے بعض صُلحاٗ وُہ ہوں گے کہ ان کے دامن صغیرہ گناہوں سے داغدار ہوں گے ان سے اطاعتِ خُدا اور مصطفٰے میں تقصیرات واقع ہو چکی ہوں گی ان کے نامۂ اعمال میں کچھ خطائیں لغزشیں اور کچھ کوتاہیاں ہوں گی، حضور ان کی شفاعت فرمائیں گے تو ان کی ساری خطائیں اور تقصیرات معاف ہو جائیں گی۔

ساتویں قسم کی شفاعت

کفار کے حق میں تخفیف عذاب کے واسطے آپ کی شفاعت قبول کی گئی ہے چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نبی پاک کی بارگاہ میں عرض کی کہ آپ نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع پہنچایا خدا کی قسم وہ آپ کی حمایت کرتا تھا اور آپ کے لیے کافروں سے لڑتا تھا حضور نے فرمایا کہ میں نے اسے یہ فائدہ پہنچایا کہ :۔

وَجَدْتُہٗ فِی غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُہٗ اِلیٰ ضَحْضَاحٍ میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو میں نے کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا۔ (مسلم شریف ص ۱۱۵/۱)

ایک روایت میں ہے کہ لَوْلَا اَنَا لَکَانَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ اگر میں نہ ہوتا تو وُہ دوزخ کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوتا۔ (بخاری شریف ص ۸۲/۱)

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عروہ فرماتے ہیں ثوبیہ ابولہب کی باندھی تھی، جسے اس نے آزاد کر دیا تھا اس نے حضور کو دودھ بھی پلایا ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض (حضرت عباس) نے اُسے بہت بُری حالت میں خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ مرنے کے بعد تیرا کیا حال ہے ابولہب

نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہے اس لیے کہ میں نے (حضور علیہ السلام کی پیدائش کی خوشی میں) ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔ (بخاری شریف صفحہ ۲/۷۶۴)

اگر کوئی اعتراض کرے کہ قرآن مجید میں ہے لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ کافروں سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ ابولہب کافر تھا اس کے حق میں تخفیف عذاب کیوں کر متصور ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام قرطبی نے فرمایا یہ تخفیف عذاب ابولہب کے ساتھ خاص ہے اور اس شخص کیساتھ جس کے حق میں تخفیف عذاب کی نص وارد ہوئی ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۱۱۹ جلد ۹)

آٹھویں قسم کی شفاعت

قیامت کے دن سرورِ کونین مشرکوں، دہریوں، منافقوں اور کافروں کے بچوں کی شفاعت فرمائیں گے آپ کی شفاعت ان کے حق میں قبول کی جائے گی اور ان کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

نورِ مجسم

جب اللہ تعالےٰ اوّلین وآخرین کو جمع فرمائیگا تو ان کے درمیان فیصلہ کیا جائیگا اور جب ربِّ کریم فیصلے سے فارغ ہوگا تو مومن کہیں گے خدا تعالےٰ نے ہمارے درمیان بے شک فیصلہ تو فرما دیا اب دربارِ خداوندی میں ہماری سفارش کون کرے گا بعض، ان میں سے کہیں گے کہ آدم علیہ السلام کی طرف چلو اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنے یدِ قدرت سے پیدا فرمایا اور اس سے ہمکلام بھی ہوا پس حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے ہمارے درمیان ہمارے رب نے فیصلہ فرما دیا اور فیصلے سے فارغ ہوگیا، اب آپ، ہماری سفارش فرمائیں وہ فرمائیں گے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پھر مومن حضرت نوح کے پاس آئیں گے وہ ان کو حضرت ابراہیم کے پاس بھیجیں گے حضرت ابراہیم ان کو حضرت موسیٰ کے پاس اور وہ ان کو حضرت عیسیٰ کے پاس جانے کو کہیں گے جب تمام لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے میں تمہیں نبی امی عربی کے پاس بھیجتا ہوں، چنانچہ سب مومن میرے پاس آئیں گے تو اللہ تعالےٰ مجھے اجازت دے گا کہ میں دربارِ خداوندی میں کھڑا ہو جاؤں میری مجلس خوشبو سے بے حد معطر ہو جائے گی، یہاں تک کہ میں ربِّ کریم کے دربار میں آؤں گا پھر میں سفارش کروں گا۔

وَيُجْعَلُ لِيْ نُوْرًا مِنْ شَعْرِ رَأْسِيْ إِلٰى ظُفُرِ قَدَمِيْ اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک نور بنا دیا جائے گا۔ پھر کفار کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پالیا، اب ہماری سفارش کون کرے گا، سوائے ابلیس کے اور کوئی نہیں وہی ہے وہ اس کے پاس آکر کہیں گے، مومنوں نے اپنا سفارشی پالیا اب تو ہماری سفارش کر تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا ہے۔ ابلیس کھڑا ہوگا اس کی مجلس نہایت بدبودار ہوگی پھر ابلیس اونچا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اور شیطان کہے گا۔ کہ فیصلہ ہو چکا کہ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ بے شک اللہ تعالےٰ نے سچا وعدہ کیا اور اس کو پورا کر دیا اور میں نے وعدہ کیا تو خلاف کیا۔ (تفسیر مظہری صـ۲۶۴ ج۵، جواہر البحار صـ۳۱۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن جو حضور علیہ سلام کی نورانیت اور بشریت دونوں کو مانتے تھے ان کو قیامت کے دن بھی حضور علیہ السلام کی نورانیت کے جلوے نظر آئیں گے ان کو حضور کی مجلس نصیب ہوگی۔ وہ ایسی خوشبو محسوس کریں گے۔ کہ آج تک انہوں نے ایسی خوشبو کبھی نہ سونگھی ہوگی، وہ حضور علیہ السلام کی اس نوری محفل میں آکر اپنا مقصود و مطلوب حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے نورانیت مصطفےٰ کے قائل آج حضور کو سراپا نور دیکھ کر خوش ہوں گے اور اس نورانیت سے اس قدر مستفیض ہوں گے کہ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ۔ قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا، ثابت ہوا جو حضور علیہ السلام کو دنیا میں نور مانتے اور جانتے تھے وہ قیامت کے دن اہل نور ہوں گے۔

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا
جو گدا دیکھو لیے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا (اعلیحضرت)

لیکن جنہوں نے سرکار دو عالم کو حضرت عبداللہ کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے دیکھا یعنی جن لوگوں نے صرف آپ کی بشریت کو نو مدنظر رکھا اور نورانیت کو نہ دیکھا وہ قیامت کے دن حضور کی شفاعت سے محروم ہوں گے اور شیطانی گروہ قرار پائیں گے ان کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا وہ تاریکیوں کے سمندر میں مستغرق ہوں گے وہ مومنوں کے نور کو دیکھ کر نور کی تمنا کریں گے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ ارشاد

فرماتے ہیں۔ یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِیْنَ آمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِکُمْ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآئَکُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا۔ (القرآن)

ترجمہ: قیامت کے دن منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے ہماری طرف دیکھو تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں ان کو جواب ملے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر وہاں سے نور تلاش کر لو چونکہ ایسے لوگ صریحاً نص قرآنی کا انکار کر کے کفر کا ارتکاب کرتے ہیں اور شیطان کی پیروی کرتے ہیں لہٰذا لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ میں تجھ سے اور تیرے سب متبعین سے جہنم کو ضرور بھر دوں گا کی رو سے سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

عطائے کوثر

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ہم نے تجھ کو کوثر عطا کیا۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں جنت میں سیر کر رہا تھا (معراج کی رات) کہ میرا گزر ایک نہر سے ہوا جس کے دونوں طرف خالی موتیوں کے دو گنبد تھے میں نے پوچھا جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِیْ اَعْطَاكَ رَبُّكَ فَاِذَا طِیْنُهٗ مِسْكٌ اَذْفَرُ یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا کیا ہے میں نے دیکھا تو اس کی مٹی نہایت تیز خوشبودار تھی۔ (مشکوٰۃ باب الحوض)

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

اِنَّهٗ نَهْرٌ فِی الْجَنَّةِ وَعَدَنِیْهِ رَبِّیْ فِیْهِ خَیْرٌ کَثِیْرٌ اَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ وَاَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَاَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَاَلْیَنُ مِنَ الزُّبْدِ حَافَتَاهُ مِنَ الزَّبَرْجَدِ وَاَوَانِیْهِ مِنْ فِضَّةٍ لَا یَظْمَاُ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ۔

ترجمہ:۔ وہ ایک نہر ہے جنت میں جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا اس میں بہت بھلائی ہے وہ شہد سے زیادہ شیریں دودھ سے زیادہ سفید برف سے زیادہ ٹھنڈی جھاگ سے زیادہ نرم اس کے کنارے زبرجد کے برتن اس کے چاندی کے جو اس کا پانی پئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (تفسیرات احمدیہ صفحہ ۵۰۲)

سب نبیوں کو حوض دیے جائیں گے جس سے کہ وہ اپنی امتوں کو پانی پلائیں گے، مگر

حضور علیہ السلام کو جو حوض دیا گیا ہے اس کا نام کوثر ہے اور یہ سب حوضوں سے بڑا ہوگا اور اس کا پانی سب سے زیادہ افضل اور اعلیٰ اور لذیذ ہے۔

علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ خواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے دیکھا کہ آپ حوضِ کوثر پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے دائیں جانب پیارے خلیل اللہ ہیں اور ان کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں اور ان کے ساتھ اور بھی بزرگ ہیں یہاں تک کہ آپ نے ستر بزرگ کو دیکھا اور حوض کے آگے اپنے بعض پڑوسیوں کو بھی دیکھا ان کے سامنے برتن ہیں اُن سے پوچھا کیا میں پانی پی لوں، انہوں نے کہا ہمیں رسول پاک سے اجازت لے لینے دو، آخر رسولِ کریم نے اجازت دی انہوں نے ایک پیالہ دیا آپ نے پیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بھی پلایا مگر وہ پیالہ انگلی کے پورے کے برابر بھی کم نہ ہوا وُہ پانی دودھ سے زیادہ سفید برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔

(الخیرات الحسان صـ۱۷)

علاوہ ازیں حضور علیہ السلام کی اور بھی بہت سی خصوصیات میں جن کا تعلق قیامت کے دن سے ہے مثلاً حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے یَطُوْفُ عَلَیَّ اَلْفُ خَادِمٍ کَاَنَّھُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ۔ میرے ارد گرد ہزار خادم ہوں گے اور وہ چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہوں گے۔

ایک روایت میں ہے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم نے ارشاد فرمایا اَطْمَعُ اَنْ اَکُوْنَ اَعْظَمَ الْاَنْبِیَاءِ اَجْرًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مجھے اُمید ہے کہ قیامت کے دن مجھے تمام انبیاء سے زیادہ ثواب ملے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ یَّکُوْنَ اِبْرَاھِیْمُ وَعِیْسٰی فِیْکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثُمَّ قَالَ اِنَّھُمَا فِیْ اُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَمَّا اِبْرَاھِیْمُ فَیَقُوْلُ اَنْتَ دَعْوَتِیْ وَذُرِّیَّتِیْ فَاجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّتِکَ۔ (الشفاء شریف صـ۱۲۱)

ترجمہ: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ حضرت ابراہیم اور عیسیٰ علیہما السلام قیامت کے دن تم میں سے ہوں پھر فرمایا وہ دونوں قیامت کے دن میرے امتی ہوں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو کہیں گے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میری دُعا ہے اور میری اولاد ہے مجھے اپنا امتی بنا لے۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا، تو

يَرْغَبُ اِلَىَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمُ۔ (مسلم شریف ص ۲۷۳)

ترجمہ : تمام مخلوق میری طرف رغبت کرے گی۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظریں بھی مجھ ہی پر جمی ہوں گی۔

اعلحضرت امام اہلسنّت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ؎

ما و شما تو کیا خلیل جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنّا نظر کی ہے

وہ جہنم میں گیا جو اُن سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی (حدائق بخشش)

اس قسم میں نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خصائص بیان کئے جائیں گے جن میں بتایا جائے گا کہ بعض باتیں حضور علیہ السلام کے لیے تو جائز ہیں لیکن امت کے لیے ناجائز۔

نماز عصر کے بعد آپکو نماز نفل جائز ہے

ایک مرتبہ ظہر کے بعد والی دو رکعتیں آپ سے فوت ہوگئیں آپ نے ان دونوں رکعتوں کو عصر کے بعد قضا کیا پھر آپ نے ان رکعتوں پر مواظبت کی یعنی ان دونوں رکعتوں کو اپنی ذات پر لازم فرما لیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی اصح وجہ یہ ہے کہ آپ کو ان کے ساتھ اختصاص ہے۔

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آپ نے نماز عصر ادا کی پھر آپ میرے مکان میں داخل ہوئے اور آپ نے دو رکعتیں پڑھیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے وہ نماز پڑھی جس کو آپ نہیں پڑھتے تھے آپ نے فرمایا خالد میرے پاس آئے ظہر کے بعد جو دو رکعتیں میں پڑھا کرتا تھا ان کے پڑھنے سے انہوں نے مجھے غافل کر دیا۔ میں نے اب ان کو پڑھا، میں نے پوچھا یا رسول اللہ جس وقت یہ دو رکعتیں ہم سے فوت ہو جائیں کیا ہم ان کو قضا کریں آپ نے فرمایا تم قضا نہ کرو۔

(خصائص کبریٰ ص۲۶۲)

علامہ محمد بن یعقوب شیرازی صاحب قاموس نے لکھا ہے۔

وَكَانَ يُدَاوِمُ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَهٰذَا مِنْ خَصَائِصِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم وَيُكْرَهُ فِيْ حَقِّ غَيْرِهٖ۔ (سفر السعادت ص۸۱)

ترجمہ: حضور علیہ السلام عصر کے بعد دو رکعتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے

اور دوسروں کے لیے (ان دو رکعتوں کا پڑھنا) مکروہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم يُصَلِّيْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَيَنْهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَهٗ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد نماز پڑھا کرتے تھے اور اس کے پڑھنے سے (لوگوں کو) منع کرتے تھے۔ (کشف الغمہ ص۱۲۲ ج۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عصر کے بعد نماز پڑھنا یہ صرف حضور ہی کے لیے جائز تھا۔ کسی امتی کے لیے جائز نہیں کہ وہ عصر کے بعد نماز پڑھے کیوں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ

سَاعَتَانِ مِنَ النَّهَارِ لَا تُصَلُّوْهُمَا بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ۔ (دارقطنی ص۲۴۶ ج۱)

ترجمہ: دن کی دو ساعتوں میں نماز نہ پڑھو، نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اور نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک۔

صغیرہ لڑکی کو آغوش میں لیکر نماز پڑھنا

شیخین نے حضرت ابو قتادہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آپ امامہ بنت زینب کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھے جس وقت آپ سجدہ کرتے تو امامہ کو رکھ دیتے تھے اور جس وقت آپ قیام فرماتے تو اس کو اٹھا لیتے تھے بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ امر آپ کے خصائص میں سے ہے اس کو ابن حجر نے بخاری کی شرح میں نقل فرمایا ہے۔ (خصائص)

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا جنازہ حضور علیہ السلام نے

نے پڑھا۔ چنانچہ بخاری شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَی النَّجَاشِیَّ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ خَرَجَ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِھِمْ وَکَبَّرَ اَرْبَعًا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی کے مرنے کی خبر اسی روز دی جس روز فوت ہوئے آپ عید گاہ تشریف لے گئے اور لوگوں کی صفیں بندھوائیں اور چار تکبیریں کہیں۔ (بخاری شریف ص ۱۷۸)

بعض کتب میں ہے کہ معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھائی۔

ان احادیث سے بعض لوگوں نے نماز جنازہ غائبانہ کا استدلال کیا ہے اور لکھا ہے کہ امت کے لیے بھی نماز جنازہ غائبانہ پڑھنا جائز ہے لیکن یہ استدلال احناف کے نزدیک متعدد وجوہ سے درست نہیں۔

مفتیان دین متین اور فقہائے کرام نے جنازہ کی شرائط پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔

شَرْطُ صِحَّتِھَا کَوْنُہٗ مَوْضُوْعًا اَمَامَ الْمُصَلِّیْ وَمِنْ ھُنَا قَالُوْا لَا تَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ عَلٰی غَائِبٍ مُطْلَقًا۔ ترجمہ: نماز جنازہ کی شرائط صحت سے ہے جنازہ کا نمازی کے آگے رکھا ہونا اسی لیے ہمارے علماء نے فرمایا کہ مطلق کسی غائب پر نماز جنازہ جائز نہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اِنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ لَا یَقُوْلُ بِجَوَازِ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْغَائِبِ ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جنازہ غائب پر نماز جائز نہیں مانتے۔

حضور علیہ السلام مسلمانوں کی نماز جنازہ بڑے اہتمام سے پڑھتے تھے اگر کسی وقت رات کے اندھیرے یا دوپہر کی گرمی یا حضور علیہ السلام کے آرام فرمانے کے سبب صحابہ کرام نے حضور پرنور علیہ السلام کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرمایا لَا تَفْعَلُوْا اُدْعُوْنِیْ لِجَنَائِزِکُمْ ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو۔ (ابنِ ماجہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو اس لیے کہ فَاِنَّ صَلٰوتِیْ عَلَیْہِ رَحْمَۃٌ میری

نماز اس پر موجب رحمت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ عَلٰی اَهْلِهَا ظُلْمَةً وَاِنِّیْ اُنَوِّرُهَا بِصَلَاتِیْ عَلَیْهِمْ بے شک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور میں انہیں اپنی نماز سے روشن کر دیتا ہوں (مسلم ۲۱۰)

باوجود اس قدر اہتمام کے حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں سینکڑوں صحابہ کرام نے دوسری جگہوں پر وفات پائی مگر کسی حدیث صحیح صریح سے ثابت نہیں کہ آپ نے غائبانہ ان کی نماز جنازہ پڑھی ہو۔ کیا وہ آپ کی رحمت کے محتاج نہ تھے کیا حضور ان پر مہربان نہ تھے کیا آپ ان کی قبروں کو اپنی نماز سے پُرنور نہ کرنا چاہتے تھے کیا جو مدینہ منورہ میں مرتے انہیں کی قبریں محتاج نور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی یہ سب باتیں باطل ہیں حضور علیہ السلام کا ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن تھی ورنہ ضرور پڑھتے۔

دیکھئے واقعہ بیر معونہ میں مدینہ طیبہ کے ستر جگر پارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے کفار نے دغا بازی سے شہید کر دئے حضور علیہ السلام کو ان کا سخت شدید رنج والم ہوا ایک مہینہ کامل کفار ناہنجار پر خاص نماز کے اندر لعنت فرماتے رہے مگر ہرگز منقول نہیں کہ حضور علیہ السلام نے ان پر نماز جنازہ پڑھی ہو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جب غائب پر نماز جنازہ جائز نہیں تو پھر حضور علیہ السلام نے نجاشی اور معاویہ مزنی کا جنازہ کیوں پڑھا۔ جہاں تک نجاشی کے جنازہ کا تعلق ہے تو علماء نے اس کی متعدد وجوہات بیان فرمائی ہیں۔

وجہ اول : نجاشی کا جنازہ حضور علیہ السلام کے سامنے تھا، غائب نہ تھا

جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عمران بن حصین سے مروی ہے کہ نبی پاک نے فرمایا تمہارے بھائی نجاشی نے وفات پائی اٹھو اس پر نماز جنازہ پڑھو پھر حضور کھڑے ہوئے صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں حضور علیہ السلام نے چار تکبیریں کہیں وَهُمْ لَا یَظُنُّوْنَ اِلَّا اَنَّ جَنَازَتَهُ بَیْنَ یَدَیْهِ صحابہ کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور اقدس کے سامنے ہے۔ (عمدۃ القاری ص۲۵ جلد۴)

ایک روایت میں ہے فَصَلَّیْنَا خَلْفَہٗ وَنَحْنُ لَا نَرٰی اِلَّا اَنَّ الْجَنَازَۃَ قُدَّامَنَا ہم نے حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔ (فتاوی رضویہ)

ایک روایت میں ہے کُشِفَ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ سَرِیْرِ النَّجَاشِیِّ حَتّٰی رَاٰہُ وَصَلّٰی عَلَیْہِ نجاشی کا جنازہ نبی کریم کے لیے ظاہر کر دیا گیا تھا حضور نے اُسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔

وجہ دوم: نجاشی کا انتقال دار الکفر میں ہوا وہاں ان پر نماز نہ ہوئی تھی اس لیے حضور نے مدینہ میں اس کی نماز پڑھی۔

وجہ سوم: بعض لوگوں کو ان کے اسلام میں شبہ تھا یہاں تک کہ ایک منافق نے کہا کہ حبشہ کے ایک کافر پر نماز پڑھی گئی۔ آپ نے ان کی غائبانہ نماز ادا کر کے یہ واضح کر دیا کہ وہ مسلمان تھے لہذا یہ نماز صرف نجاشی کے ساتھ خاص ہوئی اس سے ہر غائب کے لیے نماز ادا کرنے کے جواز کا استدلال درست نہیں۔

وجہ چہارم: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس طرف گئے ہیں کہ غائب شخص پر نماز پڑھنا آپ کے خصائص میں سے ہے اور اس پر نجاشی کی نماز سے دلیل پیش کی ہے اور کہا ہے کہ آپ کے سوا کسی کو ایسی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔ (خصائص کبریٰ ص۲۶۷ ج۲)

جہاں تک معاویہ مزنی کے جنازے کا تعلق ہے تو وہ بھی حضور علیہ السلام کے سامنے تھا چنانچہ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جبرائیل امین نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ معاویہ بن مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔ اَتُحِبُّ اَنْ اَطْوِیَ لَکَ الْاَرْضَ فَتُصَلِّیَ عَلَیْہِ قَالَ نَعَمْ فَضَرَبَ بِجَنَاحِہٖ عَلَی الْاَرْضِ فَرُفِعَ لَہٗ سَرِیْرُہٗ فَصَلّٰی عَلَیْہِ وَخَلْفَہٗ صَفَّانِ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ کُلُّ صَفٍّ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ (عمدۃ القاری ص۲۵ ج۸)

ترجمہ، کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے لیے زمین لپیٹ دوں تاکہ آپ اس پر نماز پڑھیں فرمایا ہاں جبریل نے زمین پر اپنا پر مارا جنازہ حضور علیہ السلام کے سامنے ہو گیا اس وقت حضور نے اس پر نماز پڑھی، اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ:-

وَضَعَ جَنَاحَہُ الْاَیْمَنَ عَلَی الْجِبَالِ فَتَوَاضَعَتْ وَوَضَعَ جَنَاحَہُ الْاَیْسَرَ عَلَی الْاَرْضِیْنَ فَتَوَاضَعَتْ حَتّٰی نَظَرْنَا اِلٰی مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجِبْرِیْلُ

وَالْمَلَائِکَۃُ جبریل نے اپنا داہنا پَر پہاڑوں پر رکھا وہ جھک گئے بایاں پَر زمینوں پر رکھا وہ پست ہوگئیں یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ ہمیں نظر آنے لگے اس وقت رسول اللہ جبریل امین اور فرشتوں نے اس پر نماز پڑھی۔

ایک روایت میں ہے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل نے عرض کی کیا حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں، فرمایا ہاں فَضَرَبَ بِجَنَاحِهِ الْاَرْضَ فَلَمْ تَبْقَ شَجَرَةٌ وَّلَا اَكَمَةٌ اِلَّا تَضَعْضَعَتْ وَرُفِعَ لَهُ سَرِيْرُهٗ حَتّٰى نَظَرَ اِلَيْهِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ پس جبریل نے زمین پر اپنا پَر مارا کوئی درخت اور ٹیلا نہ رہا جو پست نہ ہوگیا اور اس کا جنازہ حضور علیہ السلام کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ آپ نے اس کو دیکھ لیا پھر آپ نے اس پر نماز پڑھی۔

چونکہ جنازہ آپ کے سامنے ظاہر ہوگیا لہذا نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر ادا کی گئی اس لیے اس حدیث سے بھی غائبانہ نماز جنازہ کی دلیل ثابت نہیں ہوتی۔ اگر بفرضِ محال کسی طرح ثابت بھی ہوجائے تو یہی کہا جائے گا کہ غائب پر نماز جنازہ پڑھنا امام الانبیاء کے خصائص میں سے ہے آپ کے سوا کسی کو غائب پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ از ص۹۷ تا ص۴۳ اختصاراً)

فقہائے حنفیہ نے غائب پر نماز جنازہ پڑھنا بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ یہ خصوصیت اس لحاظ سے ہے کہ کوئی دوسرا ایسی میت کی نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا جو اس طرح سامنے موجود ہو کہ اسے ہر کوئی دیکھ سکے ورنہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود نہ ہوتا تھا بلکہ احادیث اور تصریحات فقہاء سے ثابت ہے کہ میت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود ہوتی تھی۔

صَومِ وِصَال

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاصَلَ فِیْ رَمَضَانَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَنَهَاهُمْ قِيْلَ لَهٗ اَنْتَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى۔

(مسلم شریف ص۳۵۱ ج۱)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان پاک میں حضور نے روزے پر روزہ رکھنا شروع کر دیا لوگوں نے بھی ایسے ہی روزے رکھنے شروع کر دیئے حضور علیہ السلام نے ان کو منع فرمایا آپ سے کہا گیا کہ آپ تو صومِ وصال رکھتے ہیں آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہیں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ تم میں سے میری مثل کون ہے میرا رب مجھے رات کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (بخاری ص۲۶۳ مسلم ص۳۵۱)

علاّمہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کھانے اور پینے سے مراد حقیقت ہے آپ کے واسطے کھانا اور پانی جنت سے آتا تھا اور جنت کا کھانا کھانے والا افطار نہیں کرتا اور ایک مطلب اس حدیث کا یہ لیا گیا ہے کہ آپ میں کھانا کھانے والے کی اور پانی پینے والے کی قوت پیدا کر دی جاتی تھی۔ (خصائص کبریٰ ص۲۲۸)

ذرا اس حدیث پر غور کرو کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ سے فرما رہے ہیں کہ تم میں سے کوئی بھی میری مثل نہیں ہو سکتا ان صحابہ کرام میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسے جلیل القدر یارِ غار موجود ہیں، جن کے متعلق خود آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے صدیق اکبر! حضرت آدم سے لے کر میری بعثت تک تمام مومنوں کے برابر اللہ نے مجھے ثواب عطا کیا اور قیامت تک جتنے لوگ مجھ پر ایمان لائیں گے ان سب کے برابر خدا تجھے ثواب دے گا۔ (الریاض النضرہ ص۱۶۷)

علاّمہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن العاص نے ارشاد فرمایا کہ میں نے سُنا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَاْمُرُكَ اَنْ تَسْتَشِیْرَ اَبَابَکْرٍ اللہ تعالےٰ آپکو حکم دیتا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مشورہ کر لیا کرو۔ (تاریخ خلفاء ص۳۴)

اتنی عظمت اور شان کے مالک ہوتے ہوئے بھی صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کیا تو پھر چودھویں صدی کا کوئی انسان خواہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو کس طرح سرورِ کونین علیہ السلام کی مثل ہو سکتا ہے۔ افسوس صد افسوس مولوی اسمٰعیل دہلوی پر جو اپنی کتاب تقویت الایمان ص۔ پر لکھتا ہے:۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑے بھائی جیسی تعظیم کرنی چاہیئے۔

آپکو اجنبیہ کیساتھ خلوت جائز تھی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا اُمِّ حرام بنتِ ملحان کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور وہ آپکو کھانا کھلاتی تھی اور اُمّ حرام عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں (ایک دن حسبِ عادت) رسولِ خدا ان کے ہاں تشریف لے گئے اور انہوں نے حضرت کو کھانا کھلایا اور آپ کے سر میں وہ جوئیں دیکھنے لگیں پھر رسولِ خدا سو گئے اس کے بعد ہنستے ہوئے بیدار ہوئے اُمّ حرام نے کہا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں آپ نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے پیش کئے گئے وہ اس دریا کے بیچ سوار ہیں وہ تخت نشین بادشاہ ہیں یا مثل تخت نشین بادشاہوں کے ہیں۔ ام حرام کہتی ہیں میں نے عرض کی آپ اللہ سے دُعا کریں وہ مجھے ان میں سے کر دے۔ پس رسولِ خدا نے دُعا کی، اس کے بعد آپ نے اپنا سر (تکیہ پر) رکھ لیا (اور سو گئے) اس کے بعد ہنستے ہوئے بیدار ہوئے میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کیوں ہنس رہے ہیں۔ فرمایا (اب کی مرتبہ خواب میں) میری امت کے لوگ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے میرے سامنے پیش کئے گئے جیسا کہ آپ نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا ام حرام کہتی ہیں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ اللہ سے دُعا کریں کہ وہ مجھے ان میں سے کر دے آپ نے فرمایا تم پہلے لوگوں میں سے ہو۔ چنانچہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں سمندر میں سوار ہوئیں پھر جب سمندر سے باہر آئیں تو اپنی سواری کے جانور سے گر پڑیں اور فوت ہوگئیں۔ (بخاری ص ۱۳۵ ج ۲ مسلم ص ۱۴۱ ج ۲)

اس حدیث میں جو یہ کہا گیا ہے کہ حضرت ام حرام آپ کے سر میں جوئیں دیکھتی تھیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ سرِ اقدس میں واقعی جوئیں تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ ام حرام آپ کے سر مبارک کو ایسے دیکھتی تھیں جیسے جوئیں تلاش کرتے وقت دیکھا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کے سر مبارک یا کپڑوں میں کبھی بھی جوئیں نہ تھیں جیسے کہ شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ در بعضے احادیث واقع شدہ کہ کَانَ یَغْلِیْ ثَوْبَہٗ مراد بداں حقیقت نیست یعنی بعض حدیثوں

میں جو وارد ہوا ہے کہ آپ اپنے کپڑوں سے جوئیں دیکھتے تھے اس سے حقیقت مراد نہیں ہے۔ (مدارج ص۱۴۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی پتہ تھا کہ ام حرام بنت ملحان کا انتقال فلاں جگہ فلاں زمانہ میں فلاں وقت ہوگا، اسی لیے تو آپ نے دوسرے لشکر میں ان کی شمولیت کی دعا نہیں مانگی، اور یہ باتیں علوم خمسہ سے تعلق رکھتی ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے آپکو علوم خمسہ عطا فرمائے تھے جیسے کہ بہت سی احادیث سے ثابت ہے علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی فرماتے ہیں کہ ذَهَبَ بَعْضُهُمْ اِلٰى اَنَّهُ صلى الله عليه وسلم اُوْتِيَ عِلْمُ الْخَمْسِ اَيْضًا وَعِلْمُ وَقْتِ السَّاعَةِ وَالرُّوْحِ وَاِنَّهُ اُمِرَ بِكَتْمِ ذٰلِكَ (جواہر البحار ص۲۹۱)

ترجمہ: بعض اس طرف بھی گئے ہیں کہ رسول خدا کو پانچوں علم اور قیامت کے وقت اور روح کا علم بھی دیا گیا ہے لیکن آپ کو ان علوم کے چھپانے کا حکم ہوا۔

علوم خمسہ کی مکمل تفصیل ہماری کتاب "بدر الکبریٰ" میں ملاحظہ فرمائیے۔

چار سے زائد شادیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ شادیاں کیں ان امہات المومنین کے نام یہ ہیں۔

۱ حضرت خدیجہ بنت خویلد ۲ عائشہ بنت ابی بکر ۳ حضرت حفصہ بنت عمر ۴ حضرت ام سلمہ بنت ابو امیہ سہیل ۵ حضرت ام حبیبہ بنت ابو سفیان ۶ حضرت سودہ بنت زمعہ ۷ حضرت زینب بنت جحش ۸ حضرت میمونہ بنت حارث، ۹ حضرت زینب بنت خزیمہ ۱۰ حضرت جویریہ بنت الحرث ۱۱ اور حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ تعالےٰ عنہن۔ بیک وقت آپ کے نکاح میں نو بیویاں رہی ہیں۔ علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی مکرم کے لیے ننانوے عورتیں حلال کی گئیں یعنی آپ کو ننانوے عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت تھی۔

علامہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو اجازت تھی کہ آپ جتنی عورتیں چاہیں اپنے نکاح میں لے لیں اور یہ بعض دوسرے انبیاء کی بھی سنت ہے، جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک سو بیویاں تھیں اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام

کی ننانوے بیویاں تھیں اور ایک دوسرے قول کے مطابق آپ کی بیویوں کی تعداد ایک ہزار ہے۔ امام الانبیاء کے لیے چار سے زائد شادیوں کی وجوہات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ الٰہی جو میرے گھر میں شادی کرے اور جس کے گھر میں میں شادی کروں وہ میرے ساتھ جنت میں ہو اللہ تعالےٰ نے مجھ کو یہ عطا کیا۔ چونکہ آپ کا کسی لڑکی سے شادی کرنا اس کے خاندان اور قبیلے کی عظمت اور بزرگی کا سبب اور دخولِ جنت کا ذریعہ تھا اس لیے آپ کو زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت تھی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں۔

۲۔ یہ ایک قدرتی امر ہے کہ جب کوئی کسی غم میں مبتلا ہو جاتا ہے تو جتنے اس کے غمگسار زیادہ ہوں گے اتنا ہی اس کے دل کا غم و اندوہ کم ہو جائے گا۔ حضور علیہ السلام کو کافروں اور منافقوں کی طرف سے اکثر و بیشتر تکالیف پہنچتی رہتی تھیں اس لیے ضروری ہوا کہ آپ کے غم میں شریک ہونے والے زیادہ ہوں تاکہ آپ کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے لہٰذا اللہ تعالےٰ نے چار سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دی۔

۳۔ ایک تو آپ پر رسالت کا بوجھ دوسرے بیویوں کے ساتھ قیام اور ان کے اخراجات وغیرہ کا قیام اور تکلیف ہوگی کثرتِ ازواج آپ کی مشقت میں اضافے کا سبب ہوگی۔ اور تکلیف اور مشقت کی زیادتی آپ کے لیے اجرِ عظیم کا موجب ہوگی لہٰذا آپ کو چار سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت ہوئی، تاکہ آپ کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔

۴۔ نکاح حضور علیہ السلام کے حق میں عبادت ہے۔ اس لیے چار سے زائد شادیوں کی اجازت ہوئی۔ تاکہ آپ کی عبادت میں اضافہ ہو جائے۔

۵۔ آپ چونکہ مکمل الظاہر اور مکمل الباطن ہیں اس لیے آپ کو چار سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت دی گئی کہ آپ کے باطنی محاسن میں کسی قسم کا فرق نہ آنے پائے۔ اور آپ کی نظر زیادہ سے زیادہ پاکیزہ ہوتی چلی جائے۔

بغیر ولی اور گواہ کے نکاح

کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ ولی، گواہ اور حق مہر کے بغیر نکاح کرے لیکن رسولِ خدا کے لیے ان امور کے بغیر نکاح جائز ہے چنانچہ آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے ساتھ

بغیر ولی اور گواہ کے نکاح کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ نے حضرت صفیہ سے شادی کی، صحابہ کرام نے کہا ہمیں معلوم نہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت صفیہ سے تزوج کیا ہے، یا اس کو ام ولد اختیار کیا ہے پھر بعض نے کہا اگر آپ حضرت صفیہ کو پردہ کرائیں گے تو وہ آپ کی بیوی ہے، وگرنہ ام ولد ہوں گی۔ جب حضرت صفیہ سوار ہونے لگیں تو آپ نے ان کو چھپایا جس سے صحابہ کرام سمجھ گئے کہ آپ نے حضرت صفیہ کے ساتھ شادی کی ہے۔

حضرت زینب بنت جحش کا نکاح بھی آپ کے ساتھ بغیر ولی اور گواہ کے ہوا، چنانچہ حضرت زینب بنت جحش فخر کے ساتھ دوسری ازواج مطہرات سے فرمایا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تمہارے اولیاء نے کئے اور میرا ولی خدا ہے جس نے ساتویں آسمان پر میرا نکاح کیا چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَهَا جب زید نے اپنی غرض اس سے پوری کر لی تو ہم نے اس (زینب بنت جحش کا نکاح) آپ کے ساتھ کر دیا آپ رسولِ خدا سے عرض کیا کرتی تھیں کہ مجھے تین باتوں پر دوسری ازواج مطہرات پر فوقیت حاصل ہے۔ ایک تو یہ کہ میرے اور آپ کے جدّا مجد ایک ہیں، دوسری بات یہ کہ میرا نکاح آپ کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے آسمان پر کیا اور تیسری بات یہ ہے کہ میرے نکاح کے سفیر حضرت جبریل امین ہیں۔ (مظہری ص ۳۴۹)

آپ کے نکاح میں ولی کی اس لیے ضرورت نہیں کہ آپ سب مومن مردوں اور عورتوں کے ولی ہیں النبی اولی بالمومنین اور گواہ اس لیے مقرر کیے جاتے ہیں کہ طرفین میں سے کوئی نکاح کا انکار کرے تو گواہی دی جا سکے کہ ان کا نکاح منعقد ہو چکا ہے اور رسول خدا کی یہ شان ہے کہ آپ نکاح کے بعد انکار نہیں کرتے اور اگر کوئی عورت نکاح کر کے انکار کر دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں اس کا قول معتبر نہ ہوگا، بلکہ بعض نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ نکاح کے بعد آپ کی تکذیب سے کافرہ ہو جائے گی۔ (خصائص کبریٰ ص ۲۴۶)

نکاح کے بارے میں حضور علیہ السلام کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ آپ احرام کی حالت میں نکاح کر سکتے ہیں چنانچہ آپ نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ایسے حال میں نکاح کیا کہ آپ احرام میں تھے۔ (خصائص ص ۲۴۶)

اگر آپ کسی شادی شدہ عورت کو نکاح میں لانے کا ارادہ فرمائیں تو اس کے خاوند

پر فوراً طلاق واجب ہے۔ (سیرت حلبیہ صفحہ ۳۴۳ ج ۳، خصائص ص ۲۶۳ ج ۲، جواہر البحار ص ۶۲ ج ۲، کشف الغمہ ص ۴۹ ج ۲)

آپ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ بیوہ عورت کے نابالغ بچے کو اس کا ولی بنا کر اس عورت سے شادی کر لیں، چنانچہ آپ نے حضرت ام سلمہ سے ایسا ہی نکاح کیا۔

مسندِ امام احمد میں ہے کہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میرے خاوند ابوسلمہ ایک دن رسولِ خدا کی بارگاہ سے ہو کر آئے اور خوشی خوشی فرمانے لگے آج تو میں نے ایک ایسی حدیث سُنی ہے جس سے میں بہت خوش ہوا ہوں، وہ حدیث یہ ہے کہ جس کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ کہے اَللّٰھُمَّ اٰجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا خدایا مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر اور بدلہ ضرور ہی دیتا ہے۔ حضرتِ ام سلمہ فرماتی ہیں میں نے اس دُعا کو یاد کر لیا جب حضرت ابوسلمہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور اس دعا کو بھی پڑھ لیا لیکن مجھے خیال آیا کہ بھلا ابوسلمہ سے بہتر شخص مجھے کون مل سکتا ہے جب میری عدت گزر گئی تو ایک روز میں ایک کھال کو رنگ دے رہی تھی کہ حضور علیہ السلام تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے اپنے ہاتھ دھولیے اور کھال کو رکھ دیا اور حضور نے اندر آنے کی اجازت چاہی میں نے آپ کو ایک گدی پر بٹھا دیا آپ نے مجھ سے نکاح کرنے کی درخواست کی، میں نے عرض کی کہ یہ تو میری بڑی خوش قسمتی ہوگی۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں بڑی باغیرت عورت ہوں دوسرے میں عمر رسیدہ ہوں، تیسرے یہ کہ بال بچوں والی ہوں، آپ نے فرمایا سنو ایسی بیجا غیرت اللہ تمہاری دُور کر دے گا۔ اور عمر میں کچھ میں بھی چھوٹی عمر کا نہیں اور تمہارے بال بچے میرے بال بچے ہیں۔ میں نے یہ سُن کر کہا پھر مجھے کوئی عذر نہیں، چنانچہ میرا نکاح حضور علیہ السلام کے ساتھ اس طرح ہو گیا کہ حضور نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے لڑکے کو کہہ کہ وہ تیرا نکاح میرے ساتھ کر دے حالانکہ وہ لڑکا نابالغ تھا۔ (پارہ دوم ابن کثیر ص ۱۲، جواہر البحار ص ۶۳ ج ۲، کشف الغمہ، نزہۃ المجالس ص ۲۹۰ ج ۲)
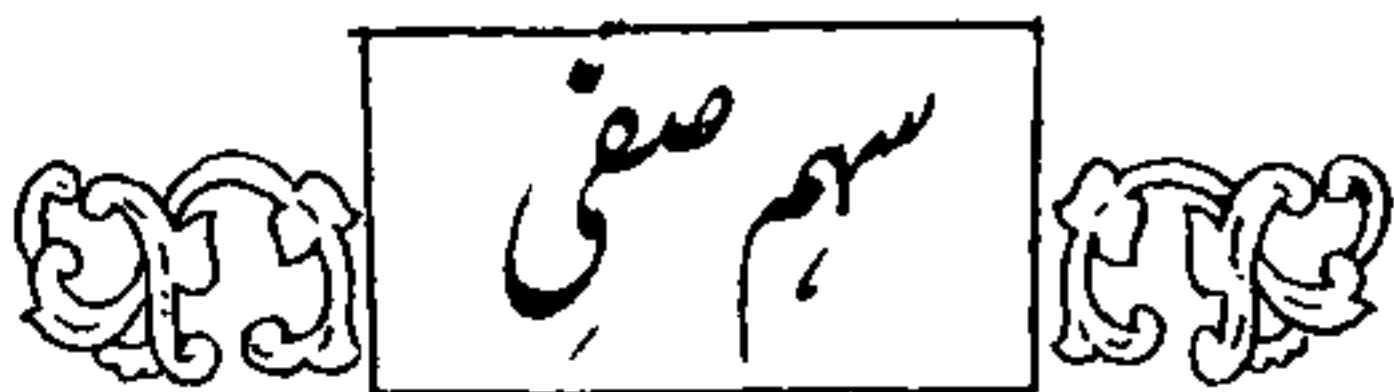
سہم صفی

آپ کے من جملہ خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر غنیمت کے مال

میں آپ کے لیے سہم صفی تھا مطلب یہ کہ غنیمت کا مال تقسیم ہونے سے پہلے جس چیز کو آپ چاہیں، اپنی ذات کے لیے منتخب فرمالیں چنانچہ جب بنو قریظہ غلام بنائے گئے اور وہ غلام اور لونڈیوں کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیے گئے تو ان میں ایک لونڈی تھی جسکا نام ریحانہ بنت زید تھا آپ نے اپنے لیے اس کو چن لیا اور بعد میں دوسرے بردے تقسیم کیے گئے۔

(خصائص کبریٰ ص۱۳۲ ج۲)

علاوہ ازیں ایک مرتبہ آپ نے تقسیم غنیمت سے پہلے ایک تلوار کو اپنے لیے چن لیا جو بعد میں ذوالفقار کے نام سے موسوم ہوئی۔ (خصائص ص۱۳۲ ج۲)

اُمّت کی طرف سے قربانی

کسی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر قربانی دے۔ سوائے امام الانبیاء کے کہ آپ اپنی امت کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے چنانچہ ترمذی شریف میں ہے۔ اِنَّہٗ ضَحّٰی بِکَبْشٍ فَقَالَ ھٰذَا عَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ آپ نے ایک مینڈھا ذبح کیا اور کہا یہ میرے اس امتی کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔ (ترمذی ص۱۸۲ ج۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک مینڈھا ذبح کرکے فرمایا اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم)
ترجمہ:۔ الٰہی اس کو میری طرف سے میری آل اور میری امت کی طرف سے قبول فرما۔

(مسلم شریف ص۱۵۶ ج۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام نے ایک مینڈھا ذبح کرکے فرمایا ھٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ یہ قربانی میری اور میری امت کے اس شخص کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔

(ابوداؤد کتاب الاضاحی ص)

آپکو ہجو کرنیوالے کا قتل جائز ہے

حضرت برا بن عازب فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے چند انصار کو ابو رافع یہودی کے پاس بھیجا اور ان پر عبداللہ بن عتیک کو امیر بنایا ابو رافع رسول خدا کو سخت ایذا دیتا تھا اور آپ کے نقصان پر کمربستہ رہتا تھا اور وہ اپنے اس قلعے میں جو زمین حجاز میں تھا رہتا تھا۔ جب یہ لوگ اس کے قریب پہنچے اس وقت سورج چھپ چکا تھا اور لوگ اپنے مویشیوں کو شام کے وقت واپس لا چکے تھے۔ عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کہ تم اپنی جگہ پر بیٹھو میں جاتا ہوں دربان سے کوئی لطیف حیلہ کروں گا، شاید میں اندر چلا جاؤں، پھر قلعہ کی طرف چلا گیا یہاں تک کہ دروازے کے قریب پہنچ گیا پھر اپنے کپڑوں میں اپنے آپ کو اس طرح چھپایا جیسے کوئی پاخانہ پھرتا ہے قلعہ والے اندر جا چکے تھے دربان نے عبداللہ کو دیکھا اس کے کہ یہ بھی قلعہ کا آدمی ہے، آواز دی اے اللہ کے بندے اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آجا کیوں کہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں۔ میں اندر چلا گیا جب سب آچکے دربان نے دروازہ بند کر کے کنجیاں کھونٹی پر لٹکا دیں۔ عبداللہ کہتے ہیں میں نے کنجیاں لینے کا ارادہ کیا پھر انہیں لے کر دروازہ کھولا۔ ابو رافع کے پاس کہانیاں ہوا کرتی تھیں اور وہ اپنے بالاخانہ پر رہتا تھا جب اس کے پاس سے کہانیاں کہنے والے چلے گئے میں اس کی طرف چڑھ گیا۔ میں جب کوئی دروازہ کھولتا تو اندر کی جانب سے اس کو بند کر لیتا اور (اپنے دل میں کہتا تھا) اگر لوگ مجھ سے واقف بھی ہو جائیں گے، تو ابو رافع کے مارنے سے پہلے مجھ تک نہ آسکیں گے جب میں اس کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں وہ ایک اندھیرے مکان میں اپنے بچوں میں ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ گھر میں کس جگہ ہے۔ میں نے ابو رافع کہہ کر آواز دی اس نے جواب دیا کون میں جواب کی طرف لپکا میں نے ڈرتے ڈرتے اس پر وار کیا مگر وہ خالی گیا اور وہ چلانے لگا میں مکان سے نکل کر تھوڑی دیر بعد پھر اندر گیا اور میں نے کہا اے ابو رافع یہ آواز کیسی تھی اس نے کہا تیری ماں پر مصیبت پڑے کسی نے مجھے ابھی تلوار ماری تھی عبداللہ کہتے ہیں پھر میں نے ایک بھرپور وار کیا،

اس سے بھی وہ قتل نہ ہوا پھر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ دی تب میں نے جانا کہ میں نے اُسے مار دیا ہے پھر میں ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا زینہ تک پہنچ گیا اور یہ خیال کر کے کہ میں زمین پر آگیا ہوں پاؤں رکھا چاندنی رات میں میں نیچے گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں اسے اپنے عمامہ سے باندھ کر نکلا اور دروازہ پر یہ کہہ کر بیٹھ گیا کہ میں آج رات نہ نکلوں گا جب تک میں یہ نہ جان لوں کہ میں نے اسے مار دیا ہے۔ جس وقت مُرغ بولا موت کی خبر سنانے والا دیوار پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں ابورافع اہلِ حجاز کے سوداگر کے مرنے کی خبر سُناتا ہوں پھر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جلد چلو اللہ نے ابورافع کو قتل کر دیا ہے، میں نے رسولِ خدا کے پاس آکر یہ قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا اُبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّهَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ۔ اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا (اور وہ ایسا ہو گیا) جیسے مجھے کبھی اس کی تکلیف نہ تھی۔ (بخاری مصری ۱۸)

اس قسم میں وہ خصائص بیان کیے جائیں گے، جن کا تعلق آخرت میں آپ کی امت کے ساتھ ہوگا

امتیازی شان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مقبرہ (جنت البقیع) میں تشریف لے گئے اور فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ ۔ ترجمہ سلامتی ہو تم پر اے مومنین کی جماعت اور ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ اور ہم اپنے بھائیوں کو دیکھنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ (یہ سُن کر) صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں آپ نے فرمایا تم میرے صحابی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئے صحابہ نے عرض کی۔ کَیْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَّمْ یَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ یا رسول اللہ آپ قیامت کے دن ان امتیوں کو کیسے پہچانیں گے جو اب تک دنیا میں نہ آئے۔ آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ اگر ایک شخص کے پاس سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کے گھوڑے ہوں اور وہ نہایت سیاہ گھوڑوں میں ملے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کی شناخت نہ کرے گا صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہاں آپ نے فرمایا وہ (قیامت کے دن) وضو کے اثر سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوضِ کوثر پر ان کا پیش رو ہوں گا

(مشکوٰۃ کتاب الطہارت)

حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے سجدہ کی اجازت دی جائے گی اور مجھے ہی سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کی اجازت ہوگی، پس میں اپنے آگے مخلوق کا انبوہ کثیر دیکھوں گا اور اس میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ پھر اسی قسم کا انبوہ اپنے پیچھے دیکھوں گا اور دوسری امتوں میں سے اپنی امت کو

پہچان لوں گا۔ پس ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ کَیْفَ تَعْرِفُ اُمَّتَکَ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ فِیْمَا بَیْنَ نُوْحٍ اِلٰی اُمَّتِکَ یارسول اللہ حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے لے کر آپ کی امت تک کے لوگوں میں سے آپ اپنی امت کو کیسے پہچان لیں گے۔ آپ نے فرمایا میری امت کے لوگ وضو کے اثر سے روشن پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے۔ اور سوائے اس کے اور کوئی امت ایسی نہ ہوگی اور ان کو اس طرح پہچان لوں گا۔ کہ ان کا نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا۔ اور اس طرح بھی پہچان لوں گا کہ ان کی (خوردسال) اولاد ان کے آگے دوڑتی ہوگی۔ (مشکوٰۃ کتاب الطہارت)

ان احادیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:۔

اَطْلَعَ اللّٰہُ نَبِیَّہٗ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْمُغَیَّبَاتِ الْمُسْتَقْبِلَۃِ الَّتِیْ لَمْ یُطْلِعْ عَلَیْہَا نَبِیًّا غَیْرَہٗ مِنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَۃِ۔ (عمدۃ القاری ص ۲۵ ج ۲)

ترجمہ: اللہ تعالٰے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امورِ آخرت میں سے ایسے غیب کے حالات کا علم دیا جس پر کسی دوسرے نبی کو مطلع نہیں کیا۔

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کے دن اپنے پرائے اور مومن و کافر کی پہچان ہوگی اس لیے کہ مسلمانوں کے اعضائے وضو کا چمکنا ان کے چہرے نورانی ہونا ان کے داہنے ہاتھ نامۂ اعمال ہونا ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان ہونا اور ان کی اولاد کا ان کے آگے آگے دوڑنا ان کی امتیازی نشان کو ظاہر کر رہا ہوگا اور کفار کی علامات ان کے خلاف ہوں گی۔ لیکن بعض لوگ مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعت کی حدیث لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُہُمْ وَیَعْرِفُوْنَنِیْ ثُمَّ یُحَالُ بَیْنِیْ وَبَیْنَہُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّہُمْ مِنِّیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ۔

ترجمہ: حوض پر ہمارے پاس کچھ قومیں آئیں گی جن کو ہم پہچانتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے ہیں پھر ہمارے اور ان کے درمیان آڑ کر دی جائے گی ہم کہیں گے کہ یہ تو ہمارے لوگ ہیں تو کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئے کام کیے پس ہم فرمائیں گے دوری ہو دوری ہو اس کو جو میرے بعد دین بدلے۔

پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کے دن مومن

اور کافر کی پہچان نہ ہوگی کیوں کہ آپ مرتدین کو فرمائیں گے کہ یہ میرے صحابہ ہیں اور ملائکہ عرض کریں گے کہ آپ نہیں جانتے۔

معترضین کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر ہوگا، جیساکہ قرآن میں ہے کہ جہنمی کافر سے قیامت کے دن کہا جائے گا ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ عذاب چکھ تو تو عزت و کرم والا ہے۔ اور فرشتوں کا یہ عرض کرنا کہ آپ ان کو نہیں جانتے، ان مرتدین کو غمگین کرنے کے لئے ہوگا۔ ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا پھر غور کی بات تو یہ ہے کہ آج تو حضور علیہ السلام اس سارے واقعہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں اَعْرِفُهُمْ میں ان کو پہچانتا ہوں قیامت کے دن کیسے بھول جائیں گے ان لوگوں کو ملائکہ کا روکنا ان کے ارتداد کی خاص علامت ہوگی۔ نیز آج تو حضور علیہ السلام نے جنتی جہنمی لوگوں کی خبر دے دی عشرہ مبشرہ کو بشارت دی دو کتابیں صحابہ کرام کو دکھادیں۔ جن میں جنتی اور دوزخی لوگوں کے نام تھے وہاں نہ پہچاننے کے کیا معنی؟ مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیرالناس ص۴ پر لکھا ہے۔ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں۔ اب غور کیجئے کہ اولین میں ملائکہ بھی آجاتے ہیں پھر ملائکہ کو تو خبر ہے کہ یہ مرتد ہیں، حضور علیہ السلام کو خبر کیسے نہ ہوگی۔ جبکہ آپ کا علم ملائکہ بلکہ جمیع مخلوق سے زیادہ ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ مجرم اپنی نشانیوں سے پہچانے جائیں گے۔ مومنوں کے بارے میں ارشاد ہوا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ یعنی سجدوں کے اثر سے ان کی نشانیاں ان کے چہروں پر ہوں گی۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ اِلَّا وَتُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اُمَّتُهٗ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً فَيَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ وَاَعْمَالِهِمْ فَلِذٰلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ۔ وَقَالَ قَتَادَةُ اَلْخَلَائِقُ كُلُّهُمْ (مظہری ص۵)

ترجمہ: حضور علیہ السلام پر ہر صبح شام حضور کی امت پیش کی جاتی ہے اور حضور اپنے ہر امتی کے چہرے اور اعمال کو پہچانتے ہیں۔ اسی علم کامل کے باعث حضور قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر ساری مخلوق پیش کی جاتی ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکۂ معظمہ میں چند لوگ حضور علیہ السلام پر ایمان

لے آئے لیکن جب حضور علیہ السلام نے ہجرت فرمائی تو وہ لوگ مرتد ہو گئے اور کفار کے ساتھ جنگ بدر میں مسلمانو
کے مقابل آئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے ان کے بارے میں خدا تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں.

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا۔

ترجمہ : وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے ۔ (فرشتے) کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے تو ایسوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور بہت بُری جگہ پلٹنے کی ۔ (کنز الایمان)

فرشتوں کی اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ ملک الموت اور ان کے مددگار فرشتوں کو انسانوں کے تمام نیک و بداعمال کی خبر ہے ۔ ان فرشتوں کو خبر ہے کہ ان لوگوں پر ہجرت فرض تھی مگر انہوں نے نہ کی تب ہی تو ان پر یوں عتاب کر رہے ہیں ۔

رب تعالےٰ کراماً کاتبین کے متعلق ارشاد فرماتا ہے ۔ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ یعنی جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتے ہیں ۔ کاتب تقدیر فرشتہ ماں کے پیٹ میں ہی بچے کی سعادت بدبختی اس کے اعمال وغیرہ لکھ دیتا ہے وہ سب کے حالات سے خبردار ہے ۔

جب فرشتے تمام انسانوں کے نیک و بداعمال کو جانتے ہیں تو حضور علیہ السلام تو اعلم الخلق ہیں ۔ آپ کو ہمارے تمام نیک و بداعمال کی خبر کیوں نہ ہوگی ۔

مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعۃ میں ہے کہ جنتی مسلمان جہنمی مسلمانوں کو نکالنے کے لئے جہنم میں جائیں گے اور ان کی پیشانی کے نشان سجدہ دیکھ کر ان کو جل چکنے کے بعد نکالیں گے اور ان سے فرمایا جائے گا ۔ فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَیْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان پاؤ اس کو نکال لو ۔ دیکھو جنتی مسلمان دوزخی مسلمانوں کے دل کے ایمان کو پہچانتے ہیں بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کس کے دل میں کس درجہ کا ایمان ہے دینار کے برابر یا ذرہ کے برابر ، تو کیا حضور علیہ السلام کو چہرہ دیکھ کر بھی خبر نہیں ہوگی ۔ کہ یہ مسلمان ہیں یا کافر ، خدا تعالےٰ عقل سلیم عطا فرمائے

خدا تعالےٰ سود خوار کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں ۔

اَلَّذِیْنَ یَاْ کُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

ترجمہ: وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن ایسے کھڑے ہوں گے جیسے وہ آدمی کھڑا ہوتا ہے جس کو آسیب نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر مجرم چہرے سے ہی پہچان لیا جائیگا۔ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ جیسے کہ سود خوار کو گرتا پڑتا دیکھ کر ہی پہچان لیا جائے گا اسی طرح دوسرے مجرم پہچانیں جائیں گے، بلکہ اللہ والے تو دنیا ہی میں جنتی دوزخی کو پہچان لیتے ہیں کیوں کہ ہرایک کے گلے میں اس کی تختی رب تعالٰے نے ڈال دی ہے جسے آنکھ والے دیکھ بھی لیتے ہیں پڑھ بھی لیتے ہیں۔ خداتعالٰے فرماتا ہے۔ وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ طٰٓئِرَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ وَنُخْرِجُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کِتٰبًا یَّلْقٰہُ مَنْشُوْرًا۔ ہرایک کی تختی اس کے گلے میں پڑی ہے کل قیامت کے دن یہی تختی نامہ اعمال کی شکل میں نمودار ہوگی۔ خداتعالٰے ارشاد فرماتے ہیں:۔

یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا۔

ترجمہ: جس دن صور پھونکا جائے گا اور ہم اس دن اٹھائیں گے مجرموں کو نیلی آنکھیں (کرکے)

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کفار کی چند کھلی نشانیاں ہوں گی، منہ کالا آنکھیں نیلی ہاتھ بندھے ہوئے۔ نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں اور مومن کا حال اس کے برعکس ہوگا۔ لہٰذا قیامت کے دن ہر آدمی کو کافر اور مومن کی پہچان ہوگی۔ جو کہے کہ حضور علیہ السلام کو کافر اور مومن کی قیامت کے دن پہچان نہ ہوگی۔ وہ اس آیت کا منکر ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالٰے ہے۔

یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا کَاَنَّھُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ ذٰلِکَ الْیَوْمُ الَّذِیْ کَانُوْا یُوْعَدُوْنَ

ترجمہ: جس دن قبروں سے جلدی سے نکلیں گے جیسے وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہیں آنکھیں نیچی کئے ہوئے ان پر ذلت سوار ہے یہ ہے ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا گیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قبروں سے اٹھتے ہی کفار اور مومنین میں فرق ہوگا۔ جس سے ہر ایک کی پہچان ہوگی۔ کافر چہرے کے بل چلے گا، نگاہ نیچے کئے ہوگا۔ چہرے پر ذلت و رسوائی

کے آثار ہوں گے، مومن کا حال اس کے برعکس ہوگا۔

مولوی احمد علی دیوبندی لاہوری کہتا ہے کہ:

اس دفعہ مجھے مدینہ میں ایک بزرگ ملے جو ایک انسان کے نام پر انگلی رکھ کر بتلا دیتے ہیں کہ اس کے دل میں ایمان ہے یا نہیں۔ (ملفوظات احمد علی ص۱۲۷)

غور فرمائیے کہ جس نبی کے غلاموں کو یہ کمال حاصل ہو کہ نام پر انگلی رکھ کر قلبی کیفیات معلوم کریں اور بتا دیں کہ مومن ہے یا کافر تو اس نبی مکرم کا اپنا کیا کمال ہوگا۔ کیا وہ چہرے دیکھ کر بھی نہ پہچان سکیں گے

دوسری جگہ بھی مولوی احمد علی کہتا ہے: کہ

بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے سے اور ان کی نگاہِ فیض کے اثر سے بحمد اللہ اتنی توفیق میسر آگئی ہے کہ اب یہ بھی مجھ پر منکشف ہو جاتا ہے۔ کہ کون اپنی قبر میں کس حال میں ہے۔ (ملفوظات احمد علی ص۱۵۱)

دیو بندی حضرات غور کریں کہ چودھویں صدی کے مولوی کو تو منوں من مٹی کے نیچے والے اہلِ قبر کے حالات معلوم ہو جائیں کہ قبر میں ان کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے کیا صاحبِ قبر مومن ہے یا کافر، اس کو عذاب ہو رہا ہے یا اس کی قبر پر رحمت کی بارش ہو رہی ہے وہ گنہگار تھا یا نیکوکار مگر حضور علیہ السلام کو قیامت کے دن چہروں سے بھی مرتدوں کی پہچان نہ ہو سکے گی۔ اللہ تعالےٰ سمجھ نصیب فرمائے

برزخی زندگی میں امتیاز

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ مَرْحُوْمَۃٌ تَدْخُلُ قُبُوْرَھَا بِذُنُوْبِھَا وَتَخْرُجُ مِنْ قُبُوْرِھَا لَا ذُنُوْبَ عَلَیْھَا تَمَحَّصُ عَنْھَا بِاسْتِغْفَارِ الْمُؤْمِنِیْنَ لَھَا (شرح الصدور ص۱۲۸)

ترجمہ:- میری امت، امتِ مرحومہ ہے وہ قبروں میں گناہوں کے ساتھ داخل ہوگی۔ اور جب قبروں سے نکلے گی اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا اللہ تعالےٰ مومنوں کے استغفار سے اس کو گناہوں سے پاک و صاف کر دیگا

مومن کا فدیہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَفَعَ اللّٰهُ اِلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُوْلُ هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ

(مسلم شریف ج۲ ص۳۶۰)

ترجمہ: جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالےٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی دے کر فرمائیگا کہ دوزخ سے نجات حاصل کرنے کے لئے تیرا فدیہ ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کا مطلب حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے واضح ہوتا ہے جس میں ارشاد ہے کہ ہر ایک شخص کے لئے ایک مکان جنت میں ہے اور ایک دوزخ میں لہٰذا مومن کو جب جنت میں داخل کیا جائے گا تو اس کے ساتھ ہی کافر کو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہے اور یہ جو لفظ ہے کہ یہ تیرا فدیہ ہے نار دوزخ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو دوزخ میں داخل کرنے کے لیے پیش کیا جاتا ہے تو یہ تمہارا فدیہ ہے جو کہ تمہارے بجائے دوزخ میں داخل کیا جا رہا ہے کفار کو ان کے گناہ کی وجہ سے دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ تو یہ مسلمان کے حق میں فدیہ ہو جائے گا۔

ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے میں نے چار ہزار برس تک دنبہ کی جنت میں پرورش کی تاکہ وہ اسماعیل علیہ السلام کی طرف سے ذبح ہو کر ان کا فدیہ ہو جائے اسی طرح میں نے فرعون کی چار سو برس تک پرورش کی تاکہ وہ دریا میں ڈوب کر موسیٰ علیہ السلام کا فدیہ ہو جائے اسیطرح اشنوع یہودی کی پچاس سال تک پرورش کی تاکہ وہ سولی پر چڑھ جائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے فدیہ ہو جائے اسی طرح خدا تعالےٰ یہود و نصاریٰ کی اپنی نعمتوں سے پرورش کر رہا ہے، تاکہ یہ دونوں فرقے قیامت کے دن دوزخ میں داخل ہو کر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فدیہ ہو جائیں۔

(نزہۃ المجالس ج۱ ص۱۵۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ هٰذِهٖ اُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ عَذَابُهَا بِاَيْدِيْهَا فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ دُفِعَ اِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُقَالُ هٰذَا فِدَاؤُكَ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: بیشک یہ امت مرحومہ ہے اس کا عذاب اس کے اپنے ہاتھ ہے پس جب قیامت کا دن ہوگا ہر مسلمان آدمی کو ایک مشرک دیا جائے گا پھر کہا جائے گا۔ کہ یہ آگ سے تیرا فدیہ ہے۔ (جواہر البحار ص۳۴۴)

حضرت ابو بردا اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ بِذُنُوْبٍ اَمْثَالِ الْجِبَالِ فَيَغْفِرُهَا اللّٰهُ لَهُمْ وَيَضَعُهَا عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى۔ (مسلم شریف ص۳۶۴)

ترجمہ: قیامت کے دن کچھ مسلمان گناہوں کے پہاڑ سر پر لے کر آئیں گے اللہ تعالے ان کے گناہ معاف فرمادیگا اور ان کے گناہوں کے پہاڑوں کو یہودیوں اور عیسائیوں پر رکھ دے گا۔

یومِ قیامت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کا ہوگا کیسے گزرے گا اس پر آپ نے فرمایا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهٗ لَيُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَهْوَنَ عَلَيْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ يُصَلِّيْهَا فِي الدُّنْيَا۔ (مظہری ص۲۳)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت کا دن مومن کے لیے چھوٹا ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اسے دنیا میں ایک فرض نماز کی ادائیگی سے بھی کم وقت محسوس ہوگا۔

دخول جنت

حضرت حذیفہ بن الیمان سے روایت ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام نے اتنا لمبا سجدہ

کیا کہ ہمیں یہ گمان ہو گیا کہ شاید آپ کی روح کو سجدے کی حالت میں قبض کر لیا گیا ہے پھر یکایک آپ نے سرِ اقدس کو اٹھایا اور فرمایا میرے رب نے مجھ سے میری امت کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے میں نے عرض کی الٰہی جس طرح تو چاہے ان کے ساتھ سلوک کر اس لیے کہ وُہ تیرے بندے اور تیری مخلوق ہیں پھر رب تعالےٰ نے دوسری مرتبہ مجھ سے مشورہ طلب فرمایا میں نے وہی جواب دیا پھر تیسری بار مشورہ طلب فرمایا تو میں نے پھر وہی جواب دیا جو پہلے دے چکا تھا اس پر خُدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا میں تجھے تیری امت کے بارے میں رسوا نہ کرونگا، اور مجھ کو یہ بشارت دی کہ سب سے پہلے میری امت کے لوگ جو داخلِ جنت ہوں گے وہ ستر ہزار ہوں گے اور ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے جن سے حساب نہ لیا جائے گا۔ (خصائص کبریٰ ص۲۴۸)

حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک یہودی سے کچھ قرض لینا تھا آپ اس کے پاس اپنا حق طلب کرنے کے لیے تشریف لے گئے آپ نے اس یہودی کے سامنے یوں قسم یاد فرمائی کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں پر برگزیدہ کیا۔ میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا یعنی تجھ سے اپنا حق ضرور وصول کروں گا۔ یہودی نے کہا واللہ، اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر سے برگزیدہ نہیں کیا اس پر فاروقِ اعظم نے اس یہودی کو ایک طمانچہ مارا، یہودی نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آکر فریاد کی، آپ نے فرمایا اے عمر تم نے جو یہودی کو طمانچہ مارا ہے اس کے عوض اس یہودی کو راضی کرو اور یہودی سے ارشاد فرمایا کہ اے یہودی آدم صفی اللہ ہیں، ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ نجی اللہ، عیسیٰ روح اللہ اور میں حبیب اللہ ہوں۔ اے یہودی اللہ کے دو نام ایسے ہیں جن کے ساتھ اس نے میری امت کا نام رکھا ہے اللہ تعالےٰ کا ایک نام اسلام ہے اور اس نام کے ساتھ اس نے میری امت کا نام رکھا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا، دوسرا نام اللہ تعالےٰ کا مومن ہے اور اس نام کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے میری امت کا نام مومنین رکھا اے یہودی تم اوّلین لوگ ہو ہم آخرین السابقین قیامت کے دن جنت دوسری امتوں پر حرام ہے جب تک کہ میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

(خصائص کبریٰ ص۲۴۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے موسیٰ علیہ السلام جو شخص میرے پاس اس حال میں آئے گا کہ وہ میرے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتا ہوگا، میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی یہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا میں نے ان سے افضل کسی کو پیدا نہیں کیا، میں نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا، وَ اِنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِیْ حَتّٰی یَدْخُلَهَا هُوَ وَ اُمَّتُهٗ۔ اور بے شک جنت میری ساری مخلوق پر حرام ہے جب تک وہ اور اس کی امت نہ داخل ہو جائے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اس کی امت کون ہے خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا وہ ہر حال میں میری حمد و ثنا بیان کرنے والے ہوں گے طہارت اور پاکیزگی کے پابند ہوں گے دن کو روزہ رکھیں گے اور رات کو تہجد پڑھیں گے میں ان کے تھوڑے سے عمل کو بھی قبول فرما لوں گا۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے پر ان کو داخل جنت کر دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ مجھے اُس امت کا نبی بنا دے، خدا کا ارشاد ہوا ان کا نبی انہیں میں سے ہوگا اس پر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ مجھے اُس نبی کی امت میں سے کر دے ارشاد ہوا تو اس امت سے پہلے ہو چکا اس امت کا زمانہ آخری ہوگا لیکن میں تجھے اس کے ساتھ جنت میں ملا دوں گا۔

(خرپوتی ص۱۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرماتے سُنا کہ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ زُمْرَةٌ هِیَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا تُضِیْءُ وُجُوْهُهُمْ اِضَاءَةَ الْقَمَرِ

ترجمہ: میری امت کا ایک گروہ ستر ہزار کی تعداد میں جنت میں داخل ہوگا۔ ان کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔

اس پر حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ میرے لیے دعا کیجئے کہ خدا تعالےٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا! یا اللہ اس کو ان میں سے کر دے۔ پھر ایک انصاری کھڑا ہوا اس نے عرض کی میرے لیے بھی دعا کریں کہ خدا تعالےٰ ان میں سے کر دے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا عکاشہ تجھ سے سبقت لے گیا۔

(بخاری مصری ص۲۸/۴)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا آج دوزخ کا حصہ الگ کردو، وہ عرض کریں گے الٰہی دوزخ کا حصہ کیا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے، یہ وہی وقت ہوگا جب بچے بوڑھے ہوجائیں گے حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے اور تم لوگوں کو غشی کی حالت میں دیکھو گے۔ حالانکہ وہ غشی کی حالت میں نہ ہوں گے بلکہ عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔ صحابہ کرام کو یہ امر بہت گراں گزرا اور انہوں نے عرض کی یارسول اللہ وہ شخص ہم میں سے کون سا ہوگا۔ جو ہزار میں سے بچے گا، حضور علیہ السلام نے فرمایا تم خوش رہو یاجوج ماجوج میں سے ہزار اور تم میں سے ایک پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ تم اہل جنت کی ایک تہائی ہو اس پر صحابہ نے خدا کی حمد وثنا کی اور تکبیر کہی، پھر حضور نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں جان ہے میں خواہش کرتا ہوں کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہوگے۔ (بخاری شریف مصری ص ۱۳۳)

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ

ترجمہ: اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، اسّی صفیں صرف اس امت کی اور چالیس باقی ساری امتوں کی۔

یہ اُمت محبوبُ الانبیاء ہے

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔

ترجمہ: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ ونگہبان لائیں گے۔

قیامت کے دن سب سے پہلے اسرافیل کو بلایا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائیں گے کیا تم نے میرے احکام کی تبلیغ کی وہ عرض کریں گے ہاں، میں نے تیرے احکام کو جبرائیل امین تک پہنچایا، پس جبریل امین کو بلایا جائیگا اور خدا تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا اسرافیل نے تجھ تک

میرے احکام کو پہنچایا وہ عرض کرے گا ہاں اس پر اسرائیل بری الذمہ ہو جائیں گے پھر اللہ تعالےٰ جبریل امین سے فرمائے گا بتا تو نے میرے احکام کو کن تک پہنچایا وہ عرض کریں گے یا اللہ میں نے تیرے احکام کو تیرے رسولوں تک پہنچایا پھر رسولوں سے پوچھا جائے گا ؟ کیا جبرائیل امین نے میرے احکام تم تک پہنچا دئے وہ عرض کریں گے ہاں ، پس اُن سے پوچھا جائے گا کہ تم نے میرے احکام کن لوگوں تک پہنچائے وہ عرض کریں گے یا اللہ ہم نے اپنی امت کو تیرے احکامات کی تبلیغ کر دی اس پر امتوں کو بُلا کر ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا رسولوں نے میرے احکامات کو تم تک پہنچایا ان میں سے کفار لوگ رسولوں کی تبلیغ کا انکار کر دیں گے ، رسول رب تعالےٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ ہمارے پاس گواہ موجود ہیں اللہ تعالےٰ فرمائے گا وہ کون ہیں وہ عرض کریں گے امتِ محمدیہ اس پر خداوند قدوس اس امتِ مرحومہ کو اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے کا حکم دے گا ، وہ حاضر ہوگی تو اس سے پوچھا جائے گا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ رسولوں نے میرے احکامات کو اپنی امتوں تک پہنچا دیا ۔ وہ کہیں گے ہاں ہم گواہی دیتے ہیں ۔ کفار اعتراض کریں گے کہ الٰہی ان لوگوں نے تو ہمارا زمانہ پایا نہیں ، پھر یہ گواہی کیسے دے رہے ہیں تب حضور کی امت عرض کرے گی خدایا ہم اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر گواہی دے رہے ہیں ، کیوں کہ ہمارے نبی نے ہم سے ارشاد فرمایا کہ تمام رسولوں نے تبلیغ کا کام بطریق احسن سرانجام دیا ۔ پھر امتِ مرحومہ کی گواہی اور صفائی کے لیے امام الانبیاء عدالتِ الٰہیہ میں تشریف لائیں گے ، حضور علیہ السلام اس امت کی گواہی کی تصدیق کریں گے ۔ کہ یہ امت مقبول الشہادت ہے ۔ نیک ہے صالح ہے آپ کی اس تصدیق پر انبیاء کرام کے حق میں ڈگری دے دی جائے گی ۔ (مظہری ص۱۴۳، نعیمی ص۸)

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کرام اپنی امت کے ظاہری اور باطنی اعمال سے خبردار ہوتے ہیں ۔ کیوں کہ بغیر علم کے گواہی نہیں دی جا سکتی ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت سے فرمایا تھا (اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ) میں تمہیں بتا سکتا ہوں ، جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور بچاتے ہو ۔

خیال رہے کہ تاکلون اور تدخرون مضارع ہے جس میں حال اور استقبال دونوں زمانوں کی گنجائش ہے تو معنی اس کے یہ ہوئے کہ جو کچھ تم اپنے گھروں کی کوٹھڑیوں میں بیٹھ کر کھاتے ہو یا کھاؤ گے بچاتے ہو یا بچاؤ گے میں سب کی خبر تم کو دے سکتا ہوں ، یعنی کھیتوں میں دلنے اور باغوں میں

پھل پیدا ہوتے ہیں ہر دانہ اور پھل پر کھانیوالے کی مہر ہوتی ہے میں ان مہروں کو جانتا ہوں اور کھانے والوں کو پہچانتا ہوں۔ مقامِ غور ہے کہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کتنا وسیع علم دیا، جب روح اللہ کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے تو پھر حبیب اللہ کے علم کی وسعت کتنی ہوگی۔

؎ خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

دوسری بات یہ بھی ثابت ہوگئی کہ حضور علیہ السلام کی امت انبیاء کرام کی گواہ ہے چنانچہ دوسری جگہ خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا۔

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

اور مدعی کو گواہ پیارا ہوتا ہے کہ اسکے مقدمہ کا فیصلہ گواہ پر ہوتا ہے لہٰذا یہ امت محبوب الانبیاء ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اچھے اعمال کریں تاکہ کل حضرات انبیاء کی گواہی دے سکیں، فاسق و فاجر کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔

تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ حضور علیہ السلام اپنی ساری امت کے ہر ایک کے حال کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما رہے ہیں اس لیے آپ قیامت میں اپنی امت کی تائید کے ساتھ اس کی توثیق بھی فرمائیں گے۔ لوگوں کے ایمان کی نبض پر حضور علیہ السلام کا ہاتھ ہے۔ علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں ویکون الرسول علیکم شہیداً کے تحت لکھا ہے۔

او مطلع است بنور نبوت بر رتبۂ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہان شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص ونفاق شمارا و لہٰذا شہادت او در دنیا بہ حکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔ (تفسیر عزیزی ص۵۱۸)

ترجمہ: حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ دین کے کس درجہ میں ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اس کی ترقی کے مانع ہے پس حضور علیہ السلام

تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمانی درجات کو اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاق و نفاق کو جانتے اور پہچانتے ہیں لہذا ان کی گواہی دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

چوتھی بات یہ ثابت ہوئی کہ حضور علیہ السلام کی نگاہ نے تمام انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے حالات تفصیل وار اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائے ہیں اور آپ کی گواہی آپ کی امت کیطرح سنی سنائی نہ ہوگی بلکہ عینی ہوگی اگر آپ کی گواہی بھی سمعی ہوتی تو جو اعتراض اس وقت امت کی گواہی پر ہوا تھا آپ کی گواہی پر بھی ہوتا نیز آپ کی گواہی کی پھر ضرورت ہی کیا تھی۔

پانچویں بات یہ ثابت ہوئی کہ قیامت کے دن کفار بھی حضور علیہ السلام کے علم غیب اور حاضر ناظر[1] کے قائل ہوں گے اس لیے وہ حضور کی گواہی پر جرح نہ کرسکیں گے کہ حضور بغیر مشاہدہ گواہی کیسے دے رہے ہیں۔ اب جو حضور کے ان اوصاف کا منکر ہو وہ ان کفار سے بدتر ہے۔

---

[1] مسئلہ حاضر ناظر کی تحقیق کے لیے غزالی زماں علامہ احمد سعید صاحب کاظمی کا رسالہ "تسکین الخواطر" ملاحظہ فرمائیے)

اس قسم میں ان اعمال کی بحث کی جائے گی، جو حضور علیہ السلام پر واجب ہیں۔

نمازِ تہجد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی۔ (جواہر البحار ص۶۲ ج۲، کشف الغمہ ص۴۸)

كَانَتْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ فَرِيْضَةً عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْاِبْتِدَاءِ وَعَلٰى اُمَّتِهٖ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ثُمَّ نَزَلَ التَّخْفِيْفُ فَصَارَ الْوُجُوْبُ مَنْسُوْخًا فِي حَقِّ الْاُمَّةِ بِالصَّلٰوتِ الْخَمْسِ وَبَقِيَ الْاِسْتِحْبَابُ وَبَقِيَ وُجُوْبُ قِيَامِ اللَّيْلِ فِي حَقِّ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لِمَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ثَلَاثٌ هُنَّ عَلَيَّ فَرِيْضَةٌ وَهِيَ سُنَّةٌ لَكُمْ اَلْوِتْرُ وَالسِّوَاكُ وَقِيَامُ اللَّيْلِ۔

(تفسیر مظہری ص۱۲۴ جلد ۵)

ترجمہ: شروع میں نماز تہجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت پر اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق فرض تھی پھر تخفیف ہوئی اور امت کے حق میں وجوب ساقط ہوگیا پانچ نمازوں کی بنا پر اور استحباب باقی رہ گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وجوب باقی رہا جیسے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں اور تمہارے لیے سنت وتر اور مسواک اور نماز تہجد۔ خیال رہے کہ یہاں سنت سے مراد غیر فرض ہے کہ واجب و سنت دونوں کو شامل ہے۔

علامہ بغوی نے مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد بھی یہی فیصلہ فرمایا ہے کہ بَقِیَ الْوُجُوْبُ فِیْ حَقِّ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نمازِ تہجد کا وجوب باقی رہا۔

(معالم التنزیل ص۱۴۱ جلد ۳)

علامہ علاؤالدین علی بن محمد نے بھی اسی عبارت کو نقل فرمایا ہے اور آخر میں انہوں نے بھی یہ تحریر فرمایا ہے کہ وَبَقِیَ الْوُجُوْبُ ثَابِتًا فِیْ حَقِّ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی نماز تہجد کا وجوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں باقی رہا۔ (تفسیر خازن ص۱۴۲)

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ کے تحت فرماتے ہیں فَفِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی فَرْضِیَّۃِ التَّہَجُّدِ علیہ الصلاۃ والسلام وَعَلٰی اُمَّتِہٖ لٰکِنْ نُسِخَ ذٰلِکَ فِیْ حَقِّ الْاُمَّۃِ وَبَقِیَ فِیْ حَقِّہٖ علیہ الصلاۃ والسلام

(روح المعانی ص۱۳۹ جلد ۱۵)

اس آیت میں حضور علیہ السلام پر اور آپ کی اُمت پر نماز تہجد کی فرضیت کی دلیل ہے لیکن آپ کی امت کے حق میں یہ فرضیت منسوخ کر دی گئی اور آپ کے حق میں باقی رہی۔

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے:۔ بعض تو کہتے ہیں تہجد کی نماز اوروں کے برخلاف صرف حضور علیہ السلام پر فرض تھی۔ (تفسیر ابن کثیر پ۱۵ ص۶۱)

نمازِ تہجد کے فضائل میں کچھ احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

فضائل نماز تہجد و قیام لیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ ہر رات، رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ کون ہے مجھ سے دعا مانگنے والا کہ میں اس کی دعا قبول کروں کون ہے مجھ سے معافی مانگنے والا کہ اس کو عطا کروں کون ہے مجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے والا کہ میں اس کو بخش دوں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

إِنَّ فِی اللَّیْلِ سَاعَةً لَا یُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ یَسْأَلُ اللّٰهَ فِیْهَا خَیْرًا مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِیَّاهُ۔

ترجمہ: بیشک رات میں ایک گھڑی ہے کہ نہیں مانگتا مسلمان مرد اس گھڑی میں دنیا اور آخرت کے کاموں سے بھلائی مگر خدا تعالیٰ اس کو عطا کر دیتا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا عَلَیْکُمْ بِقِیَامِ اللَّیْلِ فَاِنَّهٗ دَابُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّکُمْ اِلٰی رَبِّکُمْ وَمُکَفِّرٌ لِلسَّیِّئَاتِ

ترجمہ: نماز تہجد کی ادائیگی اپنے اوپر لازم کر لو کہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور وہ تمہیں تمہارے رب کے نزدیک کرتی ہے اور وہ برائیوں کو مٹانے والی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلٰثَةٌ یَضْحَکُ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الرَّجُلُ اِذَا قَامَ بِاللَّیْلِ یُصَلِّیْ وَالْقَوْمُ اِذَا صَفُّوْا فِی الصَّلٰوةِ وَاِذَا صَفُّوْا فِیْ قِتَالِ الْعَدُوِّ۔

ترجمہ: تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ مسکراتا ہے رات کو نماز پڑھنے والا آدمی اور نماز میں صفیں باندھنے والی قوم اور دشمن کے مقابلے میں صف آرا ہونے والی قوم۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اَشْرَفُ اُمَّتِیْ حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ۔

ترجمہ: میری امت کے صاحب عظمت لوگ قرآن پر عمل کرنے والے اور رات کو نماز پڑھنے والے ہیں۔ (تفسیر مظہری صد ۱۰۸، ۱۰۹ جلد ۱۰)

چونکہ نماز تہجد قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اس لیے تمام غوث ابدال اور ولی اس نماز کی پابندی کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا غوث الاعظم عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کرسی پر بیٹھ کر فرمایا میں پچیس سال تک تن تنہا بیابانوں اور ویرانوں میں ریاضت کرتا رہا اور میں نے چالیس سال تک صبح کی نماز عشاء کی نماز کے وضو سے ادا کی اور پندرہ سال تک عشاء کی نماز کے بعد ایک پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور صبح تک قرآن پاک ختم کر دیتا۔ (نزہتہ الخاطر صد ۵۴)

علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ تیس سال تک رات بھر عبادت کرتے رہے اور ایک ایک رکعت میں ایک ختم قرآن شریف کرتے تھے آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی، آپ نے پینتالیس سال تک ایک وضو سے پانچوں وقت کی نماز پڑھی ہے۔ (صـ۸۱ الخیرات الحسان)

ے عشق ماہی دے لائیاں اگیں ایناں لگیاں کون بجھاوے ہو
نہ خود سوویں نہ سوون دیوے سُتیاں آن جگاوے ہو

مشاورت باہل الرائے

حضور علیہ السلام پر اہل الرائے صحابہ کرام سے مشورہ کرنا واجب تھا خدا تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ اور کاموں میں ان سے مشورہ کرو، یہی وجہ ہے کہ جب بھی کوئی اہم معاملہ درپیش آتا تو حضور علیہ السلام صحابہ سے مشورہ طلب فرماتے تھے چنانچہ بدر والے دن آپ نے مقام روحاء پر صحابہ کرام سے مشورہ طلب فرمایا تو صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے باری باری کھڑے ہو کر عرض کی کہ ہم آپ کے غلام ہیں آپ کے اشارے پر جان نثار کرنے کو تیار ہیں اس لیے کہ ے

غلامان محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے
یہ سر کٹ جائے یا رہ جائے کچھ پرواہ نہیں کرتے

پھر حضرت مقداد بن اسود نے عرض کی ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں کہ کہہ دیں کہ تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں صفیں باندھ کر جم کر دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔ اسی طرح احد کے دفعہ پر بھی آپ نے مشورہ طلب کیا کہ آیا مدینہ میں رہ کر لڑیں یا باہر نکلیں جمہور کی رائے یہی تھی کہ باہر میدان میں جا کر لڑا جائے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جنگ احزاب کے موقع پر بھی آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ کیا مدینہ کے پھلوں کی پیداوار کا تہائی حصہ دینے کا وعدہ کرکے انہیں سے مصالحت کر لی جائے؟ [illegible] سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے اس کا انکار کر دیا اور آپ نے بھی مشورہ کو قبول فرمایا۔ اسی طرح آپ

عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی آگئے اجازت چاہی لیکن انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں کو یاد فرمایا
لیا۔ گئے دیکھا کہ آپ کی ازواج مطہرات آپ کے پاس بیٹھی ہیں اور آپ خاموش ہیں۔ فاروق اعظم نے کہا
دیکھو میں خدا کے پیغمبر کو ہنسا دیتا ہوں، پھر کہنے لگے یا رسول اللہ کاش کہ آپ دیکھتے میری بیوی نے آج مجھ
سے روپے مانگے میرے پاس تھے نہیں، جب اس نے زیادہ ضد کی تو میں نے اٹھ کر اس کی گردن کو دبایا۔
یہ سنتے ہی حضور مسکرانے لگے اور فرمانے لگے یہاں بھی یہی قصہ ہے دیکھو یہ سب بیٹھی ہوئی مجھ سے مال طلب
کر رہی ہیں آپ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ صدیق اکبر حضرت عائشہ کی طرف اور فاروق اعظم حضرت حفصہ کی
طرف بپکے اور فرمانے لگے افسوس تم رسول اللہ سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں قریب تھا کہ یہ
دونوں بزرگ اپنی اپنی صاحبزادیوں کو مارتے لیکن رسول خدا نے روک دیا اس پر ازواج مطہرات
نے کہا کہ اب آئندہ ہم ہرگز حضور علیہ السلام کو تنگ نہ کریں گی۔ اس پر خدا کی طرف سے قرآن کی یہ
آیت نازل ہوئی کہ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا
وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًاo وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ
اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا
عَظِیْمًاo (القرآن المجید)

اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہاری مراد دنیا کی زندگی اور اس کی زینت ہے تو آؤ میں تمہیں
کچھ دے دلا کر اچھائی کے ساتھ چھوڑ دوں اور اگر تمہاری مراد خدا اور خدا کے رسول اور آخرت کا گھر ہے
تو یقین جانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالےٰ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اپنی بیویوں کو دو باتوں میں سے ایک کا
اختیار دیں اگر تم دنیا اور اس کی رونق کو پسند کرتی ہو تو آؤ میں تمہیں اپنے نکاح سے الگ کر دوں
اور اگر تم تنگی و عسرت پر صبر کر کے خدا اور رسول خدا کی رضامندی چاہتی ہو اور آخرت کی رونق کو
پسند کرتی ہو تو صبر و شکر کا دامن تھام لو اور میرے ساتھ زندگی کے نشیب و فراز برداشت کرو اللہ
تعالےٰ تمہیں آخرت کے انعام و اکرام سے سرفراز فرمائے گا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں
کہ ان آیات کے نزول کے بعد اللہ کے نبی میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں ایک بات کا
تم سے ذکر کرتا ہوں اس کے جواب میں جلدی نہ کر اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا کیونکہ

آفتاب کے بعد صرف دو فرض پڑھ لیتے ہیں اور سنتوں کا خیال نہیں کرتے، فجر کی سنت قضا ہوگئی اور فرض پڑھ لیے تو اب سنتوں کی قضا نہیں البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے اور طلوع آفتاب سے پیشتر بالاتفاق ممنوع ہے۔ آج کل عوام فرضوں کے بعد فوراً پڑھنا شروع کر دیتے ہیں یہ ناجائز ہے پڑھنا ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پڑھیں۔

جماعت قائم ہونے کے بعد کسی نفل کا شروع کرنا جائز نہیں سوائے سنت فجر کے کہ اگر یہ جانے کہ سنت پڑھ لینے کے بعد جماعت مل جائے گی اگرچہ قعدہ ہی میں شامل ہوگا تو سنت پڑھ لے مگر صف کے برابر پڑھنا جائز نہیں بلکہ اپنے گھر پڑھے یا بیرون مسجد کوئی جگہ قابل نماز ہو تو وہاں پڑھے اور یہ ممکن نہ ہو تو اگر اندر کے حصے میں جماعت ہوتی ہو تو باہر کے حصے میں پڑھے باہر کے حصے میں ہو تو اندر اور اگر اس مسجد میں اندر اور باہر دو درجے نہ ہوں تو ستون وغیرہ کی آڑ میں کہ اس میں اور صف میں حائل ہو جائے اور صف کے پیچھے پڑھنا بھی ممنوع ہے۔ اگرچہ صف میں پڑھنا زیادہ برا ہے آج کل اکثر عوام اس بات کا خاص خیال نہیں کرتے۔ (بہار شریعت ص۱۲، ۱۳ جلد ۴)

توکّل

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر توکّل واجب تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے کبھی مال و دولت جمع نہ فرمایا بلکہ جو آیا راہِ خدا میں نثار کر دیا اور سائل کو اتنا دیا کہ اس کو فقر و فاقہ کا فکر نہ رہتا، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا آپ نے اس کو بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ عطا فرمایا جو دو پہاڑوں کے درمیان پوری وادی میں پھیلا ہوا تھا۔ وہ آدمی اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا ایمان لے آؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا عطا کرتے ہیں کہ فقر و فاقہ کا اندیشہ نہیں رہتا۔ (شفا شریف ص۶۵ جلد ۱)

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا

(اعلیٰحضرت)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے کوچ فرما کر جعرانہ کے مقام پر پہنچے تو وہاں حنین کا مال غنیمت جمع کیا گیا یہ مال چھ ہزار غلام چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی اور ایک روایت میں ہے کہ بھیڑیں اتنی تھیں کہ شمار میں نہ آتی تھیں اب حضور علیہ السلام نے اس مال کو تقسیم فرمانا شروع کیا آپ نے زیادہ تر ان لوگوں کیطرف التفات فرمائی جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے حضرت زید بن ثابت سے فرمایا گیا کہ مال اور لوگوں کا شمار کرو۔ اور ان لوگوں پر مال کی تقسیم کا حساب لگاؤ حساب لگایا تو ہر آدمی کو چار اونٹ چالیس بھیڑیں اور اگر سوار تھا تو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بھیڑیں حصہ میں آئیں کہتے ہیں کہ نقدی کو حضور کے پاس جمع کر دیا گیا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آج آپ تمام قریش سے زیادہ امیر ہیں حضور پر نور شافع یوم النشور نے تبسم فرمایا پھر حضرت ابوسفیان نے عرض کی کچھ مجھے عطا فرمایئے، حضور علیہ السلام نے حضرت بلال سے فرمایا کہ چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ دے دیئے جائیں اس پر ابوسفیان نے عرض کی میرے بڑے لڑکے یزید کا حصہ بھی دیجئے آپ نے اسے بھی چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ عطا فرمائے اس پر ابوسفیان نے عرض کی یا رسول اللہ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپ جنگ اور صلح دونوں میں کریم ہیں۔ (مدارج النبوت ص۳۶۲)

خیال رہے کہ ایک ہے سخاوت ایک ہے جود اور ایک ہے کرم۔ سخاوت کل مال میں سے تھوڑا خرچ کرنا، جود کل مال میں سے اکثر خرچ کرنا اور کرم سارا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ حضرت ابوسفیان نے آپ کو کریم کہا یعنی یا رسول اللہ آپ سارا مال راہ خدا میں لٹانے والے ہیں

ہم بھکاری وہ کریم اُن کا خدا ان سے فزوں
اور نہ کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی (اعلیحضرتؒ)

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام صفوان بن امیہ کے ساتھ ایک گھاٹی سے گزر رہے تھے یہ گھاٹی بھیڑوں اور چارپایوں سے بھری ہوئی تھی، صفوان بن امیہ بار بار ان بھیڑوں اور چارپایوں کو دیکھتے تھے، حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا یہ مال تجھے پسند ہے عرض کی ہاں آپ نے فرمایا جا میں نے یہ سارا مال تجھے عطا کیا۔ اس پر صفوان مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا میں نے ایسی عطا اور بخشش کسی انسان میں نہیں دیکھی۔ (مدارج ص۳۶۲)

فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا (اعلیحضرتؒ)

اِستغفار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً۔

(مشکوٰۃ باب الاستغفار)

ترجمہ: قسم ہے اللہ کی میں استغفار کرتا ہوں اللہ سے اور توبہ کرتا ہوں خدا کی طرف دن میں ستر بار سے زیادہ مرتبہ۔

ایک روایت میں ہے اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِی الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

خیال رہے کہ حضور علیہ السلام کا استغفار کرنا تعلیم امت کے لیے تھا کیوں کہ حضور پُرنور شافع یوم النشور علیہ السلام تو گناہ سے پاک ہیں اس سے امت کو سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ جب ہمارے رسول پاک دن میں سو سو مرتبہ استغفار کیا کرتے تھے تو ہمیں تو بطریق اولیٰ استغفار کی کثرت کرنی چاہیئے اس لیے کہ ہم تو دن رات گناہوں کی آلودگیوں میں ملوث رہتے ہیں۔ ہمارے شب و روز صغائر و کبائر کے ارتکاب میں گذر رہے ہیں۔ وہ کونسا گناہ ہے جس کی بنا پر امم سابقہ عذاب الٰہی کا شکار ہوئیں اور آج اس امت میں نہیں پایا جاتا۔ بدقسمتی سے ہمارے پاکستان میں بعض نام کے مسلمان ایسے بھی ہیں جو گناہ کو گناہ تصور ہی نہیں کرتے۔ شراب خوری، سود، زنا، لواطت، چوری، قتل ناحق والدین اور ماں کی نافرمانی، جھوٹی گواہی، جھوٹ بولنا، غیبت و چغلی، کم تولنا، کم ناپنا، ملاوٹ، دھوکا بازی، فریب کاری، دغابازی وغیرہ کا بازار گرم ہے۔ یہی وجہ ہے آج ہم پاکستانی مسلمان اس عزت و وقار سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں جو کبھی فرزندانِ اسلام کا طرۂ امتیاز ہوتا تھا۔ یہ اسلام سے دوری کا نتیجہ ہے۔ کہ مشرقی پاکستان جیسا اہم حصہ ہم سے الگ ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اب یہ قوم اور کون سے ناز یبا جرت کا انتظار کر رہی ہے۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ اس نقصان عظیم کے بعد قوم خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتی اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگتی اپنے اقوال اور افعال کی درستگی کرتی

اپنے اعمال اور کردار میں تبدیلی لاتی، عبادات کی طرف راغب ہوتی اور معاملات کو درست کرتی تاکہ نقصان کی تلافی ہو سکے۔ لیکن ہو یہ رہا ہے کہ اس خطہ مغربی پاکستان کے لوگ پہلے کی نسبت زیادہ بداعمالیوں کا شکار ہو رہے ہیں اور راہِ نجات کو چھوڑ کر قعرِ ضلالت میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کی حالت کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ پھر مغلیہ دور کے انحطاط کی یاد تازہ ہونے والی ہے۔

اے مسلمانانِ پاکستان خدارا غور کرو کہ وہ کونسی وجوہات ہیں جن کی بنا پر ہم نے ہندوؤں سے تاریخی شکست کھائی ہے کیا ہماری فوج کا قصور ہے۔ کیا ہمارے بہادر سپاہیوں نے جرأت بہادری اور دلیری کا ثبوت نہیں دیا، کیا ہماری مسلح فوج دنیا کی مانی ہوئی سخت کوش جانباز اور بہادر فوج نہیں کیا ہمارے حاکم نااہل رہے ہیں۔ کیا ہماری خارجہ پالیسی کمزور تھی؟ کیا ہم میں بین الاقوامی شہرت یافتہ سیاسی شخصیتوں کا فقدان رہا؟ کیا اقوام عالم سے تعلقات کی کشیدگی ہماری شکست کا سبب بنی؟ ہو سکتا ہے کہ ان وجوہات میں سے بعض شکست کا باعث بنی ہوں لیکن جہاں تک حقائق کا تعلق ہے اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اب مسلمانوں میں وہ قرونِ اولیٰ کا سا ایمان نہیں پایا جاتا، احکام خداوندی کی پابندی نہیں، سنتِ رسول کا خیال نہیں، قرآن کو ہم نے زیب طاق بنا کر رکھ دیا۔ یہودیوں اور انگریزوں کی روش کو اپنا شعار بنا لیا۔ ہمارے طرز تمدن اور بود و باش پہ مغربی تہذیب نے قبضہ کر لیا ہماری شکل و صورت لباس و معاملات اخلاق اور اطوار سے عیسائیت اور یہودیت کی بو آتی ہے۔ ہم نے قرآن اور اسلام کو چھوڑا تو اقوام عالم کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو گئے۔ اے پاکستانی مسلمان! تو خالد بن ولید کا جانشین ہے سلطان صلاح الدین ایوبی تیرے کردار کا درس ہے اُٹھ ایک بار پھر ایک ہاتھ میں قرآن دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر رسولِ خدا کی سنت پہ گامزن ہو کر یہ ثابت کر دے۔

نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

پچاس نمازیں

علامہ علی بن بُرہان الدین، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی اور علامہ عبدالوہاب شعرانی

نے لکھا ہے۔ کہ

اَنَّہٗ یَجِبُ عَلَیْہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یُصَلِّیَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً عَلٰی وَفْقِ مَاکَانَ فِیْ لَیْلَۃِ الْاِسْرَاءِ (حلبیہ ص۳۴۳ ج۳، کشف الغمہ ص۴۹ ج۲، جواہر البحار ص۹۳ ج۲)

ترجمہ: معراج کی رات جو پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں دن رات میں انہیں پچاس نمازوں کا ادا کرنا آپ پر واجب ہوگیا۔

اسی طرح آپ پر غسل جمعہ اور قربانی واجب تھی چنانچہ آپ دو قربانیاں کیا کرتے تھے ایک اپنی اور اپنی آل کی طرف سے اور دوسری امت کی طرف سے علاوہ ازیں اِنَّہٗ یَجِبُ عَلَیْہِ اَنْ یُؤَدِّیَ فَرْضَ الصَّلٰوۃِ کَامِلَۃً لَا خَلَلَ فِیْھَا۔ ترجمہ: بغیر کسی خلل کے فرض نماز کی کامل ادائیگی آپ پر واجب تھی۔ مسلمانوں میں سے جو تنگی اور عسرت کی حالت میں فوت ہو جاتا اور اس کے ذمے قرض ہوتا تو اس قرض کی ادائیگی حضور علیہ السلام پر واجب تھی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ قرض انسان کو جنت میں جانے سے روکتا ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ اَلْقَتْلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُکَفِّرُ کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا الدَّیْنَ خدا کی راہ میں مارا جانا سوائے قرض کے ہر گناہ کو مٹا دیتا ہے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ السلام مرنے والے کا قرض ادا فرما دیتے تاکہ دخول جنت سے کوئی چیز مانع نہ ہو۔

مثل مشہور ہے کہ قرض محبت کی قینچی ہے ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے پاس آکر شاکی ہوا کہ میرے پاس لوگ بہت آتے ہیں ان سے چھٹکارا کی کوئی صورت بنائیے آپ نے فرمایا جو ان میں سے امیر ہیں ان سے قرض مانگو اور جو غریب ہیں ان کو قرض دیا کرو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ امیر تمہارے پاس آنے سے اس لیے رک جائیں گے کہ وہ خیال کریں گے کہ ہم جب بھی جاتے ہیں قرض ہی مانگا جاتا ہے اور غریب اس لیے آنے سے رک جائیں گے کہ وہ سمجھیں گے کہ ہم جب بھی جائیں گے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے گا۔

ہمارے پنجاب میں بہت سی بری رسمیں رواج پا چکی ہیں جن میں پانی کی طرح روپیہ بہا دیا جاتا ہے۔ بیاہ شادی میں بعض رسمیں ایسی ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے اپنی پوری مالی قوت صرف

کر دی جاتی ہے حالاں کہ ان رسموں کی ادائیگی میں دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہوتا ہے مثلاً پنجاب کے عوام الناس اس بارات کو جنازے سے تشبیہہ دیتے ہیں جس میں باجہ یا ریکارڈنگ وغیرہ نہ ہو۔ بلکہ آج کل تو لڑکی والے خود مطالبہ کرتے ہیں کہ بارات کے ساتھ باجہ اور زیورات سے مزین گھوڑا ضرور ہو، لڑکی کے لیے اتنے تولے طلائی زیورات ہوں، اتنے جوڑے کپڑوں کے ہوں، سب براتی کوٹ اور پتلون میں ملبوس ہوں اور بعض اوقات لڑکے والے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں اور ہماری بارات کو کھانا جدید قسم کا دیا جائے۔ کیوں کہ ہمارے ساتھ بڑے بڑے لوگ ہوں گے۔ کہیں ان میں ہماری بدنامی نہ ہو جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مجبوراً باہمی ناجائز مطالبات تسلیم کرنے پڑتے ہیں چاہے مقروض ہی کیوں نہ ہونا پڑے چنانچہ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے رشتہ داروں اور عزیز و اقارب سے بڑی بڑی رقمیں بطور قرض کے لی جاتی ہیں اور جب وہ وقت پر ادا نہیں ہوتیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رشتہ داری منقطع اور تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ برسوں کی بنی ہوئی آن کی آن میں قرض کی لعنت کی وجہ سے بگڑ جاتی ہے۔

اسی طرح اور بھی بہت سی ناجائز رسموں پر بیجا خرچ کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ افلاس اور غربت، رسوائی اور بدنامی باہمی لڑائی گھر میں ہر وقت جھگڑا قلق و بے قراری بے چینی اور عدم سکون ذہنی پریشانی ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے جذبات اور بعض اوقات چوری، ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

کاش ہمارے پنجابی بھائی ان غلط رسموں کو چھوڑیں اور جو روپے ان بُری رسموں پر خرچ ہوتے ہیں ان کو اپنی معاشی حالت کی بہتری کے لیے خرچ کریں اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل اور معیار زندگی کو بلند کریں تاکہ معاشرے میں ان کو عزت اور وقار کی نگاہ سے دیکھا جائے۔
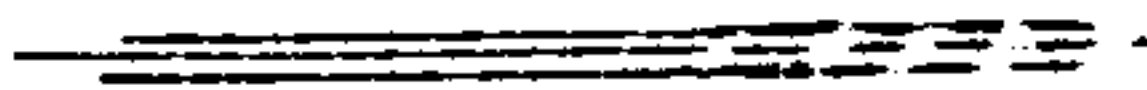
نوٹ: باجوں گاجوں کی حرمت کے متعلق مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا رسالہ "الغنا" مطالعہ کریں۔
(رفائی)

عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی آگئے اجازت چاہی لیکن انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ تھوڑی دیر بعد دونوں کو یاد فرمایا گیا، گئے دیکھا کہ آپ کی ازواج مطہرات آپ کے پاس بیٹھی ہیں اور آپ خاموش ہیں۔ فاروق اعظم نے کہا دیکھو میں خدا کے پیغمبر کو ہنسا دیتا ہوں، پھر کہنے لگے یا رسول اللہ کاش کہ آپ دیکھتے میری بیوی نے آج مجھ سے روپے مانگے میرے پاس تھے نہیں، جب اس نے زیادہ ضد کی تو میں نے اٹھ کر اس کی گردن کو دبایا یہ سنتے ہی حضور مسکرانے لگے اور فرمانے لگے یہاں بھی یہی قصہ ہے دیکھو یہ سب بیٹھی ہوئی مجھ سے مال طلب کر رہی ہیں آپ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ صدیق اکبر حضرت عائشہ کی طرف اور فاروق اعظم حضرت حفصہ کی طرف لپکے اور فرمانے لگے افسوس تم رسول اللہ سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں قریب تھا کہ یہ دونوں بزرگ اپنی اپنی صاحبزادیوں کو مارتے لیکن رسول خدا نے روک دیا اس پر ازواج مطہرات نے فرمایا اب آئندہ ہم ہرگز حضور علیہ السلام کو تنگ نہ کریں گی۔ اس پر خدا کی طرف سے قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ یَا اَیُّہَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَہَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًاo وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًاo

(القرآن المجید)

اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہاری مراد دنیا کی زندگی اور اس کی زینت ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھائی کے ساتھ چھوڑ دوں اور اگر تمہاری مراد خدا اور خدا کے رسول اور آخرت کا گھر ہے تو یقین جانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالےٰ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے

ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اپنی بیویوں کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیں اگر تم دنیا اور اس کی رونق کو پسند کرتی ہو تو آؤ میں تمہیں اپنے نکاح سے الگ کر دوں اور اگر تم تنگی و عسرت پر صبر کر کے خدا اور رسول خدا کی رضامندی چاہتی ہو اور آخرت کی رونق کو پسند کرتی ہو تو صبر و شکر کا دامن تھام لو اور میرے ساتھ زندگی کے نشیب و فراز برداشت کرو اللہ تعالےٰ تمہیں آخرت کے انعام و اکرام سے سرفراز فرمائے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ان آیات کے نزول کے بعد اللہ کے نبی میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں ایک بات کا تم سے ذکر کرتا ہوں اس کے جواب میں جلدی نہ کر اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا کیونکہ

یہ تو آپ جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدائی کا مشورہ نہ دیں گے پھر آپ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی میں نے فوراً جواب دیا کہ یا رسول اللہ اس میں والدین سے مشورہ کرنے کے کیا ضرورت ہے مجھے خدا اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر پسند ہے۔ آپکی تمام بیویوں نے بھی وہی کہا جو میں نے کہا۔

فجر کی دو رکعتیں

فجر کے دو فرضوں سے پہلے دو رکعتیں آپ پر واجب تھیں۔

جواہر البحار صفحہ ۱۲ ، کشف الغمہ صفحہ ۴۸ جلد ۲)

یہ دو رکعتیں فجر کی دو سنتیں ہیں جن کی احادیث میں بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو سنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ ایک صاحب نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نفع دے فرمایا فجر کی دو رکعتوں کو لازم کر لو ان میں بڑی فضیلت ہے ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قل ہو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے اور قل یا ایہا الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے حضور علیہ السلام ان دونوں کو فجر کی سنتوں میں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان میں زمانے کی رغبتیں ہیں ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا فجر کی دو سنتیں نہ چھوڑ و اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آ پڑیں۔ (بہار شریعت صفحہ ۹)

سب سنتوں میں قوی تر سنت فجر ہے یہاں تک کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں اور اس کی مشروعیت کا اگر کوئی انکار کرے تو اگر شبہتہً یا براہ جہل ہو تو خوف کفر ہے اور اگر دانستہ بلا شبہ ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی ، لہٰذا یہ سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہو سکتی ہیں نہ سواری پر نہ چلتی گاڑی پر ان کا حکم ان باتوں میں بالکل مثل وتر ہے۔

فجر کی نماز قضا ہو گئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی تو سنتیں بھی پڑھے ورنہ نہیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے آج کل لوگ بڑی بے احتیاطی سے کام لیتے ہیں نماز قضا ہونے پر طلوع

اس قسم میں محرمات کا ذکر کیا جائے گا۔

تحریم صدقہ و زکوٰۃ

عبدالمطلب بن ربیعہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقات آدمیوں کی میل ہیں اور یہ صدقے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے حلال نہیں ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام ہدیہ کو قبول فرماتے تھے اور صدقہ کو قبول نہ فرماتے تھے۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عباس سے کہا کہ آپ رسولِ خدا سے سوال کریں کہ وہ آپ کو صدقات پر عامل مقرر فرما دیں حضرت عباس نے آپ سے سوال کیا آپ نے فرمایا میں تمہیں ہاتھوں کے دھودن پر عامل مقرر نہ کروں گا۔ (خصائص کبریٰ صـ۱۴۱)

اسی طرح زکوٰۃ بھی حضور اور آپ کی آلِ پاک کے لیے حلال نہیں ہے۔

علماء نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ چونکہ صدقات وغیرہ آدمیوں کے میل ہیں اور حضور علیہ السلام کا منصب شریف بہت ارفع و اعلیٰ ہے اس لیے صدقات سے آپ کی ذاتِ اقدس کو منزہ کیا گیا۔ آپ نہ تو خود صدقہ قبول فرماتے اور نہ اپنی آل میں سے کسی کو صدقے کی اشیاء کھانے کی اجازت دیتے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی، حضور علیہ السلام نے ان کو منع کرنے اور کھجور پھینک دینے کے لیے بطور تنبیہ کے کخ کخ کہا اور پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے اِنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے۔ (مشکوٰۃ شریف)

کتابت اور قرأت

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۔

ترجمہ : اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری ہوتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ **ترجمہ** جو لوگ پیروی کرتے ہیں اس رسول اور نبی کی جو نوشت و خواند سے پاک ہے جس کی صفات وہ تورات اور انجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ لکھنا اور کتاب سے دیکھ کر پڑھنا شایان شانِ رسالت نہ تھا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ لکھنا تو انسان کا کمال ہے قرآن حکیم نے فرمایا عَلَّمَ بِالْقَلَمِ اللہ نے قلم سے علم سکھایا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کمال عطا کیوں نہ ہوا بلکہ نہ لکھنے کو آپ کا کمال قرار دیا گیا۔

اس کا جواب علامہ محمد اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح البیان میں دیا ہے۔ اولاً تو یہ کہ لکھنا انسان کا کمال اس لیے بنا کہ انسان بھول جاتا ہے۔ اور خطا کرتا ہے۔ قلم کی وجہ سے بھول اور خطا سے بچے گا۔ مثل مشہور ہے۔ قلم علم کی قید ہے اور نبی علیہ السلام کا کمال یہ ہے۔ کہ لکھتے نہیں کیوں کہ علم آپکو بھولتا نہیں، تمام مخلوق الٰہی میں بڑے عالم ہیں اور اس بڑے علم کو سینہ میں محفوظ رکھا چنانچہ فرمایا گیا اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ اے محبوب جو آیات آپ پر نازل ہوئیں ان کے بھول جانے کا خیال نہ کریں ان کو آپ کے سینہ پاک میں جمع کر دینا اور آپ کی زبانِ پاک سے ادا کرا دینا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ نیز اگر آپ نوشت و خواندگی سے متصف ہوتے تو کوئی کہتا کہ قرآن کے مضامین پرانی کتابوں سے یاد کرکے سناتے ہیں۔

دوسرے اس طرح کہ لکھنے کے قلم کا سایہ حروف پر پڑتا ہے اور حضور علیہ السلام پسند نہ فرماتے ہوں گے کہ میرے قلم کا سایہ رب کے ذکر پہ ہو یعنی میرا قلم تو اوپر ہو اور رب کا نام اس کے نیچے اس پر رب کی طرف سے حبیب کو یہ انعام ملا کہ آپ تو نہیں چاہتے کہ آپ کا قلم ہمارے نام پر ہو اور ہم نہیں چاہتے کہ کسی کا قدم آپ کے سایہ پر ہو لہذا آپ کا سایہ ہی پیدا نہ کیا کہ کسی کے پاؤں کے نیچے نہ آئے۔ ے

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا

سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا (اعلیحضرت)

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ حدیبیہ والے دن حضور علیہ السلام نے لکھا جیسے کہ ایک حدیث میں ہے ثُمَّ اَخَذَ فَکَتَبَ یعنی پھر حضور علیہ السلام نے آپ لے کر لکھا تو اس کا ازالہ اس طرح کیا جائے گا۔ کہ اس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ آپ کے لکھنے سے مراد یہ ہے کہ آپ نے کتابت کے واسطے امر فرمایا تھا۔

علامہ ابن کثیر نے بھی یہی تحریر فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے لکھنے کا حکم دیا، جیسے دوسری روایت میں صاف موجود ہے کہ ثُمَّ اَمَرَ فَکَتَبَ یعنی آپ نے پھر حکم دیا اور لکھا گیا۔ اور اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ آپ نے خود لکھا تھا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وقتی طور پر آپ سے لکھنے کی حرمت ساقط کر دی گئی ہو۔

شعر گوئی

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ۔

ترجمہ:۔ نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ یہ اس کے لائق ہے۔

شعر کہنا حضور علیہ السلام پر حرام تھا۔ (جواہر البحار ص ۶۳ ج ۲، خصائص کبریٰ ص ۶۱۶ ج ۲)

خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب کو نہ شاعری سکھائی اور نہ آپ کی شایانِ شان تھی، نہ آپ کو شعر گوئی

سے کوئی محبت تھی اور اشعار کی طرف آپ کا طبعی میلان تھا۔ اس کا ثبوت آپ کی زندگی میں نمایاں طور پر ملتا ہے۔ کہ کسی کا شعر پڑھتے تھے تو اس کو وزن سے ساقط کر دیتے تھے۔ لیکن اچھے اور ردی شعر میں فرق فرما لیتے تھے، جیسے کہ علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:۔

کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جید، ردی اور موزوں اور غیر موزوں شعر میں تمیز کر لیا کرتے تھے، (تفسیر روح البیان)

اس سے معلوم ہوا کہ شعر کا علم تو تھا۔ لیکن شعر گوئی کا ملکہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام ہر فصیح و بلیغ اور شاعر اور ہر ہر قبیلہ کو ان کے لغات اور انہی کی عبارات میں جواب دیتے تھے۔

قبل از قتال زرہ اُتارنا آپ پر حرام تھا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ جب آپ زرہ زیب تن فرما لیں تو دشمن سے جنگ کیے بغیر اس کا اُتارنا آپ پر حرام ہے چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے: کہ رسولِ خدا نے اُحد کے دن فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا میں نے ایک مضبوط زرہ پہن رکھی ہے اور میں نے ایک گائے ذبح کی ہوئی دیکھی میں نے اس خواب کی یہ تاویل کی ہے کہ زرہ مدینہ ہے اور گائے جنگ ہے اگر تم لوگ چاہتے ہو تو مدینہ میں ٹھہرے رہو اگر مشرکین ہم پر چڑھ آئیں گے تو ہم ان سے مدینہ میں جنگ کریں گے، اس پر صحابہ کرام نے عرض کی واللہ عہد جاہلیت میں ہم پر انہوں نے چڑھائی نہیں کی، اب اسلام میں وہ ہم پر چڑھ آئیں گے، آپ نے فرمایا تو پھر تمہیں اختیار ہے صحابہ کرام تشریف لے گئے اور رسول اللہ نے اپنی زرہ مبارک پہنی، صحابہ کرام نے سوچا کہ ہم نے رسولِ خدا کے رائے کے خلاف کیا۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ آپ جو چاہیں اختیار فرمائیں یعنی آپ کی رائے کے مطابق مدینہ ہی میں رہیں گے اور مدافعت کریں گے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کسی نبی کو لائق نہیں کہ زرہ پہنے اور بغیر جنگ کیے اس کو اُتار دے۔

(خصائص کبریٰ ۲/۶۱۹)

جو عورت آپ کی زوجیت میں نہ رہنا چاہے اسکو روکے رکھنا آپ پر حرام تھا،

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ جون کی بیٹی جس وقت آپ کے پاس داخل ہوئی اور آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے کہا اعوذ باللہ منک یعنی میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اس پر آپ نے فرمایا تو نے عظیم کے ساتھ پناہ مانگی ہے تو اپنے اہل کے پاس واپس چلی جا۔ علماء نے اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ بات آپ کے خصائص میں ہے کہ جس عورت نے آپ کی صحبت سے کراہت کی آپ پر اس کا نکاح حرام ہے۔ (کشف الغمہ ص۱۱ جلد ۲)

ابن سعد نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی عورت سے منگنی کرنا چاہتے اور عورت آپ کے پیام کو رد کر دیتی تو آپ دوسری بار پیام نہ بھیجتے تھے، آپ نے ایک عورت سے منگنی کرنی چاہی اس نے کہا میں اپنے باپ سے مشورہ کر دوں گی۔ بعدازاں اس نے اپنے باپ سے مشورہ کیا اس کے باپ نے اجازت دے دی۔ پھر وہ رسولِ خدا سے ملی اور اس نے عرض کی کہ میرے باپ نے مجھے اجازت دے دی ہے۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا ہم نے تیرے سوا کسی اور کو اپنا لحاف بنالیا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص۶۲)

کتابیہ سے نکاح آپ پر حرام تھا۔

سعید بن منصور نے مجاہد سے اللہ تعالےٰ کے قول لایحل لک النساء من بعد کے معنی میں روایت کی ہے کہ یہودی اور عیسائی عورتیں اس قابل نہیں کہ وہ آپ کے نکاح میں آکر امہات المومنین کا درجہ حاصل کریں۔ (تفسیر مظہری ص۳۶۷ جلد ۷)

حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات آخرت میں بھی آپ کی ازواج ہیں۔ وہ سب کی

سب آپ کے ساتھ آپ کے درجہ میں جنت میں ہونگی اور حضور علیہ السلام کے اعلانِ نبوت کے بعد آپ پر ایمان لائے بغیر کوئی جنت میں نہیں جا سکتا لہذا کتابیہ سے نکاح کی تحریم ضروری قرار دے دی گئی۔

مسلمہ لونڈی سے نکاح کی تحریم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمہ لونڈی سے آپ کو نکاح کرنا حرام ہے اس لیے کہ مسلمان لونڈی کا نکاح کا جواز گناہ کے خوف سے ہے اور رسولِ خدا گناہ سے معصوم ہیں اور لونڈی سے نکاح کی نوبت اس وقت آتی ہے جبکہ آزاد عورت کے مہر کی طاقت نہ ہو اور حضور کا نکاح مہر کا محتاج نہیں ہے اور لونڈی سے نکاح کرنا اس لئے بھی آپ کے لیے حرام ہے کہ جو شخص لونڈی سے نکاح کرے گا تو اس کی اولاد جو اس لونڈی سے پیدا ہوگی غلام ہوگی اور حضور علیہ السلام کی ذات اقدس اس بات سے مبرا اور منزہ ہے کہ آپ کی اولاد غلام ہو۔

(صفحہ ۶۲۲/۲ خصائص کبریٰ)

آنکھ سے اشارے کی تحریم

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ السلام نے چار آدمیوں کے سوا باقی سب کو امان دے دی ان چار میں سے عبداللہ بن ابی سرح بھی تھا وہ حضرت عثمان کے پاس چھپ گیا جب حضور نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا تو حضرت عثمان عبداللہ کو ہمراہ لائے اور عرض کی یا رسول اللہ عبداللہ سے بیعت لیجئے آپ نے تین بار اپنے سر مبارک کو اٹھا کر عبداللہ کی طرف دیکھا اور تینوں بار بیعت سے انکار فرما دیا چوتھی بار آپ نے اس سے بیعت لے لی۔ پھر آپ صحابہ

کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ جب تم نے دیکھا کہ میں نے اس کی بیعت سے انکار فرما دیا ہے تو تم میں سے کسی نے اس کو قتل کیوں نہ کر دیا، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں آپ کے دل کی بات کا علم نہ تھا اگر آپ اس کا قتل چاہتے تھے تو آپ نے آنکھ سے اشارہ کیوں نہ فرما دیا کہ ہم اس کو قتل کر دیتے آپ نے فرمایا کہ آنکھ چرا کر اشارہ کرنا نبی کے شایانِ شان نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آنکھ سے اشارہ خیانت ہے۔ اور یہ نبی کے لئے جائز نہیں ہے۔

سماعِ تکبیر پر اغارت کی تحریم

ابن سبع نے رسول اللہ صلی اللہ کے خصائص میں سے اس بات کو بھی شمار کیا ہے جس وقت آپ تکبیر سنیں اغارت آپ پر حرام ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کسی قوم سے لڑائی کرتے تو اس وقت تک حملہ کرتے جب تک صبح نہ ہوتی، جب صبح ہوتی تو دیکھتے کہ اگر اذان کی آواز سنائی دیتی تو حملہ کا ارادہ ترک فرما دیتے اور اگر اذان کی آواز نہ سنتے تو چڑھائی کر کے تاخت و تاراج کرتے تھے۔ (جواہر البحار صـ۶۳ج۲، خصائص کبریٰ صـ۲۲۵ج۲)

مشرک سے اعانت کی تحریم

جب حضور علیہ السلام مدینے سے جنگ بدر کیلئے روانہ ہوئے تو دو مشرک بھی حضور کے ساتھ ہو لیے جو مدینہ میں ہی رہتے تھے ایک کا نام قیس اور دوسرے کا نام حبیب بن لیف تھا۔ حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا تم ہمارے ساتھ کیوں نکلے ہو، انہوں نے کہا آپ ہمارے ہمسایے ہیں اس لئے ہم آپ کے ساتھ نکلے ہیں۔ کہ ہمیں بھی مالِ غنیمت مل جائے گا۔ آپ نے فرمایا اگر تم اپنے مقصد

میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ اس پر حبیب بن یساف مسلمان ہوگیا اور نہایت دلیری سے جہاد کیا لیکن قیس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضور علیہ السلام نے اس مشرک سے فرمایا تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ قَالَ لَا قَالَ اِرْجِعْ فَلَنْ اَسْتَعِیْنَ بِمُشْرِکٍ ،
ترجمہ: کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا واپس لوٹ جا میں مشرک سے امداد نہیں لیتا۔ چنانچہ وہ واپس ہوگیا۔ (ترمذی شریف صہ ۱۸۸)

جس کھانے میں بُو ہو اس کا کھانا آپ پر حرام تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے جب آپ کھانا تناول فرمانے سے فارغ ہوتے تو بچا ہوا کھانا ابو ایوب کے پاس بھیج دیتے وہ کھانے میں آپ کے ہاتھ کے نشانات دیکھتے اور وہاں سے کھاتے تھے ایک دن ابو ایوب انصاری نے عرض کی، یا رسول اللہ میں نے کھانے میں آپ کی انگلیوں کے نشان نہیں دیکھے آپ نے فرمایا اس کھانے میں لہسن تھا۔ ابو ایوب نے پوچھا کیا لہسن حرام ہے آپ نے فرمایا حرام تو نہیں (یعنی تیرے لئے تو حرام نہیں) تم میری مثل نہیں ہو میرے پاس فرشتہ آتا ہے۔ آپ نے یہ کھانا لہسن کی بو کی وجہ سے تناول نہ فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ خدا کے پاس ایک ہانڈی لائی گئی جس میں سبز ترکاریاں پکی ہوئی تھیں ان ترکاریوں میں آپ نے بو محسوس فرمائی۔ آپ نے فرمایا اس کو میرے اصحاب کے پاس لے جاؤ صحابہ نے بھی اس ترکاری کے کھانے میں کراہت کی اس پر آپ نے فرمایا تم کھالو میں اس لئے نہیں کھاتا کہ میں اس ذات سے مناجات کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے یعنی میں اللہ تعالٰی سے مناجات کرتا ہوں اس لئے یہ بودار ترکاریاں نہیں کھاتا۔ (خصائص کبریٰ صہ ۲۱۳)

تحریم عُریانی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کعبہ تعمیر ہوا تو حضرت عباس اور حضور علیہ السلام پتھر اپنے کندھوں پر اُٹھا کر لاتے تھے، حضرت عباس نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ آپ اپنا تہبند اُتار کر کندھے پر رکھ لیں تاکہ پتھر آپ کے کندھے پر نہ چبھیں۔ حضور علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تو فوراً زمین پر گر گئے اور بیہوش ہو گئے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا پھر کھڑے ہوئے تو فرمایا میرا تہبند میرا تہبند اس پر آپ کو تہبند باندھ دیا گیا اس دن کے بعد پھر کبھی آپ کو بغیر تہبند کے نہ دیکھا گیا۔ (مسلم شریف ص ۱۵۴ ج ۱)

ان محرمات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خُدا کے بہت لاڈلے اور پیارے رسول ہیں کہ خدا تعالےٰ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ اس کے محبوب سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے جس کی بنا پر اس کی عظمت وقار اور عزت پر کسی قسم کا کوئی دھبہ آئے اور دنیا کے مورخ کسی قسم کی انگشت نمائی کریں کہ آپ نے فلاں کام کیا جو آپ کی شان کے لائق نہ تھا۔
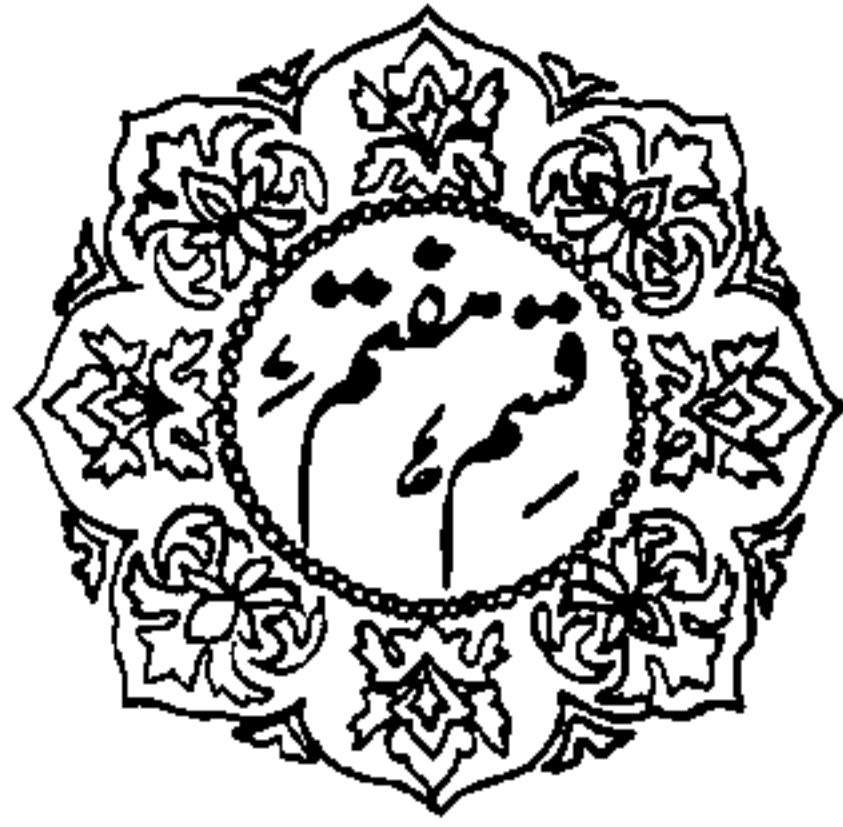
اس قسم میں اُن خصائص کا ذکر کیا جائے گا، جو حضور علیہ السلام کی طفیل آپ کی امت کو اس دنیا میں حاصل ہوئے۔

اُمّتِ مرحومہ کے لیے غنائم کا حلال ہونا اور کل روئے زمین کا مسجد قرار پانا

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ ترجمہ پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے۔ خوب کھاؤ پیو۔

طبرانی نے ابودرداؓ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزوں کیساتھ مجھے فضیلت دی گئی ہے۔ میں اور میری امت نماز میں ملائکہ کی طرح صفیں باندھتے ہیں۔ مٹی میرے واسطے وضو کی گئی، کل زمین میرے لیے مسجد کی گئی اور میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں۔ (خصائص کبریٰ صنہ ۵۳)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں تھیں۔ ۱؎ مجھے ایک مہینے کی راہ سے رعب کے ذریعے مدد دی گئی اور ۲؎ زمین میرے لیے مسجد بنادی گئی اور پاک کرنے والی بنادی گئی پس میری اُمت میں سے جس شخص پر نماز کا وقت آجائے اُسے چاہیے کہ (زمین پر) نماز پڑھ لے۔ (۳) اور میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیئے گئے ہیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ کئے گئے تھے (۴) اور مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی (۵) اور ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں تمام آدمیوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (بخاری مصری صنہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ رَاٰى ضُعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَطَيَّبَهَا لَنَا۔

(مسلم شریف ص۸۵ ج۲)

ترجمہ: غنیمتیں ہم سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھیں (اور ہم پر اس لیے حلال ہوئیں)، کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری کمزوری اور ناتوانی کو ملاحظہ فرمایا پس ہمارے لیے ان کو طیب قرار دے دیا۔

امم سابقہ کے لیے مالِ غنیمت حلال نہ تھا بلکہ جنگ کے اختتام پر تمام مالِ غنیمت ایک جگہ اکٹھا کر کے رکھ دیا جاتا تھا۔ آسمان سے آگ آتی تھی اور اس تمام مال کو جلا دیا کرتی تھی اور اگر کوئی آدمی اس مال میں سے کوئی چیز چرا لیتا تو آگ اس کو اس وقت تک نہ کھاتی جب تک وہ چرائی ہوئی چیز اس میں نہ رکھ دی جاتی۔ لیکن اس امتِ مرحومہ پر خدا تعالےٰ نے کرم فرمایا کہ مالِ غنیمت اس کیلئے حلال کر دیا گیا تاکہ امت کے مجاہدوں کی حوصلہ افزائی ہو اور ان کی معاشی قوت میں اضافہ ہو۔

ہندو، سکھ، عیسائی اور یہودی وغیرہ اپنے اپنے عبادت خانوں کے علاوہ کسی دوسری جگہ عبادت نہیں کرتے کیوں کہ ہندو کی عبادت مندر سکھ کی عبادت گردوارہ عیسائی کی عبادت گرجا اور یہودی کی عبادت کلیسا کے سوا کسی دوسری جگہ ادا نہیں ہو سکتی لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خدا تعالےٰ نے ساری زمین کو ہمارے لیے جائے سجدہ قرار دے دیا۔ چنانچہ مسلمان کے لیے حکم ہے کہ وہ چاہے سفر میں ہو یا حضر میں، خلوت میں ہو یا جلوت میں، بلندی پر ہو یا پستی میں، بحر میں ہو یا بر میں، پہاڑ پر ہو یا میدانی علاقے میں غرضیکہ جہاں بھی ہو نماز کا وقت آنے پر قبلہ رو کھڑا ہو کر نماز کی نیت کر کے ہاتھ باندھ لے وہ زمین اس کے لیے مسجد کے حکم میں آجائے گی۔

وضو

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے وضو کا پانی مانگا۔ پھر

ایک ایک عضو کو دھویا، پھر آپ نے ہر ایک عضو کو دو دو بار دھویا اور فرمایا کہ یہ تم سے پہلی امتوں کا وضو ہے۔ پھر آپ نے ہر عضو کو تین تین بار دھویا اور فرمایا کہ یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کا وضو ہے۔ (خصائص کبریٰ صـ۱۳۵ ج۲)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وضو میں تین تین بار ہر عضو کا دھونا اس امت کی خصوصیت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی شخص کامل وضو کر کے نماز کی نیت سے گھر سے مسجد کیطرف چلتا ہے۔ تو ہر قدم پر خدا تعالےٰ اس کا ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے اور ایک گناہ ختم کر دیتا ہے۔ (ترمذی شریف صـ۳)

ایک دوسری روایت میں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مسلمان وضو کرتا ہے۔ اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو اس کی آنکھوں کے گناہ چہرے سے گرنے والے آخری قطرے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ جب اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے۔ تو ہاتھوں کے گناہ ہاتھوں کے گرتے والے آخری قطرے سے محو ہو جاتے ہیں۔ جب پاؤں کو دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ پاؤں سے گرنے والے آخری قطرے سے معاف ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وضو کے اختتام پر گناہوں سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

اس حدیث میں جن گناہوں کے محو ہونے کا ذکر ہے ان سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔ نہ کہ کبیرہ کیونکہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ اللہ تعالےٰ کے بعض برگزیدہ بندے وضو کے پانی کو دیکھ کر وضو کرنے والے آدمی کے گناہوں کی نوعیت بھی جان جاتے ہیں۔ چنانچہ سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رح فرماتے ہیں۔ امام الائمہ سراج الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ جب مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو وضو کرتے دیکھتے تو مستعمل پانی میں ان کو محسوس ہو جاتا تھا کہ یہ شخص فلاں قسم کا گناہ کرتا ہے چنانچہ تنہائی میں اس کو کہہ دیتے کہ تم فلاں قسم کا گناہ کرتے ہو اس کو چھوڑ دو اکثر لوگ تائب ہو جاتے آخر امام صاحب پر یہ بات شاق گذری کہ لوگوں کے عیوب پر نظر پڑتی ہے اس لیے عرض کی کہ الٰہی یہ کشف اٹھا لیا جائے۔ (الیواقیت صـ۶۳ ج۲)

مشروعیت اذان

جب ہجرت کے بعد مسلمان مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو ایکدن مجلس مشاورت قائم ہوئی

کہ نماز کے لیے لوگوں کو کیسے بلایا جائے کسی نے کہا کہ عیسائیوں کی طرح ناقوس بجایا کریں۔ کسی نے کہا یہودیوں کی طرح بوق بجایا کریں، کسی نے کہا نماز کے وقت ایک جھنڈا کھڑا کر دیا جائے اتنے میں حضرت عبداللہ بن زید بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جس کے اوپر دو سبز چادریں تھیں اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا میں نے اس سے کہا اے اللہ کے بندے یہ ناقوس فروخت کرو گے اس نے کہا تو اس ناقوس سے کیا کرے گا میں نے جواب دیا کہ میں اس سے لوگوں کو نماز کے لیے بلاؤں گا۔ اس نے کہا نماز کے لیے بلانے کا میں تمہیں اس سے بہتر طریقہ بتاتا ہوں چنانچہ اس نے مجھے اذان کے کلمات تعلیم کیے۔ حضور علیہ السلام نے ان کلمات کو پسند فرمایا اور بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اذان کہی۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اِذَا اُذِّنَ فِیْ قَرْیَةٍ آمَنَهَا اللّٰهُ مِنْ عَذَابِهٖ ذَالِكَ الْیَوْمَ۔ ترجمہ جب کسی بستی میں اذان دی جائے تو خدا تعالےٰ اس دن اس بستی کو اپنے عذاب سے امن میں رکھتا ہے۔

مَنْ اَذَّنَ سَنَةً مُحْتَسِبًا قِیْلَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِشْفَعْ لِمَنْ شِئْتَ ترجمہ جس نے ایک سال ثواب کی نیت سے اذان کہی قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا۔ جس کی چاہے شفاعت کر۔

فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالْاَذَانِ فَاِنَّهٗ لَا یَسْمَعُ صَوْتَ الْمُؤَذِّنِ اِنْسٌ وَّلَا جِنٌّ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ ترجمہ اذان دیتے وقت اپنی آواز کو بلند کر کیوں کہ جو انسان اور جن موذن کی آواز کو سنتا ہے وہ قیامت کے دن اس (موذن) کی گواہی دے گا۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

لُحُوْمُ الْمُؤَذِّنِیْنَ مُحَرَّمَةٌ عَلَی النَّارِ وَاِنَّ اَهْلَ السَّمَآءِ لَا یَسْمَعُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلَّا الْاَذَانَ۔ ترجمہ:۔ موذنوں پر دوزخ حرام ہے۔ آسمان والے زمین والوں کی صرف اذان کی آواز سنتے ہیں۔ (کشف الغمہ ص۵۰ جلد ۱)

پنجوقتہ نماز

اس امتِ مرحومہ کی یہ خصوصیت ہے کہ خدا تعالےٰ نے اس پر پانچ نمازیں فرض کیں، امم سابقہ

میں سے کسی امت پر خدا تعالے نے پانچ نمازیں فرض نہیں فرمائیں، پانچ نمازوں کی فرضیت میں کئی حکمتیں ہیں جن میں سے چند یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ انسان میں ظاہر کے حواس پانچ ہیں۔ ہاتھ، آنکھ، زبان، ناک اور گرمی سردی کی پہچان ان پانچ حواس کے شکریہ میں یہ نمازیں فرض ہوئیں ہر ایک حاسہ کے مقابلے میں ایک نماز، پانچ حواس ہیں اس لیے پانچ نمازیں مقرر ہوئیں۔

۲۔ انسان کی زندگی میں پانچ حالتیں ہیں۔ لیٹنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا اور کھڑا ہونا۔ ان پانچ حالتوں میں نعمت مولیٰ اور رحمتِ الٰہی کا مینہ برستا ہے۔ ہر ایک حالت میں بے شمار نعمتیں ہیں۔ ہر ایک نعمت کا الگ الگ شکریہ کرنا مشکل کام ہے اس لیے خدا تعالےٰ نے پانچوں حالتوں کی ساری نعمتوں کا شکریہ ان پانچوں میں رکھا اور یہ پانچوں نمازیں فرض کردیں۔ جس مسلمان نے یہ پانچوں نمازیں پڑھ لیں اس نے اپنی ہر ایک حالت کا اور خدا کی ہر نعمت کا شکریہ ادا کر دیا۔

۳۔ قبلے پانچ ہیں پھر ان کی طرف عبادت کرنے والے بھی پانچ گروہ ہیں۔ بیت المقدس یہود و نصاریٰ کا قبلہ، خانہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ، بیت المعمور فرشتوں کا قبلہ، عرش الٰہی کروبیاں کا قبلہ، اور ذاتِ الٰہی قبلہ ہے بھولے ہوئے نمازیوں کا، ہر ایک قبلہ کی طرف عبادت کرنے والے کا ثواب اس اُمت کو عطا فرمانے کے لیے یہ پانچ نمازیں مقرر فرمائیں۔ ایک نماز ایک قبلہ کے ثواب حاصل ہونے کے لیے مقرر ہوئی۔ پانچ قبلے تھے پانچ نمازیں مقرر ہوئیں، جس نے یہ پانچوں نمازیں پڑھ لیں اس کے نامۂ اعمال میں پانچوں قبلوں کے عابدوں کا ثواب لکھا جائے گا۔

۴۔ دنیا کی زندگی ختم ہونے پر انسان پر پانچ مصیبتیں آتی ہیں۔ موت، قبر، میدان حشر، پل صراط کا عبور کرنا اور جنّت کا دروازہ بند ہونا۔ خداوند تعالےٰ نے مسلمانوں سے ان مصائب کو رفع کرنے کے لیے یہ پانچ نمازیں فرض فرمائیں۔

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوٰتِ اَكْرَمَ اللهُ بِخَمْسِ خِصَالٍ يَرْفَعُ عَنْهُ ضِيْقَ الْمَوْتِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَيُعْطِيْهِ اللهُ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهٖ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ وَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

ترجمہ: جس نے پنجگانہ نماز کی محافظت کی، خدا تعالےٰ اسے پانچ باتیں عطا کرے گا، اوّل موت کی سختی

سے بچائے گا، دوسرے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا تیسرے حشر کے دن نہایت امن کے ساتھ رکھے گا۔ نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیگا چوتھے پُلصراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائے گا، پانچویں جنت میں بلاحساب داخل ہوگا۔

جمعۃ المبارک

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ۔ (القران)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ ہم سے پہلے تھے اللہ تعالےٰ نے ان کو جمعہ سے گمراہ کردیا۔ یہودیوں کے واسطے ہفتہ کا دن عیسائیوں کے واسطے اتوار کا دن اور ہمیں جمعہ کے لیے ہدایت فرمائی۔ (خصائص کبرےٰ صـ۳۳ ج۵، سفر السعادت صـ۱۲۸)

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے معراج کی رات عرش کے نیچے شہر دیکھے ہر شہر اس دنیا سے ستر گنا بڑا تھا۔ ہر شہر میں خدا تعالےٰ کے فرشتے خدا تعالےٰ کی تسبیح و تہلیل میں مشغول تھے وہ اپنی تسبیح میں کہتے تھے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِمَنْ شَهِدَ الْجُمُعَةَ الٰہی جو جمعہ کی نماز کے لیے حاضر ہوا اسکی مغفرت فرمادے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِمَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ الٰہی جو جمعہ کے دن غسل کرے اس کی مغفرت فرمادے (حلبیہ صـ۴۴۹ ج۱)

ایک حدیث میں ہے:۔

اَلْجُمُعَةُ حَجُّ الْمَسَاکِیْنِ یعنی جمعہ غریبوں کا حج ہے۔

(الدرر المنتثرہ فی الاحادیث المشتہرہ صـ۱۳۸)

حضرت میسرہ فرماتے ہیں کہ میں مسلمانوں کے قبرستان میں گیا۔ میں نے کہا السلام علیکم یا اہل القبور تم ہم سے پہلے دنیا سے کوچ کر گئے، ہم بھی تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ خدا تعالےٰ تم پر اور ہم پر رحم کرے اور خدا تعالےٰ تمہارے اور ہمارے گناہوں کو بخشے۔ حضرت میسرہ فرماتے ہیں کہ میں نے

ایک قبر سے آواز سُنی کہ اے دنیا والو! تمہیں مُبارک ہو کہ تم ہر مہینہ چار مرتبہ حج کرتے ہو میں نے کہا وہ کیسے اس نے کہا ہر مہینے کے چار جمعہ مسلمان کے چار حج ہیں۔ (درۃ الناصحین ص ۲۷۶)

رمضان المبارک

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (القرآن الحکیم پ ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔ (کنز الایمان)

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر امت پر روزے فرض رہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام پر ہر قمری مہینے کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں کے روزے فرض رہے۔ علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ کہ یہودیوں پر رمضان کے روزے فرض تھے لیکن انہوں نے چھوڑ کر ایک عاشورہ کا روزہ اختیار کیا۔ کیوں کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی عیسائیوں پر بھی رمضان کے روزے فرض تھے، چوں کہ قمری مہینے موسموں میں گھومتے رہتے ہیں اور گرمی کے روزوں میں انہیں تکلیف ہوئی تھی اس لیے انہوں نے شمسی مہینے سے موسم بہار کے روزے لازم کر لیے تاکہ گرمی سے بچے رہیں۔ اور بدلنے کے عوض بیس روزے اور بڑھا کر بجائے تیس کے پچاس بنا دیے لیکن مسلمانوں پر جب خداوند قدوس نے رمضان المبارک کے روزے فرض کیے تو انہوں نے خندہ پیشانی سے اس حکم خداوندی کو قبول کیا۔ چنانچہ ہر سال مسلمان پابندی سے اس مبارک مہینے کے روزے رکھتے ہیں۔ اور یہ اس امت مرحومہ کی خصوصیت ہے۔

روزہ میں صدہا حکمتیں ہیں۔ اسی لیے ہر قوم اس کو عبادت جانتی رہی اور جانتی ہے۔ کچھ حکمتیں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ روح عالم اجسام میں آنے سے پہلے کھانے پینے وغیرہ سے پاک و صاف تھی اسی لیے گناہوں سے بھی محفوظ رہی۔ اجزائے جسم کا بھی یہی حال تھا مگر جب یہ دونوں ملے تو جسم روح کی وجہ سے اور

روح جسم کی وجہ سے غذاؤں کے حاجت مند ہوئے اور گناہوں میں مبتلا ہوئے ضرورت تھی کہ اب ان کو کچھ مرغوب غذاؤں سے باز رکھا جائے تاکہ انہیں اپنی پہلی حالت یاد رہے اور پہلے کی طرح اب بھی گناہوں سے بچتے رہیں۔

۲ نفس اور روح ایک دوسرے کے دشمن ہیں جن کا مقام جسم انسانی ہے۔ ان میں سے ایک کی قوت دوسرے کے ضعف کا سبب ہے۔ نفس جسمانی غذاؤں اور لذتوں سے خوش ہوتا ہے۔ اور روح نیک اعمال سے ضرورت تھی کہ کچھ روز بھوک برداشت کی جائے تاکہ نفس کمزور ہو جائے۔

۳ بھوک بہت سی بیماریوں کا علاج ہے، فاقہ سے معدہ کی اصلاح ہوتی ہے۔

۴ روزہ سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور تقوے سے انسان اپنے نفس امارہ پر قابو پالیتا ہے۔ اور اس کے نفس میں سعادت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان تقوے کی بنا پر خیر و حسنہ اور عدل و احسان کیطرف راغب ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح نفس امارہ نفس مطمئنہ بن جاتا ہے۔ جب روزے کے اثر سے نفس، امارہ سے مطمئنہ اور انسان سراپا عدل و احسان اور پیکرِ رحمت و محبت بن جاتا ہے تو رب جلیل اسے کس محبت سے خطاب کرتا ہے۔ اور کس پیار سے اُسے اپنے دوستوں کی بزم میں آنے کی دعوت دیتا ہے۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔ (القرآن المجید)

ترجمہ:۔ اے مطمئن نفس اپنے رب کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ تو اس سے خوش ہے اور وہ تجھ سے خوش ہے۔ سو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

تقوے کی بدولت انسان اپنے نفس پر قابو پا کر اپنے آپ کو ہر قسم کے گناہ و جرم، ظلم و شر اور فتنہ و فساد سے بچانے کے قابل بن جاتا ہے۔ علاوہ ازیں تقویٰ انسان کو محسن اہل حسن و محبت اور صاحب سرور بناتا ہے۔ روزہ نہ صرف ضبطِ نفس کا ذریعہ ہے۔ بلکہ یہ قلب کا تزکیہ بھی کرتا ہے، قلب کا تزکیہ ہو جائے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی جمالیاتی حس بیدار ہو جاتی ہے اور اس میں سود و زیاں کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔

۵ روزہ انسان کے شعور میں اللہ تعالےٰ کی حاکمیت کے اقرار و اعتراف کو مستحکم بناتا ہے۔ اور اس شعور کو اتنا طاقتور بنا دیتا ہے۔ کہ انسان اپنی آزادی اور خود مختاری کو حکم خداوندی کے سامنے قربان کر دیتا ہے۔ روزہ انسان کے دل میں بندگی کا احساس و شعور ہر دم تازہ اور زندہ رکھتا ہے۔

لیلۃ القدر

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے جو اپنے دامن میں خیر و برکت کے تحائف سمیٹے ہوئے آتی ہے۔ درحقیقت یہ رات خدا تعالےٰ کا اپنے بندوں پر ایک بہت بڑا انعام ہے جو اور کسی امت کو نصیب نہ ہوا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا شب قدر حق تعالےٰ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے، پہلی امتوں کو نہیں ملی۔

اس رات کی فضیلت میں قرآن حکیم میں پوری سورۃ موجود ہے جس کو سورۃ قدر کہتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ ترجمہ:۔ بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس رات میں فرشتے اور جبرائیل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔

اس رات کو شب قدر یعنی بزرگی والی رات اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات شام سے صبح تک تجلیات الٰہیہ بندگانِ خدا کی طرف متوجہ رہتی ہیں۔ فرشتے خدا کے نیک بندوں کی ملاقات کے لیے آسمان سے زمین پر اترتے رہتے ہیں۔ اور فرشتوں کی اس آمد سے اہل اللہ کو عبادات اور طاعات میں عجیب حلاوت اور لطف حاصل ہوتا ہے۔ اس رات قرآن حکیم کے نزول کی ابتداء ہوئی اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس کی انتہا نہیں۔ اس رات فرشتوں کی پیدائش ہوئی۔ بہشت کے باغوں میں پودے لگانے کی ابتدا بھی اسی رات ہوئی۔ تخلیق آدم علیہ السلام کے لیے مادہ بھی اسی رات اکٹھا کیا گیا۔ اس رات ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ حتیٰ کہ درخت بھی زمین پر گر جاتے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں کا تعلق امورِ کشفیہ سے ہے جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے۔

حضرت عثمان بن العاص کا ایک غلام تھا جس نے کئی سال تک سمندر میں جہاز رانی کا کام کیا

تھا ایک دن اس نے حضرت عثمان سے عرض کی کہ سمندر کی عجیب و غریب چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ سال میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں سمندر کا کڑوا پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اب جب وہ رات آئے تو مجھے بتانا تاکہ میں دیکھوں کہ وہ کونسی رات ہے جب رمضان پاک کی ستائیسویں رات آئی تو اس غلام نے عرض کی یہ وہی رات ہے جس میں سمندر کا کڑوہ پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔

عبدہٰ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں کہ میں نے رمضان کی ستائیسویں شب کو سمندر کا پانی چکھا تو بالکل میٹھا تھا۔ (عزیزی ص۲۵۸)

غالباً یہ رات رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔ کیوں کہ سورۃ قدر میں لیلۃ القدر کا لفظ تین جگہ استعمال ہوا ہے۔ اور لیلۃ القدر کے نو حروف ہیں۔ اور نو کو تین سے ضرب دیں تو ستائیس بنتا ہے۔ لہذا یہ رات ستائیسویں کی رات ہے۔ حدیث شریف میں ارشادِ نبوی ہے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

خدا تعالیٰ اور رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ امتِ مرحومہ کا ذکر

خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں اپنے بہت سے ایسے نام ذکر فرمائے ہیں جن ناموں کے ساتھ قرآن، صاحبِ قرآن اور اس امتِ مرحومہ کو بھی مشرف فرمایا ہے۔ چنانچہ

(۱) اپنے آپ کو خدا تعالےٰ نے نور کہا اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اپنی کتاب قرآنِ حکیم کو بھی نور کہا وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ اپنے رسول مقبول کو بھی نور کہا۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ۔ اور امتِ مرحومہ کو بھی نور سے مشرف فرمایا۔ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔

(۲) خدا تعالےٰ عزیز ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ قرآن بھی عزیز ہے وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ۔ حبیبِ کبریا بھی عزیز لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ مسلمانوں کو بھی عزیز کہا گیا وَلِلّٰہِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ۔

(۳) اللہ تعالےٰ عظیم ہے۔ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ فرقانِ حمید بھی عظیم ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ

سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ حضور علیہ السلام کو بھی اسی شان وعظمت سے سرفراز فرمایا گیا۔
وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ مومنوں کو بھی فوزِ عظیم کا مژدہ سنایا گیا۔ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا۔
(۴) رب ذوالجلال کریم ہے۔ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ اس کی کتاب بھی کریم اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ امام الانبیاء کو بھی خدا تعالٰے نے اس نام سے موسوم کیا۔ اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ہم گنہگاروں کو بھی خدا نے اس نام سے مشرف فرمایا وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ۔
(۵) خدا تعالٰے نے اپنے آپ کو شہید کیا وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا قرآن کو بھی شہید کیا گیا وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ حبیبِ خدا بھی شہید ہیں وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا اور آپ کی امت کو بھی شہید کہا گیا:۔
لِتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ۔
(۶) اللہ جل شانہٗ نے خود کو حق کہا ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ قرآن مجید بھی حق ہے حَتّٰی جَآءَھُمُ الْحَقُّ رسول مقبول بھی حق یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ مومن بھی حق کے نام سے موسوم کیے گئے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔
(۷) خدا تعالٰے مبین ہے ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ قرآن حکیم بھی مبین ہے۔ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ (قرآن) حضور علیہ السلام بھی مبین ہیں۔ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ امتِ مرحومہ بھی مبین ہے وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا
(۸) خدا تعالٰے ہادی ہے۔ قُلْ اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ ھُوَ الْھُدٰی قرآن بھی ہادی ہے لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ رسولِ کریم بھی ہادی ہیں لَقَدْ جَآءَکُمْ مِّنْ رَّبِّھِمُ الْھُدٰی حضور علیہ السلام کی امت بھی ہادی وَزَادَھُمْ اَلْھُدٰی۔
(۹) خدا تعالٰے حاکم ہے۔ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ بَیْنَنَا۔ قرآن مجید بھی حاکم ہے۔ حُکْمًا عَرَبِیًّا نبی مکرم بھی حاکم ہیں وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ امتِ مصطفٰے علیہ السلام بھی حاکم ہے کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ۔
(۱۰) خدا تعالٰے رحمت والا ہے وَرَبُّکَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَۃِ اس کی کتاب بھی رحمت ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ حضور علیہ السلام بھی رحمت ہیں وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ آپ کی امت کو بھی رحمت سے نوازا گیا۔ فَفِیْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ۔
(۱۱) اللہ تعالٰے نذیر ہے۔ فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا تَلَظّٰی قرآن مجید بھی نذیر ہے بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا فَاَعْرَضَ اَکْثَرُھُمْ خدا تعالٰے جل جلالہٗ کا نبی بھی نذیر ہے۔ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا اس امتِ مرحومہ کو بھی

نذیر کہا گیا لِیُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ۔

(۱۲) خدا تعالےٰ نے اپنے آپکو قرآنِ مجید میں داعی کہا ہے۔ وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ قرآن بھی داعی ہے۔ اَجِيۡبُوۡا دَاعِىَ اللّٰهِ حضور علیہ السلام بھی داعی ہیں۔ وَاِنَّكَ لَتَدۡعُوۡهُمۡ امتِ محبوب کو بھی داعی کہا گیا۔ يَدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ۔

(۱۳) خدا تعالےٰ جل جلالہٗ احسن ہے۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ قرآن بھی احسن ہے اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ حضور علیہ السلام بھی احسن ہیں لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ مومن بھی احسن ہیں۔ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ۔ (معارج النبوت رکن دوم صد۳)

حرمت شراب

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ۔ (الفرقان الحمید)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام، تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔ (کنز الایمان)

اس حکم کے آنے سے پہلے حضور علیہ السلام نے ایک خطبہ میں لوگوں کو متنبہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کو شراب سخت ناپسند ہے بعید نہیں کہ اس کی قطعی حرمت کا حکم آجائے لہٰذا جن لوگوں کے پاس شراب موجود ہے۔ وہ اسے فروخت کردیں اس کے کچھ مدت بعد یہ آیت نازل ہوئی اور آپ نے اعلان کرایا کہ اب جن کے پاس شراب ہے وہ نہ اسے پی سکتے ہیں نہ بیچ سکتے ہیں بلکہ وہ اسے ضائع کردیں۔ چنانچہ اسی وقت مدینہ کی گلیوں میں شراب بہادی گئی۔ بعض لوگوں نے پوچھا ہم یہودیوں کو تحفۃً کیوں نہ دے دیں؟ آپ نے فرمایا جس نے یہ چیز حرام کی ہے اس نے اسے تحفہ دینے سے بھی منع فرمادیا۔ ایک صاحب نے باصرار دریافت کیا کہ دوا کے طور پر تو استعمال کی اجازت ہے؟ فرمایا نہیں وہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے ایک اور صاحب نے عرض کی یارسول اللہ ہم ایک ایسے علاقے میں رہتے ہیں جو نہایت سرد

ہے اور ہمیں محنت بھی بہت کرنی پڑتی ہے ہم لوگ شراب سے تھکان اور سردی کا مقابلہ کرتے ہیں، آپ نے پوچھا جو چیز تم پیتے ہو وہ نشہ کرتی ہے؟ انہوں نے عرض کی ہاں فرمایا تو اس سے پرہیز کرو۔ انہوں نے عرض کی مگر ہمارے علاقے کے لوگ تو نہیں مانیں گے فرمایا اگر وہ نہ مانیں تو ان سے جنگ کرو۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر اور اس کے پینے والے پر پلانے والے پر فروخت کرنے والے پر خریدنے والے پر اور کشید کرنے اور کرانے والے پر اور اٹھا کر لے جانے والے پر اور اس شخص پر جس کیلئے اٹھا کر لے جائی گئی ہو۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ وَکُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ کُلُّ شَرَابٍ اَسْکَرَ فَھُوَ حَرَامٌ ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے۔ ایک مقام پر فرمایا وَاَنَا اَنْھٰی عَنْ کُلِّ مُسْکِرٍ اور میں ہر نشہ آور چیز سے منع کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں ارشاد فرمایا اَلْخَمْرُ مَاخَامَرَ الْعَقْلَ خمر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانک لے۔ (تفہیم القرآن ص۵)

فقیہہ ابوالليث فرماتے ہیں کہ شراب نوشی کے دس نقصانات ہیں۔

(۱) شرابی پر مجنونانہ حالت طاری ہو جاتی ہے جو عقل مندوں کے نزدیک مذموم تصور ہوتی ہے

(۲) عقل اور مال کو ضائع کرنے والی ہے۔

(۳) شراب نوشی بھائیوں اور مخلص دوستوں کے درمیان عداوت کا سبب بنتی ہے۔

(۴) شراب ذکرِ خدا سے روکتی ہے۔

(۵) شراب انسان کے دل میں زنا کی تحریک پیدا کرتی ہے۔

(۶) شراب شر کی کنجی ہے شرابی سے ہر قسم کے گناہ کا صدور ممکن ہے۔

(۷) شرابی اپنے ساتھ رہنے والے فرشتوں کو اذیت دیتا ہے۔

(۸) شرابی اسی کوڑوں کی سزا کا مستحق ہو جاتا ہے اگر یہ کوڑے اسے دنیا میں نہ مارے جائیں تو آخرت میں اُسے آگ کے کوڑے مارے جائیں گے اور یہ سزا اُسے تمام رشتہ داروں اور دوستوں کے سامنے دی جائے گی۔

(۹) شرابی کی کوئی نیکی اور دعا چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی۔

(۱۰) شرابی کے لیے دنیا سے بے ایمان ہو کر جانے کا شدید خطرہ ہے۔

یہ تو دنیا کی زندگی کے نقصانات ہیں آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہوگی۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تین آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے، شراب نوشی پر مداومت کرنے والا، رشتہ داری منقطع کرنیوالا اور جادو کی تصدیق کرنے والا پھر فرمایا جو آدمی شراب نوشی پر مداومت کرتا ہے خدا تعالیٰ اسے نہر غوطہ سے پلائے گا اور نہر غوطہ میں زانی عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلنے والا خون اور پیپ ہوگا۔ جس کی بدبو سے دوزخیوں کو سزا دی جائے گی۔

ایک حدیث میں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شراب پیئے اس کے ساتھ نکاح نہ کرو۔ وہ بیمار ہو جائے تو بیمار پرسی نہ کرو اگر مر جائے تو اس پر نماز جنازہ نہ پڑھو اور شرابی پر چاروں آسمانی کتابوں میں لعنت کی گئی ہے اور جو شرابی کے پاس بیٹھے گا، قیامت کے دن خدا اسے اندھا کر کے اٹھائے گا۔

(درۃ الناصحین ص۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شراب پینے والے کے لئے کوئی سزا مقرر نہ تھی جو شخص اس جرم میں گرفتار ہو کر آتا تھا اسے جوتے، لات، مکے، بل دی ہوئی چادر کے سونٹے اور کھجور کے سنٹے مارے جاتے تھے، زیادہ سے زیادہ چالیس ضربیں اس جرم پر لگائی گئی ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں چالیس کوڑے مارے جاتے تھے حضرت فاروقِ اعظمؓ کے زمانے میں بھی ابتداً یہی سزا جاری رہی بعد میں جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ اس جرم سے باز نہیں آتے تو انہوں نے صحابہ کرام کے مشورے سے اسّی کوڑے سزا مقرر کر دی۔ اسی سزا کو امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ شراب کی حد قرار دیتے ہیں۔

شریعت کی رو سے ہر اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ شراب کی بندش کے اس حکم کو بزور اور قوت سے نافذ کرے۔ حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں بنی ثقیف کے ایک شخص رُوَیشِد نامی کی دکان اس بنا پر جلوا دی گئی کہ وہ خفیہ طور پر شراب فروخت کرتا تھا۔ ایک دوسرے موقعہ پر ایک پورا گاؤں حضرتِ فاروق اعظمؓ کے حکم سے اس قصور پر جلا دیا گیا کہ وہاں خفیہ طور پر شراب کی کشید اور فروخت کا کاروبار ہو رہا تھا۔ (تفہیم القرآن ص۵)

کون نہیں جانتا کہ شراب از روئے اسلام شدید حرام ہے مگر افسوس کہ قیام پاکستان کے بعد

بجائے اس کے کہ اس ام الخبائث کو ختم کر دیا جاتا اور شراب نوشی پر و تے لگائے جاتے بتدریج شراب اور منشیات میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اور غیر مسلم، بیماری اور مہمان نوازی کے نام پر وطن عزیز میں شراب نوشی کو جائز تصور کر لیا گیا ہے۔ نیز عام شراب نوشی کے علاوہ بکثرت انگریزی ادویات میں بھی بطور دوا شراب کا استعمال عام ہوتا ہے۔ حالانکہ حرام چیزوں میں شفا نہیں۔

شراب انسان کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ دنیا میں جنگ، وبا یا مرض سے اس قدر انسان ہلاک نہیں ہوئے جس قدر انسان شراب کی وجہ سے لقمۂ اجل ہوئے۔ مغرب کی جدید ترین تحقیق کے مطابق تو شراب کی قلیل سے قلیل مقدار بھی انسانی جسم کے لیے بے حد مضر ہے مغرب کا سب سے ترقی یافتہ ملک امریکہ ہے۔ امریکہ میں شراب نے انفرادی زندگی کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ امریکہ میں ساڑھے نو لاکھ شرابی عادی مجرم ہیں۔ اڑتیس لاکھ امریکی شراب پی کر ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں امریکہ کے ہر بارہ آدمیوں میں ایک شخص دماغی خلل کا شکار رہے۔ دماغی مریضوں کی تعداد میں ہر سال اڑھائی لاکھ مریضوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ شراب اعصاب دماغ دل معدہ اور جگر کے لیے تو بالخصوص مضر ہے اس کے استعمال سے اعصاب شل ہو جاتے ہیں۔ دماغی قوتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ معدہ میں خراش پیدا ہو جاتی ہے۔ دل کے عوارض پیدا ہو جاتے ہیں اور جگر خراب ہو جاتا ہے شراب سے خون کا دباؤ، فالج، پاگل پن، عرق النساء وغیرہ امراض پیدا ہوتے ہیں۔ شراب پینے والے کی عمر کم ہوتی ہے۔ اس کے جسم میں قوت مدافعت کم ہوتی ہے۔ اور وہ کسی بیماری کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ شرابی کی دماغی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔

کوئی قوم جب شراب اور عیش و عشرت کی عادی ہو جاتی ہے۔ تو وہ قوم تباہی کی راہ پر گامزن ہوتی ہے۔ گویا شراب اجتماعی زندگی کی تباہی کی بھی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ سقوط مشرقی پاکستان کی من جملہ وجوہات میں سے ایک وجہ شراب نوشی بھی ہے۔

قسم ہشتم

اس قسم میں ان خصائص کا ذکر کیا جائے گا۔ جن کا تعلق آپ کے معجزات اور فضائل سے ہے۔

غزوہ میں نبی کی معیت واجب تھی

جب حضور علیہ السلام کسی غزوہ کے لیے خروج فرمائیں تو ہر مسلمان پر واجب تھا کہ حضور کے ہمراہ لڑائی کے لئے نکلے۔ ہاں جس کو حضور اپنا خلیفہ بنائیں یا شرعی طور پر معذور ہو مثلاً بیمار ہو یا بوڑھا ہو اس کے لئے رخصت تھی۔ غزوۂ تبوک میں اہل مدینہ کے چند عرب قبائل شرکتِ جہاد سے باز رہے اور جو مشقتِ جنگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اس میں ہمدردی اور اشتراکِ عمل کی بجائے آرام طلبی اختیار کی ان پر خدا تعالیٰ نے عتاب فرمایا ارشاد ہوتا ہے۔

مَاكَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۔ ترجمہ: مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔ علامہ فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مذکورہ کے تحت لکھا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

هٰذَا الْحُكْمُ مِنْ خَوَاصِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِذَا غَزَا بِنَفْسِهٖ فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّتَخَلَّفَ عَنْهُ اِلَّا بِعُذْرٍ ۔ (تفسیر کبیر ۲۲۴/۱۶)

ترجمہ: یہ حکم اللہ کے رسول کے خصائص میں سے ہے کہ جب آپ خود بنفس نفیس کسی غزوہ میں شرکت فرمائیں تو کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ آپ کے ساتھ شریک نہ ہو ہاں عذر کے ہوتے ہوئے

رخصت ہے۔

صاحبِ روح المعانی نے اسی آیت کے تحت لکھا ہے۔ کہ وَظَاهِرُ الآيَةِ وُجُوْبُ النَّفِيْرِ إِذَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ إِلَى الْغَزْوَةِ بِنَفْسِهٖ ترجمہ اس آیت سے صاف ظاہر ہوا کہ جب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس کسی لڑائی کے لیے تشریف لے جائیں تو ہر مسلمان پر شرکت واجب ہوجاتی ہے۔ (تفسیر روح المعانی ص۴۶ جلد ۱۱)

بعض مسلمان جنگ تبوک سے رہ گئے ان میں سے بعض اپنے اس فعل پر نادم ہوئے اور رسول پاک سے جاملے، جیسے حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جن کے متعلق حدیث میں یوں آیا ہے کہ ان کے باغ کے پھل پکے ہوئے تھے ان کی بیوی حسن وجمال کا پیکر تھی اس نے ان کے لیے گھنے سایہ میں چٹائی بچھائی اور ٹھنڈا پانی اور کھجوریں پیش کیں آپ نے ان اشیاء کو دیکھا اور فرمایا میں تو گھنے سایہ، پکی ہوئی کھجوروں، ٹھنڈے پانی اور خوبصورت عورت سے لطف اندوز ہورہا ہوں اور رسول پاک گرم لُو کے تھپیڑوں کی زد میں ہیں۔ یہ بات مجھے زیب نہیں دیتی، اسی وقت اونٹنی تیار کی، تلوار اور نیزہ لیا اور ہوا کی طرح سفر طے کرتے ہوئے حضور کی بارگاہ میں جاحاضر ہوئے، حضور علیہ السلام نے دور سے سراب میں ایک آدمی کو دیکھا اور فرمایا کُنْ أَبَا خَيْثَمَةَ ابوخیثمہ ہوجا۔ دوسرے ہی لمحہ میں آپ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوگئے، حضور علیہ السلام ان کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔

(تفسیر روح المعانی ص۴۸ ۱۱)

نمازی پر ارشادِ نبوی کی تعمیل واجب ہے۔

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ ترجمہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہوجاؤ جب وہ تمہیں بلائیں۔

اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب کی بارگاہ کے آداب مسلمانوں کو سکھا رہا ہے کہ اے مسلمانوں اس درگاہِ عالی میں رہنے کا ادب یہ ہے کہ اگر تم کو کسی وقت ہمارے رسول پاک پکاریں تو تم کسی حال میں بھی ہو، نماز میں ہو، کسی وظیفہ میں مشغول ہو، گھر کے کسی کام میں ہو جس حال میں ہو تم نماز اور تمام کاروبار چھوڑ کر بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو جاؤ، بالکل دیر نہ کرو۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام ابی ابن کعب کے دروازے سے گزرے وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے آپ نے ان کو آواز دی انہوں نے جلدی سے نماز پوری کی اور آپ کے دربار میں حاضر ہوئے ارشاد ہوا کہ تمہیں حاضری میں دیر کیوں لگی۔ عرض کی میں نماز ادا کر رہا تھا فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ اس پر حضرت ابی بن کعب نے عرض کی بلیٰ وَلَا اَعُوْدُ اِنْشَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ ترجمہ ہاں میں نے یہ آیت پڑھی ہے اب آئندہ ایسی کاہلی نہ ہوگی۔ (خازن ص ۱۸/۳، کبیر ص ۱۴۶/۱۵، روح المعانی ص ۱۹۱/۹)

حضرت ابو سعید ابن المعلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا آپ نے مجھے آواز دی لیکن نماز میں ہونے کی بنا پر میں نہ جا سکا نماز پڑھ کر میں پہنچا تو فرمایا کہ اب تک کیوں نہ آئے کیا خدا تعالیٰ نے تم سے یہ ارشاد نہ فرمایا۔ یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ (تفسیر ابن کثیر ص ۸۸ پ ۹، بخاری شریف ص ۱۳۲/۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نمازی پر لازم ہے کہ نماز چھوڑ کر حضور علیہ السلام کے بلانے پر حاضر ہو جائے۔ بہت سے فقہانے فرمایا ہے کہ نمازی بحالت نماز حضور کی خدمت میں بلانے پر حاضر ہو جائے جو خدمت فرمائیں اس کو پورا کرے پھر بھی نماز ہی میں ہے اور یہ بات ہے بھی بالکل درست کیوں کہ اگر اس نمازی نے سلام کیا تو کس سے کیا ان سے کیا جن کو نماز میں سلام کرنا واجب ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ، اگر کسی اور کو سلام کرتا تو نماز جاتی رہتی اگر کعبہ سے سینہ پھرا تو کس طرف پھرا؟ اُدھر پھرا جو کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔

ے اور پروانے ہیں ہوتے ہیں جو کعبہ پہ نثار
شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا

اگر چلا تو کدھر؟ بارگاہِ مصطفےٰ کی طرف جو عین عبادت ہے پھر نماز کیوں جائے

اگر نماز میں کسی کا وضو جاتا رہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ پانی کی طرف جائے چلے بھی کعبہ سے سینہ پھر بھی جائے عمل کثیر کرے بھی مگر نماز ہی میں رہتا ہے تو حضور علیہ السلام تو رحمت الٰہی کا دریا ہیں آپ کی طرف جانا نماز کو کیوں فاسد کرے۔

حجرات کے پیچھے سے آپکو آواز دینا حرام ہے

خدا تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

ترجمہ جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اگر یہ لوگ یہاں تک صبر کرتے کہ آپ خود ان کے پاس آجاتے تو یہی ان کے لئے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (قرآن حکیم پ ۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر حضرت عیینہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں خزاعہ کے ایک قبیلہ بنی عنبرہ سے لڑائی کے لئے بھیجا جب اس قبیلے کے لوگوں نے مسلمانوں کی آمد کی خبر سنی تو وہ اپنے اہل وعیال مال و دولت اور گھر بار چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کے اہل وعیال کو قیدی بنا لیا اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کر دیا اس پر قبیلہ کے لوگ دوپہر کے وقت جبکہ حضور خواب استراحت میں جلوہ فرما تھے آئے تاکہ اپنے اہل وعیال کو فدیہ دے کر چھوڑا لیں وہ آپ کو ازواج مطہرات کے حجروں کے پیچھے سے پکارنے لگے یَا مُحَمَّدُ اُخْرُجْ اِلَیْنَا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائیے اللہ تعالےٰ نے ان کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۔

حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے ان لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ ہم سے ہمارے اہل وعیال کا

فدیہ لے لیں، اسی وقت حضرت جبریل امین نازل ہوئے انہوں نے عرض کی آپ کو اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے کہ آپ اپنے اور ان کے درمیان ایک آدمی بطور فیصل مقرر فرما دیجئے آپ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ میرے اور تمہارے درمیان سبرہ بن عمرو جو تمہارا ہی آدمی ہے فیصلہ کر دے انہوں نے کہا ہمیں منظور ہے۔ سبرہ بن عمرو نے کہا کہ میں اپنے چچا اعور بن بشامہ کے ہوتے ہوئے فیصل نہیں بنتا آپ ان کو فیصل بنائیں، چنانچہ اعور بن بشامہ نے فیصلہ دیا کہ نصف قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے اور نصف سے فدیہ لے لیا جائے نبی پاک نے فرمایا میں اس بات پر راضی ہو گیا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، خدا تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس آجاتے تو یہی ان کے لئے بہتر ہوتا یعنی حضور علیہ السلام ان کے سارے قیدی بغیر فدیہ لیے چھوڑ دیتے۔

(تنویر المقیاس صفحہ ۳۵/۵ ، خازن ص ۱۸۳ جلد ۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں بنو تمیم مدینہ طیبہ آئے اور حضور علیہ السلام کے دروازے پر کھڑے ہو کر پکارنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائیے ہمارا تعریف کرنا سبب ہے بڑائی کا اور ہمارا مذمت کرنا سبب ہے ذلت کا، حضور پرنور تشریف لائے اور فرمایا ایسی ذات محض اللہ تعالےٰ کی ہے جس کی تعریف کرنا سبب ہے بڑائی کا اور مذمت کرنا سبب ہے ذلت کا۔ انہوں نے کہا ہم بنی تمیم کے لوگ ہیں، ہم اپنے خطیب اور شاعروں کے ساتھ آپ سے مشاعرہ اور تفاخر کرنے کے لئے آئے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شعر کے ساتھ مبعوث نہیں ہوا اور نہ مجھے فخر کرنے کا حکم ہوا ہے لیکن اگر تم ایسا ہی چاہتے ہو تو آؤ ہم تیار ہیں۔ ان میں سے ایک نوجوان کھڑا ہوا اس نے اپنی اور اپنی قوم کی بڑھائی بیان کی، حضور علیہ الصلام نے اپنے خصوصی خطیب حضرت ثابت قیس کو جواب دینے کا حکم دیا چنانچہ آپ نے احسن طریقے سے جواب دیا، پھر ان کا ایک نوجوان شاعر کھڑا ہوا اس نے چند اشعار کہے آپ نے حضرت حسان بن ثابت کو جواب دینے کے لیے ارشاد فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا اس پر بنی تمیم کا ایک آدمی اقرع بن حابس کھڑا ہوا اس نے کہا بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب الٰہی دی گئی ہے اور ان کا خطیب ہمارے خطیب اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے اپنے کلام میں بڑھ گیا، پھر

وہ نبی مکرم کے قریب ہوا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس سے فرمایا تیرے اس سے پہلے کے اعمال تجھے نقصان نہ دینگے۔ پھر آپ نے ان کو عطیہ جات سے نوازا اور ان کو لباس فاخرہ سے سرفراز فرمایا ان کی سواریوں کے پاس بوڑھے عمرو بن الاہتم اپنے بڑھاپے کی وجہ سے رہ گئے تھے ان کو بھی انہیں کی طرح اپنی نوازشات سے مشرف فرمایا ان بنی تمیم کے لوگوں کی آوازیں حضور علیہ السلام کی موجودگی میں بلند ہوئیں تو خدا تعالےٰ نے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ سے وَاللہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تک کی آیات نازل فرمائیں۔ (معالم التنزیل، خازن)

فخرِ دوعالم کے فضلات امت کیلئے پاک ہیں

شیخ محقق نے فرمایا ہے کہ علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری شریف امام اعظم ابوحنیفہ اور شیخ ابن حجر رحمہم اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ قوی دلائل سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام کے سارے فضلات طیب وطاہر تھے اور شمار کردہ اند آں را از خصائص وے صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اسے آپ کے خصائص میں شمار کیا گیا ہے۔ (مدارج النبوت ص۳۲)

چونکہ آپ کے فضلات امت کے لئے طیب وطاہر ہیں اس لئے بعض صحابہ نے آپ کے خون اور بول مبارک کو پیا ہے۔ چنانچہ:۔

اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے اور اپنا خون میرے بیٹے کو دیا اس نے اس کو پی لیا آپ کے پاس حضرت جبریل امین آئے اور آپ کو خبر دی، آپ نے اس سے پوچھا تم نے خون کا کیا کیا، عرض کی میں نے آپ کے خون کو زمین پر ڈالنا مکروہ سمجھا (لہٰذا پی لیا)، نبی علیہ السلام نے فرمایا لَا تَمَسُّکَ النَّارُ تجھے آتش دوزخ نہ چھوئے گی اور اس کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا تم کو آدمیوں سے خرابی ہوگی اور آدمیوں کو تم سے خرابی ہوگی۔

(دارقطنی ص۲۲۸ جلد ۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے پچھنے لگوا کر خون حضرت عبداللہ بن زبیر کو دیا کہ جاؤ باہر کسی ایسی جگہ چھپا دو کہ کوئی نہ دیکھے، وہ باہر نکل کر پی گئے جب واپس آئے تو فرمایا کیا کر آیا ہے؟ عرض کی ایسی جگہ چھپا آیا ہوں جہاں کوئی نہ دیکھے فرمایا شاید تو پی آیا عرض کی ہاں کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ جس جگہ میں آپ کا خون ہوگا اس کو دوزخ کی آگ مس نہ کرے گی، فرمایا جا تو بھی دوزخ کی آگ سے بچ گیا، پھر فرمایا افسوس ان لوگوں پر جو تجھے قتل کریں گے، اور افسوس کہ تو ان سے بچ نہ سکے گا۔ (مدارج النبوت ص۳۱، خصائص کبرےٰ ص۲/۶۵۹، شفا ص۱/۴۱)

ایک روایت میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ خون کا ذائقہ کیسا تھا فرمایا ذائقہ شہد کی طرح اور خوشبو کستوری کی طرح۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ کستوری کی خوشبو ہمیشہ آپ کے منہ سے آتی تھی، یہاں تک کہ آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔ (جواہر البحار ص۳۶۳ جلد ۲)

ابو سعید خدری نے فرمایا کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر زخم پہنچا، میرا باپ آپ کے پاس تھا اس نے آپ کے چہرے مبارک پر جو خون بہتا تھا اس کو چوسا اور نگل گیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَنْ خَالَطَ دَمِیْ دَمَہٗ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مَالِکِ بْنِ سِنَان یعنی جو ایسے شخص کو دیکھ کر خوش ہونا چاہے جس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے، ایک روایت میں ہے خَالَطَ دَمَہٗ بِدَمِیْ لَا تَمَسُّہُ النَّارُ اس کا خون میرے خون کے ساتھ مل گیا اس کو آتش دوزخ مس نہ کرے گی۔

(جواہر البحار ص۳۴۸، خصائص کبرےٰ ص۲/۶۶)

ایک روایت میں ہے کہ جنگ احد میں حضور پر نور کا دانت مبارک شہید ہوا تو لب مبارک بھی مجروح ہو گیا جس سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ حضرت مالک بن سنان نے جو دیکھا تو آگے بڑھ کر لب مبارک کو چوسنا شروع کر دیا اور اتنا چوسا کہ وہ جگہ سفید ہوگئی، جب وہ چوس رہا تھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا پھینک دے اس نے کہا واللہ میں آپ کا خون مبارک ہرگز زمین پر نہ پھینکوں گا اور نگلتا ہی گیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا ہر کہ خواہد کہ بنگرد بمردی از اہل بہشت بنگرد بسوئے ایں، یعنی جو کسی جنتی مرد کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص یعنی مالک بن سنان کو دیکھ لے۔ (مدارج النبوت ص۱/۳۱)

ایک غلام نے حضور علیہ السلام کو پچھنے لگائے جب وہ فارغ ہوا تو جو خون نکلا وہ پی گیا آپ نے فرمایا تیرا بھلا ہو تو نے خون کا کیا کیا اس نے عرض کی میں نے اس کو اپنے پیٹ میں غائب کر دیا ہے. آپ نے فرمایا اِذْهَبْ فَقَدْ اَحْرَزْتَ نَفْسَکَ مِنَ النَّارِ۔ جا تو نے اپنے نفس کو دوزخ سے بچالیا۔ (جواہر البحار صـ۲۴۸ ج۱)

حضرت ام ایمن فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو ایک مٹی کے پیالے میں پیشاب کیا رات کو مجھ پر پیاس کا غلبہ ہوا میں نے اس پیالہ کو اُٹھا کر جو کچھ اس میں تھا پی لیا، جب آپ صبح کو اُٹھے میں نے آپکو خبر دی۔ آپ سُن کر ہنسے اور فرمایا لَنْ تَشْتَکِیْ وَجَعَ بَطْنِکِ بَعْدَ یَوْمِکِ ہٰذَا اَبَدًا۔ آج کے بعد تم کبھی اپنے پیٹ کے درد کی شکایت نہ کرو گی۔

(خصائص کبرے صـ۶۶ ج۲، دلائل النبوت صـ۳۸۱)

حضور علیہ السلام کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا آپ اس میں پیشاب کیا کرتے تھے اور اس کو اپنے تخت کے نیچے رکھ دیا کرتے تھے، ایک دفعہ آپ بیدار ہوئے اور اس پیالے کو تلاش کیا نہ ملا آپ نے اس کے متعلق دریافت کیا لوگوں نے عرض کی اس کو برہ خادمہ ام سلمہ نے جو سرزمین حبشہ سے آئی تھی پی لیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا آتش دوزخ اس پر حرام ہو گئی۔

(خصائص کبریٰ صـ۶۶ ج۲، جواہر البحار صـ۲۴۸ ج۱)

مولوی اشرف علی نے لکھا ہے کہ ام ایمن اور برکت نے جو بول مبارک نوش کیا فَلَمْ تَجِدَاهُ اِلَّا کَمَاءٍ عَذْبٍ طَیِّبٍ۔ یعنی ان کو ایسا معلوم ہوا جیسا شیریں نفیس پانی ہوتا ہے۔

(نشر الطیب صـ۱۶۲)

حضور علیہ السلام کے فضلات کو زمین نگل جاتی تھی تاکہ لوگوں کو نظر نہ آئیں اور ان کی طبیعت میں دوسرے لوگوں کے فضلات کی طرح نجاست اور کراہت کا خیال پیدا نہ ہو۔ چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ہیچ کس اثر فضلہ ایشاں را بروئے زمین ندیدہ زمین می شگافت و فرو میبرد و ازاں مکاں بوئے مشک می شمیدند۔ کسی نے آپ کے فضلہ مبارک کا اثر زمین پر نہیں دیکھا کیوں کہ زمین پھٹ جاتی اور اس کو اپنے اندر لے لیتی اور اس جگہ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔

(تفسیر عزیزی پارہ عم صـ۲۱۹)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّتَغَوَّطَ اِنْشَقَّتِ الْاَرْضُ فَابْتَلَعَتْ غَائِطَهٗ وَبَوْلَهٗ وَفَاحَتْ لِذٰلِكَ رَائِحَةٌ طَیِّبَةٌ۔ (شفا شریف صہ ۳۴ جلد ۱)

جب حضور علیہ السلام پاخانہ پھرنے کا ارادہ فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے پاخانے اور پیشاب کو نگل جاتی اور وہاں سے عمدہ اور پاکیزہ خوشبو مہکنے لگتی۔

حضرت حافظ ابو نعیم فرماتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا نے ارشاد فرمایا قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَاْتِی الْخَلَاءَ فَلَا نَرٰی شَیْئًا مِّنَ الْاَذٰی قَالَ یَاعَائِشَةُ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ الْاَرْضَ تَبْتَلِعُ مَا یَخْرُجُ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ فَلَا یُرٰی مِنْهُ شَیْئٌ۔ (دلائل النبوت صہ ۳۸)

ترجمہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں۔ ہمیں وہاں کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عائشہ کیا تو نہیں جانتی جو چیز انبیا کے جسم سے نکلتی ہے زمین اس کو نگل جاتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا جاتے تھے تو میں آپ کے بعد وہاں جاتی تھی مگر میں پاکیزہ خوشبو سونگھتی تھی میں نے یہ بات آپ سے عرض کی آپ نے فرمایا اے عائشہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم انبیاء کے جسم اہل جنت کی ارواح کے اوصاف پر پیدا ہوتے ہیں، جو شے انبیاء کے جسموں سے نکلتی ہے۔ اس کو زمین نگل جاتی ہے۔ (خصائص کبری صہ ۱۴۷)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرتے ہیں کہ ایک صحابی نے ارشاد فرمایا کہ ایک سفر میں میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا حضور کو قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ پس آپ نے ایک جگہ قضائے حاجت فرمائی بعد ازاں میں وہاں گیا مجھے پاخانہ اور پیشاب وغیرہ کا کوئی نشان نظر نہ آیا میں نے وہاں ایک مٹی کا ڈھیلہ دیکھا پس میں نے اس کو پکڑا تو اس میں سے بہترین خوشبو آرہی تھی۔

(مدارج النبوت صہ ۳۱ جلد ۱)

بنتِ رسول پر تزوج جائز نہیں

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ منبر پر تھے اور فرما رہے تھے کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب سے کر دیں، آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں ان کو اجازت نہ دوں گا سوائے اس صورت کے کہ علی المرتضیٰ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور بنی ہشام کی بیٹی سے نکاح کریں، میری بیٹی میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو شے اس کو ناپسند ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے جو چیز اس کو ایذا دے گی وہ مجھ کو ایذا دیتی ہے۔ (خصائص کبریٰ صہ ۴۶۸ جلد ۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے منگنی کرنی چاہی، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کسی کو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ کی بیٹی ہر عدو اللہ کی بیٹی سے شادی کرے۔ (خصائص کبریٰ ص ۴۶۹/۲)

ان احادیث پر غور کیجئے کہ جب حضور نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی موجودگی میں دوسری شادی سے منع فرمایا تو آپ نے حضور سے یہ عرض نہیں کی کہ یا رسول اللہ جب اللہ تعالیٰ نے چار شادیوں کی اجازت دی ہے کہ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ تو آپ کیوں منع فرما رہے ہیں صرف اس لئے عرض نہیں کی کہ جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام کو احکامِ خداوندی میں تبدیلی کا اختیار ہے کہ جب چاہیں اپنے خصوصی اختیارات سے کوئی حکم کسی سے ساقط کر دیں۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات پر آ رہی ہے۔

آپ سے رشتہ کرنے والا جنتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص

دوزخ میں داخل نہ ہوگا جس نے میرے خاندان میں شادی کی، یا میں نے اس کے خاندان میں شادی کی،
ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میں اپنی امت میں سے کسی کی شادی اپنے خاندان میں نہ کروں اور میں اپنی امت میں سے کسی کے خاندان میں شادی نہ کروں مگر وہ میرے ساتھ جنت میں ہو، اللہ تعالےٰ نے میرے اس سوال کو پورا فرما دیا۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۲۷)

ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ صدیق اکبر، فاروق اعظم عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین جنتی ہیں کہ ان میں سے شیخین حضرات آپ کے سسر اور حضرت عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہما آپ کے داماد ہیں۔

بعض لوگ اصحابہ ثلاثہ کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرکے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرتے ہیں۔ ان بد باطن اور کوتاہ اندیش لوگوں کی آنکھیں حقائق کو دیکھنے سے اندھی ہوگئی ہیں، اگر ان کے پاس چشم بصیرت اور دیدہ معرفت ہوتی تو ان کو رسول اور اصحاب رسول میں قرب و معیت کے دلنواز اور روح آفریں نظارے جا بجا نظر آتے لیکن دیدہ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہو یا ہجرت و جہاد جنگ ہو یا صلح دعوت تبلیغ ہو یا عمل و اطاعت اطمینان و سکینہ ہو یا انقباض و عسرت دکھ ہو یا سکھ رحمت ہو یا زحمت سفر ہو یا حضر دنیا ہو یا آخرت ہر جگہ اصحاب رسول رسول اکرم کے ساتھ ہیں اور ہر حال میں یاران نبی اپنے آقا و مولا کے رفیق ہیں۔

احکام شریعت میں اختیار

خدا تعالےٰ کی طرف سے حضور علیہ السلام کو احکام شریعت میں مکمل اختیار دیا گیا ہے، احکام خداوندی میں سے جس حکم کو چاہیں کسی خاص آدمی کے لیے ساقط فرما دیں اور جس حکم کو چاہیں کسی خاص کے ساتھ خاص کر دیں۔ چنانچہ :۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں ہلاک ہوگیا آپ نے فرمایا کیسے عرض کی وَقَعْتُ عَلٰی اِمْرَأَتِیْ

فِیْ رَمَضَانَ میں ماہِ رمضان میں (روزے کی حالت میں) اپنی عورت کے ساتھ ہمبستری کر بیٹھا، حضور علیہ السلام نے فرمایا فَاَعْتِقْ رَقَبَۃً "ایک غلام آزاد کر دو، عرض کی میرے پاس غلام کہاں سے آیا فرمایا فَصُمْ شَہْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھو، عرض کی اتنی طاقت نہیں اس پر آپ نے فرمایا فَاَطْعِمْ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو عرض کی اتنی طاقت بھی نہیں (اتنے میں) حضور علیہ السلام کے پاس کھجوروں سے بھری ہوئی ایک زنبیل لائی گئی۔ آپ نے فرمایا سائل کہاں ہے اس نے عرض کی حضور میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا یہ کھجوریں لے جاؤ اور ان کو جا کر (غربیوں میں) تقسیم کر دو عرض کی یا رسول اللہ کوئی ہم سے زیادہ بھی غریب ہوگا، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ مدینہ میں کوئی گھر ہم سے زیادہ حاجت مند نہیں ہے حضور علیہ السلام مسکرائے حتیٰ کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے اور آپ نے فرمایا جاؤ اپنے اہل و عیال کو جا کر کھلا دو۔ (بخاری مصری ص ۲۸۹ ج ۳، مسلم شریف ص ۳۵۴ ج ۱)

غور کرو کہ جو آدمی جان بوجھ کر روزہ توڑے وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو مہینے متواتر روزے رکھے اور یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو احکامِ شریعت کا مالک و مختار بنایا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام نے بہت سے شرعی احکام نزولِ قرآن سے پہلے ہی جاری فرما دیئے تھے چنانچہ حرام و حلال عورتیں، حرام و حلال غذائیں، وضو اور غسل کے احکام ہجرت سے پہلے ہی دیئے جا چکے تھے ان کا نزولِ قرآن میں بعد ہجرت ہوا اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمان ہجرت سے پہلے وضو کیسے کرتے غسل کیوں کر کرتے اور نکاح و غذا کے احکام کیسے معلوم ہوتے۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے

محبوب کیا مالک و مختار بنایا!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَیْرَ بْنَ الْعَوَّامِ کَانَ فِیْ مُشَقَّۃٍ عَظِیْمَۃٍ مِنْ حِکَّۃِ الْبَدَنِ فَرَخَّصَ لَھُمَا فِیْ لُبْسِ قَمِیْصِ الْحَرِیْرِ۔ ترجمہ بیشک عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن عوام کو جسمانی خارش کی سخت تکلیف تھی، حضور پُرنور شافع یوم النشور علیہ السلام نے ان کو ریشمی قمیص پہننے کی رخصت دی۔

اگرچہ ریشم کا کپڑا پہننا مسلمان مرد کے لیے ناجائز ہے چنانچہ حضور علیہ السلام

کا ارشاد ہے حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ وَالذَّهَبُ عَلٰی ذُكُوْرِ اُمَّتِیْ ریشم کا لباس اور سونا میری اُمت کے مردوں پر حرام کیا گیا۔ (ریاض الصالحین ص۴۷۵)

لیکن حضور علیہ السلام نے حضرت عبداللہ بن عوف اور زبیر بن عوام کے لیے اس حرمت کو حلت میں بدل کر یہ ثابت فرما دیا کہ ہم جس کے لئے چاہیں حرام چیز حلال فرما دیں اور جس کے لئے چاہیں حلال چیز حرام کر دیں۔ جیسے کہ جنگ تبوک سے رہ جانے والے تین صحابہ کعب بن مالک، مرارہ بن ربیعہ اور ہلال بن امیہ پر ان کی منکوحہ بیویاں کچھ عرصہ کے لئے حرام فرما دیں۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے حضرت سہلہ سے روایت کی ہے کہ حضرت سہلہ ابو حذیفہ کی بیوی نے حضور علیہ السلام سے عرض کی یا رسول اللہ ابو حذیفہ کا غلام سالم میرے گھر آتا ہے (میں کیا کروں) حضور علیہ السلام نے فرمایا تو اس کو اپنا دودھ پلا دے حضرت سہلہ نے اس غلام سالم کو اپنا دُودھ پلا دیا۔ حالانکہ وہ بڑی عمر والا تھا اور اس سے پہلے جنگ بدر میں شریک ہو چکا تھا۔
(جواہر البحار ص۳۵۹/۱، خصائص کبریٰ ص۶۸۹/۲)

دو سال کی عمر سے زائد بچے کو دودھ پلانا حرام ہے جیسے کہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے چنانچہ مسئلہ یہ ہے کہ بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی دو سال کی مدت پوری ہونے کے بعد بطور علاج بھی دودھ پلانا یا پینا جائز نہیں۔ (بہارِ شریعت ص۳) لیکن حضور علیہ السلام نے حضرت سہلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اجازت اور رخصت دے دی کہ وہ بڑی عمر والے بدری سالم کو اپنا دودھ پلا دے۔ یہ حضور علیہ السلام کے احکامِ شریعت کے مالک ہونے کی واضح دلیل ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا آپ نے اس اعرابی کو اپنے پیچھے کر لیا تاکہ اسے اسکے گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں حضور نے چلنے میں سرعت کی اور اعرابی سست رفتار تھا بعض لوگوں نے اس اعرابی کے پاس آکر اس گھوڑے کا مول کیا اور وہ نہیں جانتے تھے کہ نبی پاک نے اس گھوڑے کو خرید لیا ہے۔ بعض لوگوں نے آپ کی قیمت خرید سے زیادہ قیمت لگا دی اس پر اعرابی نے حضور کو آواز دی اور کہا کہ اگر آپ اس گھوڑے کو خریدنا چاہتے ہیں تو خرید لیں ورنہ میں اس کو فروخت کر دوں۔ حضور علیہ السلام اس اعرابی کی آواز پر کھڑے ہو گئے اتنے میں وہ

اعرابی قریب آپہنچا آپ نے اس سے فرمایا کیا میں نے تجھ سے گھوڑا نہیں خریدا اعرابی نے کہا واللہ میں نے ہرگز گھوڑا آپ کے ہاتھ فروخت نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں نے تجھ سے گھوڑا خرید کر لیا ہے۔ اتنے میں وہاں ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا اور حضور اور اعرابی دونوں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھتے تھے اعرابی نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ کوئی ایسا گواہ لائیں جو گواہی دے کہ واقعی آپ نے مجھ سے گھوڑا خریدا ہے۔ مسلمانوں میں سے جو آدمی بھی آیا اس نے کہا تجھے ہلاکت ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سچ بولتے ہیں یہاں تک کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالے عنہ تشریف لائے آپ نے فرمایا! اَنَا اَشْھَدُ اَنَّکَ بِعْتَہٗ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے اسے فروخت کیا ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ سے فرمایا تم کیسے گواہی دیتے ہو حالانکہ تم اس وقت ہمارے ساتھ نہ تھے عرض کی یارسول اللہ اِنَّا نُصَدِّقُکَ بِخَبَرِ السَّمَآءِ اَفَلَا نُصَدِّقُکَ بِمَا تَقُوْلُ ہم آسمانی خبروں میں آپکی تصدیق کرتے ہیں تو اس ارشاد پر آپ کی تصدیق کیوں نہ کریں فَجَعَلَ صلی اللہ علیہ وسلم شَھَادَتَہٗ رضی اللہ تعالے عنہ فِی الْقَضَایَا بِشَھَادَتِ رَجُلَیْنِ حضور علیہ السلام نے حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالے عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا۔

(نسائی شریف ص $\frac{۲۰۱}{۲}$ ، ابوداؤد ص $\frac{۵۰۸}{۲}$)

وَالْمَشْھُوْرُ اَنَّہٗ رَدَّ الْفَرَسَ بَعْدَ ذٰلِکَ عَلَی الْاَعْرَابِیِّ فَمَاتَ مِنْ لَیْلَتِہٖ عِنْدَہٗ۔

(حاشیہ ۱۳ نسائی شریف ص $\frac{۲۰۱}{۲}$)

ترجمہ: مشہور یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے وہ گھوڑا اعرابی کو واپس کر دیا وہ اس کے ہاں اسی رات مر گیا۔

سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے قرآن جمع کیا اور زید بن ثابت نے لکھا لوگ حضرت زید کے پاس آتے آپ اس وقت آیت کو نہ لکھتے جب تک دو گواہ گواہی نہ دیتے سورۃ برأت کی آخری آیات سوائے خزیمہ بن ثابت کے کسی سے نہ مل سکیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا یہ آیات لکھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایک کی شہادت کو دو کے برابر قرار دیا ہے۔ پس زید بن ثابت نے ان آیات کو قرآن میں لکھ دیا۔

(حاشیہ ابوداؤد شریف ۶ صفحہ $\frac{۵۰۸}{۲}$)

غور کرو قرآن مجید کا حکم تو یہ ہے کہ وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ کہ انصاف کرنے والے دو گواہ بناؤ مگر حضور علیہ السلام نے حضرت خذیمہ کی ایک گواہی کو دو کے برابر بنا دیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ آپکو یہ بھی اختیار ہے کہ جس کسی کو چاہیں قرآن کے کسی حکم سے مستثنیٰ کر دیں۔

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن ہم لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ جو شخص ہماری نماز پڑھے گا اور ہماری سی قربانی کرے گا۔ اس نے قربانی کی اور جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرے گا وہ قربانی نہ ہوگی، گوشت کی بکری ہوگی، یہ سن کر ابو بردہ بن نیار کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے قبل اس کے کہ مکان سے نماز کے لئے باہر آؤں قربانی کر دی ہے میں نے یہ جانا کہ آج کا دن کھانے پینے کا ہے میں نے جلدی کی میں نے خود بھی کھانا کھایا اور اپنے پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ گوشت کی بکری ہے ابو بردہ نے عرض کی میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے اچھا ہے کیا وہ بکری کا بچہ میری طرف سے قربانی کے لیے کافی ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اِذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِىَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ اس کو ذبح کر دو اور تیرے بعد کسی کے لیے ایسی قربانی جائز نہیں۔

(بخاری مصری ص ۳۱۶/۲، خصائص کبریٰ ص ۴۸۸/۲)

قربانی کے جانور تین قسم کے ہوتے ہیں اونٹ گائے اور بکری ہر قسم میں اس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں۔ بھینس گائے میں اور بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہے ان کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ جہاں تک ان قربانی کے جانوروں کی عمروں کا تعلق ہے اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی۔ اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں، ہاں دنبہ یا بھیڑ کا بچہ جو چھ ماہ کا ہو مگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے سال بھر کا دکھائی دے اس کی قربانی جائز ہے (بہار شریعت ص ۱۳۹/۱۵)

مگر حضور علیہ السلام نے اپنے خصوصی اختیارات سے کام لیتے ہوئے حضرت ابو بردہ کے لیے چھ ماہ کا بکری کا بچہ قربانی کے لیے جائز قرار دے دیا۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رخصت دے دی تھی کہ وہ طلوع فجر کی بجائے طلوع شمس سے روزہ کی ابتدا کیا کریں چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روزے کی ابتدا آفتاب کے طلوع ہونے سے ہوتی تھی،

اس سے قبل آپ کو کھانے کی اجازت تھی۔ (جواہر البحار ص ۶۲ ج ۲، کشف الغمہ ص ۵ ج ۲)

مقام غور ہے کہ خدا تعالیٰ نے تو ارشاد فرماتے ہیں۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر۔ (کنز الایمان)

یعنی طلوعِ فجر کے بعد کسی روزے دار کو اجازت نہیں کہ وہ اب سحری کھائے جو طلوعِ فجر کے بعد کھائے پیئے گا اس کا روزہ نہیں اس لیے کہ یہ ارشاد ربانی کی مخالفت ہے لیکن حضور علیہ السلام نے حضرت انس کے لیے یہ حکم بدل دیا اور طلوعِ فجر کی بجائے طلوعِ آفتاب تک ان کو سحری کھانے کی اجازت دے دی، حضرت انس کے لئے یہ رخصت اس بات کی دلیل ہے کہ سب لوگ تو قانون الٰہی کی پابند ہے اور قانونِ الٰہی جنبشِ لبِ مصطفیٰ کا پابند ہے۔

ایک آدمی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا فَاَسْلَمَ عَلٰی اَنَّهٗ لَا يُصَلِّيْ اِلَّا صَلٰوتَيْنِ فَقَبِلَ ذٰلِكَ مِنْهُ وہ اس شرط پر ایمان لایا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا حضور علیہ السلام نے اس کی اس شرط کو قبول فرما لیا۔ (بذل المجہود ص ۲۴۸ ج ۱)

اس کی شرح میں مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے لکھا ہے۔ اِنَّهٗ يَخُصُّ مَنْ يَّشَاءُ بِمَا يَشَاءُ مِنَ الْاَحْكَامِ وَيُسْقِطُ عَمَّنْ يَّشَاءُ مَا يَشَاءُ مِنَ الْوَاجِبَاتِ (بذل المجہود ص ۲۴۸ ج ۱)

ترجمہ: حضور علیہ السلام احکام میں سے جو حکم چاہیں جس کے ساتھ چاہیں خاص کر دیں اور واجبات میں سے جو چاہیں جس سے چاہیں ساقط کر دیں۔

مولوی خلیل احمد سہارنپوری نے اس بات کو لکھ کر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضور علیہ السلام احکام شریعت میں تبدیلی کے مجاز ہیں خدا نے آپکو مالک و مختار بنایا ہے، جب حضور نے اس صحابی کے لئے دو نمازوں کو پانچ کے قائم مقام کر دیا تو خدا نے یہ نہ فرمایا کہ اے محبوب میں نے تو پانچ فرض کی تھیں آپ نے میری اجازت کے بغیر تین کیسے معاف فرما دیں بلکہ خدا تعالیٰ کی خاموشی اس بات کی بین دلیل ہے کہ حضور کا کام خدا کا کام ہے۔ حضور کا اس صحابی سے تین نمازیں ساقط کرنا مرضئِ الٰہی کے مطابق تھا کہ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود۔

تیری مرضی ہے تیرے خدا کی رضا تو نے جو بھی کہا بس وہی ہو گیا
منتظر رہتی ہے رحمتِ حق سدا کب اُسے آقا تیرا اشارہ ملے

ابنِ تیمیہ نے لکھا ہے وَقَدْ اَقَامَہُ اللّٰہُ مَقَامَ نَفْسِہٖ فِیْ اَمْرِہٖ وَنَہْیِہٖ وَاِخْبَارِہٖ وَبَیَانِہٖ فَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّفَرَّقَ بَیْنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ ھٰذِہِ الْاُمُوْرِ (الصارم المسلول صـ ۴۱)

ترجمہ: اور تحقیق اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کو امر و نہی اطلاع دینے اور بیان میں اپنا قائم مقام بنایا ہے ان میں سے کسی چیز میں بھی اللہ اور رسول میں فرق کرنا جائز نہیں ہے۔

کمالِ نگاہ نبوّت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ رکوع اور سجود مکمل کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ بَعْدِ ظَھْرِیْ میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ (بخاری شریف مصری صـ ۱۵۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میرا منہ صرف قبلہ ہی کیطرف دیکھتے ہو فَوَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا سُجُوْدُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ۔ خدا کی قسم مجھ پر تمہارے رکوع اور سجود پوشیدہ نہیں میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (مسلم شریف صـ ۱۸۰)

اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سوئی کے ناکے کے برابر دو آنکھیں تھیں ان دونوں آنکھوں سے آپ دیکھتے اور ان آنکھوں کو کپڑا اور غیر کپڑا مانع نہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی ایک آنکھ پیٹھ کے پیچھے تھی کہ آپ اس آنکھ سے اپنے پیچھے کی شے کو ہمیشہ دیکھتے تھے۔ (خصائص کبرےٰ صـ ۱۵۲) کَانَ لَہٗ بَیْنَ کَتِفَیْہِ عَیْنَانِ کَسَمِّ الْخِیَاطِ یُبْصِرُ بِھِمَا لَا تَحْجُبُھَا الثِّیَابُ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان سوئے کے ناکے کے برابر دو آنکھیں تھیں جن سے آپ دیکھتے تھے اور ان آنکھوں کو کپڑا مانع نہ تھا۔ (سیرت حلبیہ صـ ۳۴۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ عَلَیْہِ وسلم یَرٰی فِی اللَّیْلِ فِی الظُّلْمَةِ كَمَا یَرٰی فِی النَّهَارِ فِی الضَّوْءِ۔

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جیساکہ دن کی روشنی میں۔

(خصائص کبرے ص۱۵۱، جواہر البحار ص۸۰)

وَ یَرٰی فِی اللَّیْلِ وَ فِی الظُّلْمَةِ كَمَا یَرٰی بِالنَّهَارِ وَالضَّوْءِ (جواہر البحار ص۱۱) حضور علیہ السلام رات اور اندھیرے میں بھی ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے دن اور روشنی میں دیکھتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَمَّا تَجَلَّی اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَام كَانَ یُبْصِرُ النَّمْلَةَ عَلَی الصَّفَا فِی اللَّیْلَةِ الظَّلْمَاءِ مَسِیْرَةَ عَشَرَةِ فَرَاسِخَ (شفا شریف ص۴۳)

ترجمہ :۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ تعالےٰ نے تجلی فرمائی تو وہ اندھیری رات میں تیس میل کے فاصلے سے پہاڑ پر چونٹی کو دیکھ لیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ اِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم رَاٰی رَبَّهٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّةً بِبَصَرِهٖ وَ مَرَّةً بِفُؤَادِهٖ۔ بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

دیکھا ہے بس جناب نے خالق کو بے حجاب
سدرہ و لامکاں کے راہی تمہیں تو ہو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب کا دیدار نہیں کیا صرف تجلیات کو دیکھا جس کا اثر آپکی نگاہ پر یہ ہوا کہ آپ رات کی تاریکی میں سیاہ پتھر پر سیاہ چیونٹی کو تیس میل کے فاصلے سے دیکھ لیا کرتے تھے اور امام الانبیاء نے تو بچشم سر اپنے رب کا دیدار کیا ہے پھر آپ کی نگاہ میں کتنی قوت پیدا ہوگئی ہوگی۔ حق تو یہ ہے کہ نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے ذرّے ذرّے کا مشاہدہ فرما رہی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت زید بن حارث حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تونے کس حال میں دن گزارہ، عرض کی کہ سچا مومن ہو کر فرمایا تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے حضرت

زید نے عرض کی، وَكَاَنِّی اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّی بَارِزًا وَكَاَنِّی اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْهَا وَكَاَنِّی اَنْظُرُ اِلٰی اَهْلِ النَّارِ یَتَضَاغَوْنَ فِیْهَا۔ (مفتاح العلوم ص۱۷۲، سیرت حلبیہ ج۲ ص۱۷۲)

ترجمہ: ہیں گویا عرش الٰہی کو ظاہراً دیکھ رہا ہوں اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے دیکھتا ہوں۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا۔

گفت خلقاں چوں بہ بینند آسماں　　　من بہ بینم عرش را با عرشیاں

جس طرح لوگ آسماں کو دیکھتے ہیں میں اسی طرح عرش کو اہل عرش سمیت دیکھتا ہوں۔

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من!　　　ہست پیدا ہم چو بت پیش شمن

آٹھوں بہشت اور ساتوں دوزخ میرے سامنے اس طرح ظاہر ہیں جس طرح بت پرست کے سامنے بت

اہل جنت پیش چشم ز اختیار　　　درکشیدہ یک بہ یک را درکنار

جنتی لوگ میری آنکھ کے سامنے پسندیدگی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ بغل گیر ہو رہے ہیں۔

کر شدایں گوشم زبانگ آہ آہ　　　از حنین و نعرہ وا حسرتا

میرے یہ کان دوزخیوں کی ہائے ہائے کی آواز اور چلانے اور ہائے افسوس کے نعرہ سے بہرے ہو گئے۔

اس شعر میں ان آیات کے مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ۔

ترجمہ اور یہ لوگ دوزخ میں چلاتے ہوں گے کہ ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال کر دنیا میں لے جا کہ ہم جیسے عمل کرتے تھے ویسے نہیں بلکہ نیک عمل کریں گے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ

ترجمہ پس جو بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں ان کا چیخنا اور دھاڑیں مارنا ہوگا۔

یارسول اللہ بگویم سر حشر　　　در جہاں پیدا کنم امروز نشر

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حشر کا بھید کہہ ڈالوں میں آج ہی جہاں میں سب راز ظاہر کر دوں۔

(مثنوی شریف جلد اوّل ص۱۴۴)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا آپ نے سبب

پوچھا تو بردے مکاشفہ اس نے یہ کہا کہ میں اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے پچھتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ دی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کی کہ میں اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں، سو اس پر آپ نے فرمایا کہ اس نوجوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوئی۔ (تحذیر الناس صہ ۳۴)

یہ فخرِ کونین کے غلاموں اور جاں نثاروں کی نگاہ کا کمال ہے کہ کھڑے ہیں فرش پر دیکھ رہے ہیں عرش کو فرش زمین پر کھڑے ہو کر جنت اور اہلِ جنت، دوزخ اور اہل دوزخ کو دیکھ رہے ہیں حالانکہ جنت ساتویں آسمان پر اور دوزخ ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ جس آقا کے غلاموں کی قوت باصرہ کا یہ کمال ہے جس آفتاب کے ذرّوں کی نظر کا یہ حال ہے کہ جنت و دوزخ عرش و فرش، جنتی اور دوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ تو اس آفتابِ کونین کی نظر کا کیا پوچھنا۔

ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن طفسونجی اپنی آنکھوں میں سرمہ ڈال رہے تھے، ایک آدمی نے عرض کی حضور اسی سلائی سے میری آنکھوں میں بھی سُرمہ ڈال دیجئے آپ نے اس کی آنکھوں میں اس سلائی سے سُرمہ ڈال دیا اس پر اس آدمی نے کہا نَظَرْتُ مِنَ الْفَرْشِ اِلَى الْعَرْشِ، میں نے فرش زمین سے عرش الٰہی تک کی تمام چیزوں کو دیکھ لیا۔ (بہجۃ الاسرار صہ ۱۵۸)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ آپ نے مجھے فرمایا کہ ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھو جب میں پڑھ چکا تو فرمایا آسمان کی طرف دیکھو میں نے دیکھا فرمایا کہ اب تمہیں کیا منظر آ رہا ہے میں نے عرض کی عرشِ اعظم تک دیکھ رہا ہوں، پھر فرمایا زمین کی طرف دیکھو میں نے زمین کیطرف دیکھا آپ نے فرمایا کہ اب تمہیں کیا دکھائی دے رہا ہے؟ میں نے عرض کی تحت الثریٰ تک (انیس الارواح صہ ۱۲)

جس نبی کے امتیوں کی قوتِ باصرہ کا یہ کمال ہو کہ تحت الثریٰ سے لے کر عرش مجید تک کی ہر چیز ان کی نگاہوں کے سامنے ہے اس نبی کی اپنی نگاہ میں کتنی طاقت ہوگی۔

لعاب دہن

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم عاشورے کے دن اپنے شیر خوار بچوں کو اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے شیر خوار بچوں کو بلاتے اور ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیتے اور ان کی ماؤں سے آپ فرما دیتے تھے کہ ان کو رات تک دودھ نہ پلانا آپ کا لعاب دہن ان بچوں کو تمام دن کافی ہوتا۔ (خصائص کبرے ص ۱۵۲)

عامر بن کریز اپنے فرزند عبد اللہ کو حضور پر نور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے، اس وقت عبد اللہ کی عمر پانچ سال کی تھی آپ نے اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اسکی ایسی برکت ہوگئی کہ اگر وہ کسی پتھر کو مارتے تھے تو اس پتھر سے پانی نکل آتا تھا۔ (خصائص کبرے ص ۱۵۳)

حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی کے ساتھ جا رہے تھے۔ کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کے رونے کی آواز سُنی گئی اور وہ دونوں اپنی ماں کے ساتھ تھے آپ جلدی سے ان کے پاس تشریف لے گئے آپ نے فرمایا میرے بیٹوں کا کیا حال ہے کیوں روتے ہیں، حضرت فاطمہ نے کہا کہ یہ دونوں پیاس سے روتے ہیں آپ نے پانی طلب فرمایا لیکن پانی کہیں سے دستیاب نہ ہو سکا، آپ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک کو مجھے دے دو حضرت فاطمہ نے ایک صاحبزادے کو پردہ کے نیچے سے دے دیا آپ نے اس کو لے کر اپنے سینے سے لگا لیا وہ چلا رہا تھا اور چپ نہ کرتا تھا آپ نے اپنی زبان مبارک نکال کر اس کے منہ میں ڈال دی تو وہ بچہ چوسنے لگا یہاں تک کہ اس نے رونا اور چلانا بند کر دیا اس کو چین آگیا لیکن دوسرے صاحبزادے رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ دوسرے صاحبزادے کو بھی دے دو آپ نے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا جیسے کہ پہلے کے ساتھ کیا تھا پس دونوں صاحبزادے چپ ہوگئے۔ (خصائص کبرے ص ۱۵۴)

انوکھی نیند

حدیث شریف میں ہے تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي جب میں آرام کرتا ہوں تو اس

وقت صرف میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا وہ ہر وقت بیدار رہتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ رسولِ پاک کی خدمت میں کچھ فرشتے حاضر ہوئے اس وقت آپ آرام فرما رہے تھے فرشتوں نے آپ کے متعلق کہا یہ جو تمہارے صاحب آرام فرما ہیں ان کی ایک عجیب مثال ہے وہ مثال ان سے بیان کرو، بعض فرشتوں نے کہا کہ آپ تو سوئے ہوئے ہیں دوسرے نے جواب دیا اِنَّ الْعَیْنَ نَائِمَۃٌ وَالْقَلْبُ یَقْظَانٌ مثال بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ان کی صرف آنکھ سوئی ہوئی ہے۔ دل نہیں سویا وہ ہر وقت بیدار رہتا ہے پھر فرشتے بولے کہ ان کی مثال اس طرح ہے جیسے کہ ایک شخص نے مکان بنایا ہو کہ وہ لوگوں کو بلا کر لائے تاکہ وہ کھانا کھائیں پھر وہ بُلانے والا حکم کے مطابق بلائے تو اس صورت میں جو شخص بُلانے والے کی اطاعت کرے گا کھانے میں شریک ہوگا ورنہ محروم رہے گا۔ پھر ان فرشتوں نے مثال مذکورہ کی اس طرح وضاحت کی کہ مکان سے مراد جنّت اور بلانے والے سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مَنْ اَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصٰی مُحَمَّدًا فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالےٰ کی اطاعت کی (اور جنت میں داخل ہوا، اور جس شخص نے آپ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کی یعنی وہ جنّت سے محروم رہا۔ (مشکوٰۃ شریف صد[۲]) اسی حدیث کا ترجمہ علامہ اقبال نے یوں کیا ہے۔ ؎

تماشہ تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش ؛ جلائے خُدا اور بجھائے محمد

تعجّب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ ؛ بنائے خُدا اور بسائے محمد

اس حدیث سے جہاں پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری خدا تعالےٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے وہاں پر یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام کا مقدس دل ہمہ وقت بیدار رہتا ہے، احکام خداوندی کے سننے اور وحی الٰہی کے سمجھنے کے لئے نیند اور بیداری ان کے حق میں یکساں اور برابر ہے۔

دلِ پاک بیدار او درچشم خفتہ ؛ نرالا تھا عالم میں سونا تمہارا

پسینہ مبارک

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ہمارے پاس آئے

اور آپ نے ہمارے پاس قیلولہ فرمایا آپ کو پسینہ آگیا میری والدہ ماجدہ ایک شیشی لائی اور وہ اس میں پسینہ مبارک پونچھ رہی تھی کہ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوگئے آپ نے پوچھا اے ام سلیم یہ تم کیا کر رہی ہو۔ میری والدہ نے کہا یہ پسینہ ہے اس کو ہم اپنی خوشبو کے لئے لیتے ہیں آپ کا یہ پسینہ سب خوشبوؤں سے بہتر ہے۔ (خصائص کبرے ص۱۶۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے اپنی لڑکی کی شادی کرنی ہے اور میرے پاس خوشبو نہیں آپ کچھ خوشبو عنایت فرمائیں، فرمایا کل ایک کھلے منہ والی شیشی لے آنا اور کسی درخت کی ایک لکڑی لے آنا وہ شخص دونوں چیزیں آپ کے پاس لے آیا آپ نے اپنی کلائیوں سے پسینہ پونچھ کر اس شیشی میں ڈال دیا حتیٰ کہ وہ بھر گئی آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور اپنی بیٹی سے کہہ دو اس لکڑی کو اس شیشی میں ڈبو کر خوشبو لگا لیا کرے جس وقت وہ لڑکی اس خوشبو کو لگاتی تو تمام اہلِ مدینہ کو یہ خوشبو پہنچتی تھی کمال خوشبو کی بنا پر لوگوں نے اس مکان کا نام بیت المطیبین یعنی خوشبو والوں کا گھر رکھ دیا۔ (خصائص کبرے ص۱۶۸)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام خوابِ استراحت میں جلوہ فرما تھے آپکی پیشانی پر پسینہ کے قطرات جمع تھے میں نے اس پسینہ میں سے کچھ شیشی میں لے لیا اتفاقاً میری ایک سہیلی کی لڑکی کی شادی ہوئی میں نے اس شیشی میں سے کچھ پسینہ لے کر بطور خوشبو اس لڑکی کو لگا دیا اس لڑکی کے اس عضو سے جہاں پر میں نے پسینہ لگایا تھا ساری عمر خوشبو آتی رہی پھر اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اس سے بھی وہی خوشبو آتی تھی یہاں تک کہ اس لڑکی کی نسل میں جو بچہ بھی پیدا ہوتا تھا اس سے وہی خوشبو آیا کرتی تھی، اہل مدینہ اس خاندان کو بیت العطارین یعنی عطر والوں کا گھر کہہ کر پکارتے تھے۔ (تتمہ معارج النبوت ص۱۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم حضور علیہ السلام کے لئے چمڑے کا بستر بچھایا کرتی تھی اور آپ اس پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے، حضرت انس فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام سو کر اٹھتے تو میں ایک شیشی میں آپ کا پسینہ اور بال (جو جھڑ جاتے تھے) جمع کرتا اور پھر ان کو خوشبو میں ملا لیتا، کہتے ہیں کہ جب حضرت انس کا آخری

وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ میرے حنوط (جو خوشبو میت کے کفن میں لگائی جاتی ہے) میں وہ خوشبو بھی ملا دینا چنانچہ وہ ملائی گئی۔ (بخاری شریف مصری صہ ۹۵)

ایام شیر خوارگی کے چند خصائص

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ آپ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے جس کی وجہ سے میں ایمان لایا کہ آپ ابھی بچے تھے اور جھولے میں تھے کہ میں نے چاند کو دیکھا کہ وہ آپ سے باتیں کرتا تھا اور آپ اپنی انگلی سے جس طرف اشارہ فرماتے تھے وہ چاند اسی طرف ہو جاتا تھا، حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم دونوں آپس میں باتیں کرتے تھے اور وہ مجھے بہلاتا تھا اور میں اس کی تسبیح کی آواز کو سنتا تھا جب کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا۔

(خصائص کبریٰ صہ ۱۴۱، مظہری صہ ۵۱۲، جواہر البحار صہ ۱۱، معارج صہ ۲۴)

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے ۔ یہ سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا!
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں ۔ کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا!

اِنَّ مَهْدَهٗ صلی اللہ علیہ وسلم يَتَحَرَّكُ بِتَحْرِيْكِ الْمَلَائِكَةِ (مظہری صہ ۵۱۳، کشف الغمہ صہ ۱ جواہر البحار صہ ۶۵) ترجمہ: بے شک حضور علیہ السلام کا جھولا فرشتے ہلاتے تھے۔

مکاں عرش ان کا فلک فرش ان کا
ملک خادمان سرائے محمد

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں:

مَا كُنَّا نَحْتَاجُ اِلَى السِّرَاجِ مِنْ يَوْمِ اَخَذْنَاهُ لِاَنَّ نُوْرَ وَجْهِهٖ كَانَ اَنْوَرَ مِنَ السِّرَاجِ فَاِذَا احْتَجْنَا اِلَى السِّرَاجِ فِيْ مَكَانٍ جِئْنَا بِهٖ فَتَنَوَّرَتِ الْاَمْكِنَةُ بِبَرَكَتِهٖ۔

ترجمہ: جب سے حضور علیہ السلام ہمارے ہاں تشریف فرما ہوئے ہیں ہمیں کبھی چراغ کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کیوں کہ آپ کے چہرے کی نورانیت چراغ کے نور سے زیادہ تھی جب کسی جگہ چراغ کی ضرورت محسوس ہوتی ہم آپکو وہاں لے جاتے پس آپکی برکت سے وہ جگہ روشن ہو جاتی۔ (مظہری)

دیئے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ رضی اللہ عنہا

وَجَاءَتْ بِهٖ اِلَى الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ لِيُقَبِّلَهٗ فَخَرَجَ الْاَسْوَدُ مِنْ مَّكَانِهٖ حَتّٰى اِلْتَصَقَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ
(تفسیر مظہری ج ۶ ص ۵۱۴)

ترجمہ: حضرت حلیمہ سعدیہ حضور علیہ السلام کو لے کر حجرِ اسود کے پاس آئیں تاکہ آپ اس کو بوسہ دے لیں، حجرِ اسود اپنی جگہ سے نکل کر آپ کے چہرے مبارک سے لگ گیا۔

خاکِ پا کی برکت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالےٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال کے بعد دوبارہ زندہ کیا تو وہ اپنے دراز گوش پر بیٹھ کر اپنے محلے میں تشریف لائے نہ تو آپ نے لوگوں کو اور ان کے گھروں کو پہچانا اور نہ لوگوں نے آپ کو پہچانا آپ اندازے سے اپنے مکان پر تشریف لائے وہاں آپ نے ایک سو بیس سالہ ایک بڑھیا کو بیٹھے دیکھا یہ آپ کی کنیز تھی جس کو آپ بیس سال کی عمر میں چھوڑ گئے تھے آپ نے اس بڑھیا سے فرمایا کہ کیا یہ عزیر علیہ السلام کا مکان ہے اس بڑھیا نے کہا ہاں اور پھر کہنے لگی اتنی مدت کے بعد عزیر علیہ السلام کا نام لینے والا کون ہے آپ نے فرمایا میں عزیر (علیہ السلام) ہوں، اللہ تعالےٰ نے مجھ پر سو سال تک موت طاری رکھی، پھر دوبارہ زندہ کیا اس بڑھیا نے کہا حضرت عزیر علیہ السلام تو مستجاب الدعوات تھے اگر آپ عزیر (علیہ السلام) ہیں تو آپ اللہ تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ میں انکھیاری ہو جاؤں آپ نے رب تعالےٰ سے دعا فرمائی اور اس کی آنکھوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو وہ صحت یاب ہو گئی اور اسے دونوں آنکھوں سے دکھائی دینے لگا، پھر اس کے ہاتھ سے پکڑ کر کہا اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا وہ کھڑی ہو گئی تو ایسے ہو گئی جیسے اس پر بڑھاپے کے آثار تھے ہی نہیں۔ اس نے آپ کو دیکھا اور پہچان لیا پھر اس نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ عزیر (علیہ السلام) ہیں۔

(مظہری صا۴۱ ، خازن صا۲۴۵ ، معالم التنزیل صا۲۴۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے اپنی نبوت کے ثبوت میں جو دلائل پیش کئے ان میں یہ صفات بھی شامل ہیں وَ اُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَ الْاَبْرَصَ کہ میرے نبی ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا اور جس کو برص کی بیماری ہو میرے پاس لے آؤ میں اپنا دستِ مبارک پھیروں گا تو نابینا کو بینائی اور برص والے کو شفا مل جائے گی ، چنانچہ آپ مادر زاد اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تو خدا تعالےٰ اس کو بینا کر دیتا ۔

جب بشیر یوسف علیہ السلام کا کرتہ لے کر مصر سے چلا تو ہوا نے اللہ سے اجازت مانگی کہ کرتہ کے پہنچنے سے پہلے میں حضرتِ یعقوب علیہ السلام کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچا دوں ، اللہ تعالےٰ نے اسے اجازت دے دی ، حضرت یعقوب اپنی اولاد کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے کہا میرا غم جاتا رہا مجھے گمان ہے کہ خوشی قریب آگئی مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے ۔ ؎

اس دن یعقوب پیغمبر خبراں غیب سنائیاں !

اج پیاریاں سجناں ولوں سرد ہوائیں آئیاں

جب بشیر کنعان پہنچا تو اس نے حضرت یعقوب کے چہرے پر کرتہ ڈال دیا ، حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیر تک اس کی خوشبو سونگھی اور بینائی واپس آگئی ۔

(احسن القصص صہ۲۲۲)

آن بشیر نبی دے منہ تے اوہ پیراہن پایا

ساعت پلک لگی نہ کوئی نور العین وِچ آیا

اِن واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ السلام کے ہاتھ میں شفا تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے میں شفا تھی ۔

جو شفا حضرت عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کے ہاتھ میں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے میں تھی وہی شفا ہمارے آقا و مولا امام الانبیاء حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین پاک کے ساتھ لگنے والی خاک میں تھی ۔ چنانچہ مولوی عبدالستار نے لکھا ہے ۔ کہ

حضور علیہ السلام کے زمانے میں ایک یہودی تھا جو حضور پُر نور علیہ السلام کی شان

میں بڑے نازیبا کلمات استعمال کیا کرتا تھا اس کی ایک لڑکی تھی جو خدا اور رسول پر ایمان لا چکی تھی اس نے جب دیکھا کہ میرا باپ میرے رسول پاک کی شان میں بے ادبی کرتا ہے تو اس نے خدا سے دعا مانگی کہ الٰہی میرے باپ کو کسی ایسی مصیبت میں گرفتار کر دے کہ یہ نبی کی گستاخی سے باز آجائے، خدا نے اس کی دعا کو قبول فرمایا اور اس کے باپ کو اندھا کر دیا اس کی آنکھوں میں درد شروع ہوگیا وہ دن رات بے چین رہنے لگا، اس نے بڑے علاج کرائے لیکن بے سود کہیں سے آرام نہ آیا آخر ایک دن اس لڑکی کے دل میں رحم پیدا ہوا اور اپنے باپ سے کہنے لگی کہ مدینہ طیبہ میں ایک طبیب آیا ہے اگر تو کہے تو میں اس سے تیری آنکھوں کے لیے دوائے آؤں۔ اس کے باپ نے اجازت دے دی، یہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ منورہ آئی، اس نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام اپنے حجرے میں آرام فرما رہے ہیں آپکو جگانا مناسب نہ سمجھا اور یہ بھی سوچا کہ اگر میں خالی واپس چلی گئی تو باپ کو کیا جواب دوں گی آخر سوچ سوچ کر اس نے آپ کی نعلین پاک کو جھاڑا جو خاک برآمد ہوئی اس کی پڑیا بنا کر گھر لے آئی اور اپنے باپ کی آنکھوں میں وہ خاک مبارک ڈال دی۔ خاک کا آنکھوں میں پہنچنا تھا کہ خداوند قدوس نے اس کی آنکھوں میں نورانیت کا دریا جاری فرما دیا۔ وُہ خوش ہوگیا اور اس نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ بتا یہ سرمہ کہاں سے لائی ہے اس لڑکی نے کہا یہ اسی نبی کے پاؤں سے لگنے والی نعلین پاک کی خاک ہے جس کی شان میں آپ گستاخیاں کرتے ہیں، جب اُس نے یہ سُنا تو کہنے لگا کہ تو نے میرے دشمن کے پاؤں کی خاک میری آنکھوں میں ڈال دی چھری لی اور اپنی آنکھوں کو بے نور کر دیا خدا نے پھر کرم فرمایا اور بینائی واپس کر دی اس نے پھر چھری ماری اور نابینا ہوگیا، خدا نے پھر نورانیت کو واپس کر دیا اسی طرح اس نے چھ مرتبہ اپنی آنکھوں کو بے نور کیا جب ساتویں مرتبہ چھری مارنے لگا تو ے

آخر کن وچہ پیا آوازہ خالق دی سرکاروں
ایہہ اکھیاں ہن چھوڑ نہ جاون خاک نبی دی پاروں
تینوں ضد شیطان چڑھائی تو کفروں باز نہ آویں
خاک محمدی اکھیں پا کے تو دوزخ مول نہ جاویں!

آواز آئی کہ ہم اس خاک کی برکت سے جہنم کی آگ بھی تم پر سے حرام کر چکے ہیں تم ان آنکھوں کو کیوں ضائع کر رہے ہو اس آواز نے اس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ ایمان لے آیا۔ (اکرام محمدی ص ۱۸۹)

تو زندہ ہے واللہ جل جلالہٗ

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص حضور رحمۃ للعالمین حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اپنی نورانی قبروں میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں، گوناگوں لذتیں حاصل کرتے ہیں، سنتے ہیں دیکھتے ہیں جانتے ہیں جس طرح چاہتے ہیں تصرفات فرماتے ہیں۔ حج کرتے ہیں اپنی امتوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اس عالم میں بھی ان کے ظہور کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ آنکھ والوں نے ان کے جمال جہاں آرا کی بار بار زیارت کی اور ان کے انوار سے مستفیض ہوئے اب ذرا اس کی تفصیل کی طرف آئیے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں معراج کی رات بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے مَرَرْتُ بِقَبْرِ مُوْسٰی فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ۔ میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا (میں نے دیکھا) کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سینکڑوں سال حضور سے پہلے ہو گزرے ہیں —— لیکن اب تک اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا کر رہے ہیں جب کلیم اللہ کی حیات بعد الممات کا یہ کمال ہے تو پھر حبیب اللہ کی حیات کا کیا کمال ہوگا۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۔ اے محبوب گذشتہ نبیوں سے پوچھ لو کیا ہم نے کچھ اور معبود بنائے ہیں جن کی کی عبادت کی جائے خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کو از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام تمام نبیوں سے پوچھنے کا حکم دیا اور پوچھا اسی سے جاتا ہے جو زندہ بھی ہو اور جواب بھی دے سکے معلوم ہوا کہ سارے نبی زندہ ہیں وہ اپنی قبروں میں پابند نہیں عالم کی سیر کر سکتے ہیں کیوں کہ یہ نہ فرمایا گیا کہ خط یا ڈاک یا تار کے ذریعے ان سے پوچھ لو نہ یہ کہ ان کی قبروں سے جا کر پوچھو نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مزارات پر کبھی گئے، یہی مطلب ہے کہ اے پیارے وہ حضرات تمہارے پاس آتے ہی رہتے ہیں آپ ان سے ملتے ہی رہتے ہیں، معراج میں وہ آئے آپ نے ان کو حج کے لئے جاتے دیکھا چنانچہ علامہ محمد بن یعقوب

شیرازی نے سفر السعادت میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ لسلام حج کو جاتے ہوئے جب وادیٔ عسفان میں پہنچے تو فرمایا اے ابوبکر جانتے ہو یہ وادی کونسی ہے عرض کی یہ وادیٔ عسفان ہے آپ نے فرمایا اس وادی سے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام گزرے وہ دونوں سُرخ اونٹوں پر سوار تھے، جن کی نکلیں کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھیں ان دونوں نے اون کی چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ اور وہ لبیک لبیک کہتے ہوئے حج کے لئے جا رہے تھے۔ (سفر السعادت صـ ۲۴۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں ہم حضور علیہ السلام کی معیت میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان وادی ارزق سے گزر رہے تھے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ کان میں انگلی رکھے اتر رہے ہیں۔ اور وہ لبیک کہتے جا رہے ہیں۔ پھر جب ہم جحفہ کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں جو اپنی سُرخ اونٹنی پر سوار ہیں اور وہ پشم کا جبہ زیب تن کئے ہوئے ہیں اور ان کی اونٹنی کی مہار کھجور کے پتوں کی ہے۔ اور لبیک کہتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔ (کشف الغمۃ صـ ۲۱۶)

چونکہ آپ ان کو حج وداع میں ملے اس لئے اے محبوب ان سے پوچھ لیجئے کہ آیا ہم نے اپنے سوا کوئی دوسرا معبود بنایا ہے۔

یہ آیت حیاتِ انبیاء کے لیے ایسی صریح ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں کیوں کہ نہ ان کی امتوں سے پوچھنا مراد ہے نہ ان کی کتابوں سے کیوں کہ ان کی امتیں فنا یا مشرک ہو چکی تھیں اور ان کی کتابیں یا ختم ہو گئیں تھیں یا محرف جن میں کفر و شرک بھرا ہوا ہے۔

جب حضرت صالح، داؤد، یونس اور موسیٰ علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور حج کرتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں توامام الانبیاء حبیبِ کبریا تو بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

اِنَّہٗ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم وَیُصَلِّیْ فِیْہِ بِاَذَانٍ وَّ اِقَامَۃٍ ترجمہ: حضور علیہ السلام اپنی قبر میں زندہ ہیں اذان اور اقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو نعیم نے دلائل النبوت میں روایت کی ہے کہ حضرت سعید ابن مسیب سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جنگ حرہ کے زمانہ میں میں نے اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ مسجد نبوی میں میرے سوا اس وقت کوئی نہ تھا ان ایام میں کسی نماز کا وقت نہ آتا تھا مگر قبر انور سے اذان کی آواز سنتا تھا ایک روایت میں ہے کہ اذان اور تکبیر کی آواز سنتا تھا

یہ روایت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ حقیقی جسمانی پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے جس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی ہے۔

حضرت احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے حج کیا اور بعد ازاں حضور علیہ السلام کے روضۂ انور پر حاضری دی اور عرض کی یا رسول اللہ پہلے میرا جسم میرے وطن میں اور میری روح آپ کے پاس ہوتی تھی اب میرا جسم اور روح دونوں آپکے پاس ہیں آپ اپنے ہاتھ مبارک کو نکالئے تاکہ میں ان پر بوسہ دوں حضور علیہ السلام نے اپنی قبرِ انور سے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو حضرت احمد رفاعی نے بوسہ دیا۔ (جواہر البحار ص۱۱)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالے علیہ حضور علیہ السلام کے روضہ پر حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا السلام علیکم یا سید المرسلین تو روضۂ مبارک سے ان کے سلام کا جواب ملا۔ وعلیکم السلام یا امام المسلمین اے مسلمانوں کے پیشوا تم پر سلام ہو۔ (انیس الارواح ص۵۵)

خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیر و مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ حضور علیہ السلام کے روضۂ اقدس پر حاضر تھا حضرت خواجہ نے فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اب تم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہو، سلام عرض کرو۔ میں نے سلام عرض کیا تو روضۂ انور سے آواز آئی اے قطب مشائخ بحر و بر وعلیکم السلام، جونہی یہ آواز آئی حضرت خواجہ نے فرمایا بس اب تمہارا کام پورا ہو گیا۔
(انیس الارواح ص۱۴)

روضۂ اقدس سے ہاتھ مبارک کا باہر نکلنا اور سلام کا جواب آنا اس بات پر روشن دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام حیاتِ حقیقیہ جسمانیہ دنیاویہ سے زندہ ہیں۔ اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں:۔

لَیْسَ مِنْ یَّوْمٍ اِلَّا وَ تُعْرَضُ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَعْمَالُ اُمَّتِہٖ غُدْوَۃً وَّ عَشِیَّۃً فَیَعْرِفُھُمْ بِسِیْمَاھُمْ وَاَعْمَالِھِمْ (جواہر البحار ص۲، مظہری ص۷۷)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر روزانہ صبح و شام آپ کی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ ان کو ان کی علامات اور ان کے عملوں سے پہچان لیتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے۔

اَنَّہٗ تُعْرَضُ اَعْمَالُ اُمَّتِہٖ عَلَیْہِ وَیَسْتَغْفِرُ اللہَ لَھُمْ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: آپ پر آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اُن گنہگاروں کے لیے خدا سے طلب مغفرت کرتے ہیں۔ (جواہر البحار ص۲)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش ہونا ان گنہگاروں کے گناہوں کی بخشش کے لیے خدا سے دعا کرنا، اور ہر امتی کو پہچاننا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آپ قبرِ انور میں زندہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِی السَّلَامَ۔ (مشکوٰۃ ص۸۶)

ترجمہ: خدا تعالےٰ کے بہت سے فرشتے زمین پر سیاحت کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ۔

ترجمہ: جس شخص نے میرے پاس آکر مجھ پر درود پڑھا میں اُسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دُور سے درود پڑھا تو وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام پر درود و سلام کا پیش کیا جانا اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے کہ آپ اپنی قبرِ منور میں زندہ ہیں، ورنہ درود و سلام پیش کرنا بے فائدہ ثابت ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ کی پیش کردہ حدیث پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر قبرِ انور پر درود پڑھا جائے تو حضور علیہ السلام سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں سنتے، بلکہ فرشتے حضور علیہ السلام کو پہنچا دیتے ہیں۔

لیکن ہمارے نزدیک ہر شخص کا درود و سلام حضور علیہ السلام سنتے ہیں درود و سلام پڑھنے والا خواہ قبرِ انور کے پاس حاضر ہو یا کہیں دور ہو، قریب اور دُور کا فرق رسول اللہ کے لیے نہیں بلکہ درود و سلام پڑھنے والے کے لیے ہے اس دعوے کے ثبوت میں کچھ نقلی اور کچھ عقلی دلائل

کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے وہ جہاں بھی ہو (صحابہ نے عرض کیا، حضور علیہ السلام آپ کی وفات کے بعد بھی فرمایا ہاں میری وفات کے بعد بھی، بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔ (جلاء الافہام صہ ۳۶)

اس حدیث سے صراحتہً یہ بات ثابت ہوگئی کہ درود پڑھنے والا دنیا کے کسی بھی خطے میں کھڑے ہو کر درود پڑھے حضور علیہ السلام تک اس کے درود کی آواز پہنچ جاتی ہے یا یوں کہئے کہ حضور اس کے درود کی آواز کو خود بہ نفس نفیس سُن لیتے ہیں اور جس طرح دنیاوی زندگی میں سُن لیتے تھے اُسی طرح اب بھی سُن لیتے ہیں۔

جو اولیاء کرام قرب نوافل کے درجہ پر فائز ہوتے ہیں ان کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ۔ ترجمہ:- میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰہِ سَمْعًا لَهٗ سَمِعَ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَهٗ رَاٰی الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ۔

(تفسیر کبیر صہ ۹۱/۲۱)

ترجمہ: اللہ کے جلال کا نور جب بندے کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور کی آواز کو سن لیتا ہے اور یہی نور جلال جب بندے کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور دور کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔

دور کی چیزوں کو دیکھنا اور سننا جب اولیاء کرام کے لیے دلیل شرعی سے ثابت ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ولایت عامہ کی صفت سے متصف ہیں کی ذات مقدسہ میں یہ کمال کیسے نہ ہوگا۔ جب معراج کی رات حضور علیہ السلام کا شق صدر ہوا تو جبریل امین نے قلب انور کو آب زمزم سے دھوتے ہوئے فرمایا قَلْبٌ سَدِيْدٌ فِيْهِ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ (فتح الباری صہ ۴۱/۱۳) ترجمہ قلب اطہر ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

قلب اطہر کے ان کانوں اور آنکھوں کا دیکھنا اور سننا عالم محسوسات سے وراء الوراء حقائق تک کے لئے ہے جیسے کہ خود حضور علیہ السلام نے فرمایا اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ۔ میں وہ اشیاء دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ آوازیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

بدانکہ وے صلی اللہ علیہ وسلم می بیند و می شنود کلام ترا زیرا کہ وے متصف است بصفات اللہ تعالےٰ ویکے از صفات الٰہی آں ست کہ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ مر پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم نصیب وا فراست ازیں صفت ۔ (مدارج النبوت ص۴۸۶ ج ۲)

ترجمہ :۔ جاننا چاہیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام سنتے ہیں اسلئے کہ آپ اللہ تعالےٰ کی صفات سے متصف ہیں اور اللہ تعالےٰ کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا میں اس کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے اور آنحضرت کو اس صفت سے پورا پورا حصہ ملا ۔

مصطفےٰ آئینہ روئے خدا است
منعکس در وے ہمہ خوئے خدا است

یہ عبارت بھی اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دور و نزدیک کی سب آوازوں کو سنتے ہیں ۔ اب ذرا عقلی دلائل کی طرف آیئے ۔

ہر شخص جانتا ہے کہ قبرِ انور پر جو درود پڑھا جاتا ہے اسے حضور علیہ السلام ضرور سنتے ہیں ۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کہ قبرِ انور پر درود پڑھنے والے کی آواز کس ذریعہ سے حضور علیہ السلام کو پہنچتی ہے جس طرح دور کی آواز کا حضور تک پہنچنا مشکل معلوم ہوتا ہے بالکل اسی طرح قبرِ انور پہ صلوٰۃ وسلام کا حضور علیہ السلام کی سمع اقدس تک پہنچ جانا یقیناً مشکل ہے کیوں کہ قبرِ انور میں جس مقام پر حضور علیہ السلام جلوہ گر ہیں وہاں نہ دنیا کی ہوا پہنچ سکتی ہے نہ عالم اسباب کے مطابق کسی آواز وغیرہ کا پہنچنا ممکن ہے اس کے باوجود بھی حضور علیہ السلام قبرِ انور میں درود وسلام کی آوازیں سُن لیتے ہیں تو اگر اسی طرح بعید کی آواز بھی سُن لیں تو کیوں کر ناممکن ہے ۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی کہ آپ چالیس دن کے تھے اور حضرت حلیمہ نے آپکو اٹھایا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ آپ چاند سے باتیں کرتے تھے اور وہ آپ سے باتیں کرتا تھا آپ نے فرمایا اے چچا میری مادر مشفقہ نے مجھے کس کر باندھ رکھا تھا اس درد سے میں نے رونا چاہا تو چاند نے عرض کی یارسول اللہ اگر آپ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر گیا تو زمین سے قیامت تک سبزہ پیدا نہ ہوگا حضرت عباس نے عرض کی آپ تو اس دن چالیس دن کے تھے ،

یہ حال کیوں کر معلوم ہوا ؟ آپ نے فرمایا چچا قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں لوح پر قلم کی آواز کو اس وقت سنتا تھا جب کہ میں شکم مادر میں تھا اور اس سے زیادہ عجیب تر بات یہ ہے کہ میں شکم مادر میں چاند اور سورج کی تسبیح کو سنتا تھا جبکہ وہ عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے ۔

(مجموعۃ الفتاوے ص۹۷ ج۲ ، معارج النبوت ص۴۴ ج۲)

اس حدیث میں غور فرمایئے کہ جب حضور علیہ السلام کی قوت سماعت کا یہ کمال ہے کہ شکم مادر میں رہ کر لوح محفوظ پر چلتے ہوئے قلم کی اور عرش کے نیچے تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آواز سنتے تھے تو کیا آج گنبد خضرا میں رہتے ہوئے درود وسلام کی آوازیں نہیں سن سکتے ؛ یقیناً سن سکتے ہیں

آج کل سائنس کا زمانہ ہے سائنس کی حیرت انگیز ایجادات نے بہت سے مسائل کو حل کر دیا ہے ۔ ریڈیو ، ٹیلیفون ، ٹیلی ویژن وائرلیس سیٹ ایسی ایجادات ہیں جن سے ہزاروں میل کی آواز کو سن لیا جاتا ہے ۔ ایک آدمی لندن میں بیٹھ کر ٹیلیفون کرتا ہے تو اس کی آواز کو ہم اور ہماری آواز کو وہ آسانی سے سن لیتا ہے ۔ اسی طرح ہم پاکستان میں بیٹھ کر دنیا کے ہر ملک کی خبریں ریڈیو سے سن لیتے ہیں جب مادی قوت کا یہ کمال ہے ۔ تو پھر روحانی قوت کا کیا کمال ہوگا ۔ کیوں کہ مادی دنیا اسباب کی محتاج ہے ۔ اور روحانیت اسباب سے بے نیاز ہے ۔ لہٰذا مادی قوت وطاقت کے مقابلے میں روحانی قوت و طاقت بہت زیادہ ہے ۔ اور امام الانبیاء منبع اور مخزن ہیں روحانیت کا ، آپ کی روحانی طاقت تو یقیناً ہر مخلوق سے زیادہ ہے اس لئے آپ اپنی روحانی قوت سے ہمارے درود وسلام کو یقیناً سن لیتے ہیں ۔

اب ایک تشریح طلب امر باقی رہ گیا وہ یہ کہ جب حضور علیہ السلام دور کے درود وسلام کو سن لیتے ہیں تو پھر فرشتے کے مقرر کرتے میں کیا حکمت ہے اس کا جواب مولوی انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ " جاننا چاہئے کہ نبی علیہ السلام پر درود پیش کرنے کی حدیث علم غیب کی نفی پر دلیل نہیں ہو سکتی اگرچہ علم غیب کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نسبت اللہ تعالٰے کے علم کے ساتھ ایسی ہے جیسے غیر متناہی کے ساتھ متناہی کی نسبت ، یہ دلیل نہ ہونا اس لئے ہے کہ فرشتوں کی پیش کش کا مقصد صرف یہ ہے کہ درود بھیجنے والے کے کلمات بعینہا بارگاہ عالیہ نبویہ میں پہنچ جائیں ، حضور علیہ السلام نے ان کلمات کو پہلے جانا ہو یا نہ جانا ہو ، (بارگاہ رسالت میں کلمات درود کی پیشکش ، بالکل

ایسی ہے جیسے رب العزت کی بارگاہ میں یہ کلمات طیبات پیش کئے جاتے ہیں اور اس کی بارگاہ الوہیت میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں، چونکہ یہ کلمات ان چیزوں میں سے ہیں جن کے ساتھ خدا تعالےٰ کو تحفہ پیش کیا جاتا ہے اس لئے یہ پیش کش علم کے منافی نہیں لہذا کسی چیز کا پیش کرنا کبھی علم کے لئے بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات دوسرے معانی کے لئے اس فرق کو خوب پہچان لیا جائے۔ (فیض الباری ص۲۰۳ ج۲)

فیض الباری کی اس عبارت سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ بارگاہِ رسالت میں فرشتوں کا درود شریف پیش کرنا حضور علیہ السلام کی لاعلمی پر مبنی نہیں بلکہ کلمات درود بعینہا کو بطور تحفہ و ہدیہ پیش کرنا مقصود ہوتا ہے سننے اور جاننے کو اس پیشکش سے کوئی تعلق نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا اَعطَاہُ اَسمَاعَ الخَلَائِقِ قَائِمٌ عَلٰی قَبرِی اِذَا مِتُّ فَلَیسَ اَحَدٌ یُصَلِّی عَلَیَّ صَلَاۃً صَادِقًا مِن قَلبِہٖ اِلَّا قَالَ یَا مُحَمَّدُ صَلّٰی عَلَیکَ فُلَانُ بنُ فُلَانٍ۔

(کشف الغمہ ص۲۷ ج۱، جواہر البحار ص۲ ج۲)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالےٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو تمام مخلوق کی قوت سماعت عطا ہوئی ہے وہ میری وفات پر میری قبر پہ قائم رہیگا جو بھی خلوص نیت سے مجھ پر درود پڑھے گا وہ فرشتہ کہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلاں کے بیٹے فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے۔

حضور علیہ السلام تمام مخلوق کے لئے رسول ہیں جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث ہے۔

"اُرسِلتُ اِلَی الخَلقِ کَافَّۃً" میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

جب حضور علیہ السلام تمام مخلوق کے لئے رسول اور نبی ہیں تو جو فرشتہ [illegible] وہ بھی چونکہ مخلوق ہے لہذا آپ اس کے بھی نبی اور رسول ہیں یا یوں کہئے کہ وہ فرشتہ حضور علیہ السلام کا امتی ہے۔

خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ چودھویں صدی میں کچھ نام نہاد [illegible] پیدا ہوں گے جو اس فرشتہ کی قوت سامعہ پر اعتراض کرتے ہوئے زبان درازی کریں گے کہ اگر نبی حضور کا درود وسلام سن سکتا ہے تو پھر فرشتہ کیوں مقرر ہے۔ خدا تعالےٰ نے ان کا رد فرمایا اور فرشتے کو مقرر فرما کر گویا یوں ارشاد فرمایا کہ اے عقل کے اندھو یہ فرشتہ میرے محبوب کا امتی ہے اور ساری مخلوق سے بڑھ کر قوت سامعہ کا مالک ہے دنیا کے کسی خطے میں بھی کوئی شخص درود وسلام پڑھے وہ سن لیتا ہے جس نبی کے امتی کی

قوتِ سامعہ کا یہ کمال ہو اس نبی کی اپنی قوتِ سامعہ کا کیا کمال ہوگا۔